# موہے پیا بے دردی

## میم عین

شہر کے سب سے بڑے اور مہنگے ہسپتال کے اس کمرے میں اس وقت مکمل خاموشی کا راج تھا۔ اگر اس وقت کوئی آواز سنائی دے رہی تھی تو وہ تھی دیوار پر ٹنگی بیش قیمت گھڑی میں موجود سوئیوں کی ٹک ٹک کی آواز۔ پھر کچھ ہی سیکنڈز میں اس آواز کے ساتھ صفحے پلٹنے کی آواز بھی شامل ہو چکی تھی۔

کمرے میں ڈاکٹر کی سربراہی کرسی کے سامنے موجود کرسیوں پر بیٹھے دونوں

نفوس بے چینی سے مقابل بیٹھی قابل اور مشہور ترین ڈاکٹر کے بولنے کے منتظر تھے۔ڈاکٹر نے بولنا شروع کیا تو ان کا ہر اعضا آلہ سماعت بن گیا۔

"مسٹر اینڈ مسز حاشر آپ دونوں کی شادی کو کتنا عرصہ گزر چکا ہے؟"

ڈاکٹر کے سوال پر نوریہ نے حاشر کی طرف دیکھا۔

"آٹھ ماہ!"

حاشر کے جواب پر ڈاکٹر نے عینک کے پیچھے سے دونوں کو گھورا۔

"لائک سیریسلی؟آپ لوگ شادی کے محض آٹھ ماہ کے بعد ہی اس بات سے پریشان ہیں کہ آپ لوگوں کو اب تک خوش خبری کیوں نہیں ملی۔

لوگوں کی شادی کو کئی کئی سال گزر جاتے ہیں پھر وہ کنسیو کرتے ہیں اور آپ ابھی سے پریشان ہیں۔ یہ دن تو ویسے بھی میاں بیوی کے ایک دوسرے کو سمجھنے کے ہوتے ہیں۔ مسز حاشر آپ کی ساری رپورٹس کلئیر ہیں آپ کی پچھلی ڈاکٹر آپ کو جو دوائی استعمال کروا رہی ہیں بہتر ہے کہ آپ نہ استعمال کریں خدا کے بنائے گئے نیچرل سسٹم کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کریں۔"

ڈاکٹر کی بات پر حاشر سیخ پا ہو گیا۔

"دیکھیں ڈاکٹر صاحبہ بہت سے لوگوں کو شادی کے ابتدائی دنوں میں ہی خوش خبری مل جاتی ہے اور ہماری شادی کو تو آٹھ ماہ گزر چکے ہیں۔ پچھلے کئی مہینوں سے ہم کنسیو کرنے کی کوشش کر رہے ہیں پر کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں مل رہا۔ مجھے پتا چلا تھا کہ آپ بہت قابل ڈاکٹر ہیں اس لئے میں آپ

کے پاس اپنی مسز کو لے کر آیا کیوں کہ مجھے بچوں کی شدید خواہش ہے۔ اگر آپ نہیں علاج کر سکتی تو ہمیں بتادیں۔"

اس کی بات پر ڈاکٹر نے ایک افسوس بھری نظر اس پر ڈالی اور ساتھ ہی ایک رحم بھری نظر پاس بیٹھی معصوم اور خوب صورت سی لڑکی پر جس کے چہرے پر خوف واضح نظر آرہا تھا .

"اوکے مسٹر حاشر یہ تو آپ کی مسز کی رپورٹس ہو گئیں جو کہ بالکل کلئیر ہیں پر آپ کی رپورٹس کہاں ہیں؟"

ڈاکٹر نے نوریہ کی رپورٹس پر ایک نظر ڈالتے ہوئے حاشر کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا ڈاکٹر صاحبہ میری رپورٹس کس لئے ؟ مجھ میں کیا خامی ہو سکتی ہے بھلا۔"

ڈاکٹر کی بات پر وہ ایک دم بھڑک اٹھا تھا جب کہ نوریہ پریشان نظروں سے کبھی ڈاکٹر اور کبھی حاشر کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"دیکھیں مسٹر حاشر کوئی بڑے سے بڑا ڈاکٹر بھی اس طرح ایک فرد کی رپورٹس دیکھ کر علاج شروع نہیں کر سکتا۔ میاں بیوی دونوں کی رپورٹس دیکھنا ضروری ہے۔ آپ کی مسز کی رپورٹس ویسے بھی کلئیر ہیں۔ مجھے آپ کی رپورٹس دیکھنی ہوں گی پھر ہے کوئی علاج شروع کر سکتی ہوں۔ اگر آپ میں کوئی خامی ہوئی تو آپ کا علاج کیا جائے گا ورنہ آپ دونوں کو صبر سے کام لیتے ہوئے انتظار کرنا پڑے گا۔ ہمارے معاشرے میں یہ غلط نظریہ پھیلا ہوا ہے کہ اگر اولاد نہیں ہو رہی تو اس میں سارا قصور عورت کا ہے جب کہ

حقیقت میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ ہمارا قرآن کہتا ہے کہ اولاد مرد کے نصیب سے ہوتی ہے پھر عورت کو قصوروار کیوں ٹھہرایا جائے۔ آپ لیبارٹری چلے جائیں میں نے یہ ٹیسٹ لکھ دیا ہے آپ یہ ٹیسٹ کروا کر جائیں اور اگلی دفعہ جب آئیں تو رپورٹس ساتھ لے کر آیئے گا۔"

ڈاکٹر کی بات پر جہاں نوریہ نے تشکر بھری نظروں سے ڈاکٹر کی جانب دیکھا وہیں حاشر اپنے غصے پر ضبط کرتا سر ہلا گیا۔

○○○○○○○○○○○

وہ تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتی جا رہی تھی۔ کالی ناگن سی بل کھاتی چوٹی کمر کی سرحد کو پار کرتی گھٹنوں سے کچھ اوپر ٹانگوں کو چھو رہی تھی۔ اس کے تیزی سے بھاگنے پر کان میں پہنی چھوٹی جھمکیاں ہلکورے لے رہی

تھیں۔اس سے پہلے وہ لاؤنج سے گزر کر پچھلے گارڈن میں جاتی بڑی ماں کی آواز میں بولا گیا جملہ اس کے قدم اپنی جگہ پر ساکت کر گیا۔وہ بے یقینی سے جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئی۔اسے لگا جیسے اس کی سماعت نے اسے دھوکہ دیا ہو۔اس بات کی تصدیق کرنے کے لئے وہ تیزی سے مڑی اور لاؤنج کے صوفے پر براجمان اپنی ماں اور بڑی ماں کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

"بڑی ماں آپ نے ابھی ماما کو کیا بتایا؟"

وہ گلے میں پڑا دوپٹہ ہاتھوں میں مروڑتی بے چین آنکھوں اور قدرے پر سکون لہجے میں پوچھ رہی تھی۔دل کے بے تحاشہ دھڑکنے کے شور سے پریشان وہ نڈھال سی یہ خوف لئے کھڑی تھی کہ کہیں شوریدہ دھڑکنوں کی آواز سامنے بیٹھی اس کی ماؤں تک نہ پہنچ جائے۔

"ارے ادھر آؤ بیٹا میرے پاس بیٹھو۔ تم جانتی ہو آج سے ٹھیک دو دن بعد میرا ابچا واپس آرہا ہے۔ میرا باسم اپنوں میں لوٹ رہا ہے۔"

ان کی خوشی ان کی آواز کے ساتھ ساتھ ان کی آنکھوں سے بھی واضح نظر آرہی تھی۔

"بڑی ماں میں ابھی آئی۔"

سینے میں موجود گوشت کا لوتھڑا حد سے باہر ہونے لگا تو وہ ان سے ایکسکیوز کرتی وہاں سے اٹھ کر تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"باولی۔"

اس کے یوں بھاگنے پر اسے یہ خطاب دینے والی اس کی ماں تھی۔

کمرے میں آ کر اس نے گلے میں جھولتا دوپٹہ اتار کر صوفے پر پھینکا اور خود اوندھے منہ بیڈ پر ڈھیر ہو گئی۔ آنکھیں بند کرتے ہی ذہن کے پردوں پر اس دشمن جاں کا سراپا ابھرا جس کا حجر کاٹتے چار سال گزر چکے تھے۔ وہ مسکراتی اس بے پرواہ شخص کی یادوں کے حصار میں قید تھی جب اچانک آخری ملاقات کا ایک ایک لمحہ ذہن میں تازہ ہوا۔ خوشی سے جھومتا دل پل میں لہو لہان ہوا تھا۔

"آپ آج جا رہے ہیں کیا؟"

وہ نازک سی دوشیزہ گھبرائی سی کمرے کے دروازے میں کھڑی اداسی سے محو سوال تھی۔

"ہاں جارہاہوں۔"

وہ الماری سے کپڑے نکال کر بیڈ پر پڑے سوٹ کیس میں رکھ رہا تھا۔

"اندر آجاؤ سویٹی وہاں کیوں کھڑی ہو۔"

وہ شرٹ سوٹ کیس میں رکھتا اس کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ دھیرے سے چلتی اس کے اشارے پر بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی۔

"آپ واقعی کسی کو پسند کرتے ہیں کیا؟"

انداز جھجھک لئے ہوئے تھا۔

"یس ! پسند نہیں محبت کرتا ہوں اور نہ صرف محبت کرتا ہوں بلکہ شادی بھی کرنے والا ہوں۔ میں چاہتا تھا کہ سب میری خوشی میں شریک ہوں پر میرے گھر والوں نے میری پسند کو دیکھے بغیر ہی ٹھکرا دیا۔ میں بہت محبت کرتا ہوں روزینہ سے۔ گھر والوں سے میرا خون کا رشتہ ہے جو کبھی بھی ختم نہیں ہو سکتا پر اگر میں پیچھے ہٹ گیا تو روزینہ مجھ سے بہت دور ہو جائے گی جو میرے لئے بالکل بھی قابل قبول نہیں۔"

وہ اس کے مقابل بیٹھا اس کے ہاتھ تھامے نھایت نرمی سے بات کر رہا تھا۔

وہ اس کی چھوٹی سی گڑیا تھی جس کو ہمیشہ بچوں کی طرح ٹریٹ کرتا تھا وہ جانتا تھا وہ اس سے بہت اٹیچ ہے اور اس کے دور جانے سے پریشان ہے پر وہ اس پگلی کے دل کا بدلتا حال کہاں جانتا تھا۔

"میں بھی تو آپ سے بہت مم۔۔۔ محبت کرتی ہوں۔ میں کیسے آپ کے بغیر رہوں گی۔"

وہ آج جی کڑا کر کے بول گئی تھی۔

"ہاں میں جانتا ہوں میری سویٹ مجھ سے پیار کرتی ہے پر مجھے ابھی جانا ہے۔ دعا کرو جلدی سے سب ٹھیک ہو جائے اور ہم سب ساتھ رہیں۔"

وہ اس کی بات کو معمول کی طرح ہی لے رہا تھا۔

"آ۔۔۔ آپ پلیز۔۔۔۔ آپ پلیز روزینہ سے شش۔۔۔ شادی نہ کریں پلیز۔۔۔ میں آپ کو روزینہ سے بھی زیادہ چاہتی ہوں۔ مجھ سے زیادہ کوئی آپ سے پیار نہیں کر سکتا۔ پلیز آپ مجھ سے شادی کر لیں پلیز!۔"

وہ اس کا ہاتھ اپنے سرد پڑتے کانپتے ہاتھوں میں تھام کر گڑگڑانے لگی جب کہ اس کی بات سنتا باسم جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں سے چھڑا کر بیڈ سے دور کھڑا ہوتا آنکھوں میں بے یقینی لئے اپنی چھوٹی سی محض سترہ سالہ سویٹی کو دیکھ رہا تھا۔

بے یقینی تھی کہ ختم ہونے کو ہی نہ آرہی تھی۔

"تم ہوش میں تو ہو یہ کیا بکواس کر رہی ہو ہاں؟ جانتی بھی ہو کہ کس کے سامنے کیا بکواس کر رہی ہو۔ چھوٹی بہن سمجھتا ہوں تمہیں اور تم! ابھی کے ابھی دفع ہو جاؤ یہاں سے نفرت ہو رہی ہے مجھے تمہاری اس معصوم شکل کے پیچھے چھپے کالے چہرے سے۔"

وہ تیش میں اپنا غم و غصے کی شدت سے پھٹتا ہوا سر پکڑ کر اس پر چیخا۔

"آپ ایسے بول کر میرے دل میں موجود اپنے لئے محبت ختم نہیں کر سکتے۔"

وہ بہتی آنکھوں کے ساتھ بے بسی سے بولی۔

"اگر میں عورت پر ہاتھ اٹھانا مردانگی کی توہین نہ سمجھتا تو اللّٰہ کی قسم تمہارا چہرہ ابھی تھپڑوں سے لال کر دیتا۔ آج کے بعد اپنی یہ دوگلی صورت نہ دکھانا مجھے۔ نکل جاؤ میرے کمرے سے۔"

شدت سے چلاتا وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کمرے سے نکال گیا۔ جب کہ وہ سن ہوتے دماغ کے ساتھ اپنے پیچھے دھاڑ کے ساتھ بند ہوتے دروازے کی

آواز سننے کے بعد اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی چیخوں کا گلا گھونٹتی مردہ قدموں سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

○○○○○○○○○○○○

وہ چھوٹی سی معصوم پری اس وقت خوف سے لرزتی کانپتی بیڈ کے نیچے چھپی ہوئی تھی۔اپنے ماں باپ کے چیخنے اور چلانے کی آوازوں سے بچنے کے لئے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے تھے جب کہ اپنی چیخیں روکنے کے لئے اپنے ہونٹ سختی سے بند کر کے منہ گھٹنوں پر جمار کھا تھا۔

"تم گھٹیا عورت۔۔۔میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اس قدر گھٹیا اور لالچی نکلو گی۔اپنی حوس پوری کرنے کی خاطر تم نے اس معصوم کی جان لے لی اور خود مظلوم بن کر میرے سامنے آگئی۔"

وہ کسی مرد کی آواز تھی جو غصے سے چیخ رہا تھا۔

"د د ۔۔۔ دیکھو تم غلط سمجھ رہے ہو ایسا کچھ نہیں جیسا تم کہہ رہے ہو۔ تمہیں بہت بڑی غلط فہمی ہوئی ہے کوئی۔ میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا جس کا الزام مجھ پر لگا رہے ہو تم !"

وہ عورت اس کا ہاتھ پکڑتی منت بھرے لہجے میں بولی۔

"غلط فہمی ! تم کہہ رہی ہو کہ غلط فہمی ہوئی ہے مجھے۔ شک تو پہلے ہی ہو گیا تھا مجھے تم پر پر آج میں نے خود اپنے ان کانوں سے تمہیں اپنے گھٹیا کارناموں کا اعتراف کرتے سنا ہے۔ تم اب بھی حقیقت کو جھٹلاؤ گی ہاں ! اس کا نہیں تو اس کی معصوم بچی کا ہی خیال کر لیتی جس نے ابھی تو اس دنیا میں آنکھ کھولی اور تم نے ساتھ ہی اس کے سر سے ماں کا سایہ چھین لیا۔ میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں ذلیل عورت۔ ابھی پولیس کو کال کر کے لاک اپ میں بند کرواتا ہوں

تمہیں اور ایک جان لینے اور فراڈ کے جرم میں پھانسی پر نہ بھی چڑھی تو ساری عمر جیل کاٹو گی۔"

وہ تیش کے عالم میں اسے اس کی حقیقت باور کرواتا جیب سے اپنا فون نکال کر کال ملانے لگا۔ اس سے پہلے کے وہ کال کر پاتا وہ ایک دم اس پر جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے فون چھین گئی۔

"ہاں ہاں کیے ہیں میں نے یہ جرم۔ میں نے ہی اس کی جان لی پر کیا ثبوت ہے تمھارے پاس اس بات کا۔ کوئی بھی نہیں۔ تم واحد گواہ ہو نہ پر جب تم ہی نہیں رہو گے تو کون سا ثبوت اور کہاں کا ثبوت۔ ہاہاہا۔ بائے بائے ڈیئر ہبی!"

وہ مکروہ ہنسی ہنستی ایک دم سائیڈ ٹیبل پر پڑا گلدان جھپٹ کر پکڑتی اس کے سر میں مار گئی۔ وہ بیچارہ آدمی ابھی پہلے وار سے سنبھلا بھی نہ تھا کہ اس عورت نے اس کے سر پر پے در پے کئی وار کر دیے۔ دماغ پر کاری ضربیں لگنے سے وہ آخری دفعہ اپنی پری کا چہرہ دیکھنے کی حسرت لئے موقع پر ہی دم توڑ گیا جب کہ بیڈ کے نیچے چھپا وجود اپنے سائبان کا خون میں لت پت وجود دیکھ کر خوفو حراس کی آخری حد کو چھوتا ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا۔

oooooooooo

حاشر اور نوریہ کی ملاقات یونیورسٹی میں ہوئی تھی۔ نوریہ کا تعلق ایلیٹ کلاس سے تھا۔ وہ ملک کے جانے مانے بزنس مین شیخ سکندر کی اکلوتی اولاد تھی۔ ماں کا انتقال اس کی پیدائش کے وقت ہی ہو گیا تھا۔ شیخ سکندر ایک مثالی باپ ثابت ہوا تھا جس نے ماں اور باپ دونوں بن کر نوریہ کو پالا اور اس

کی آعلیٰ تربیت کی۔ ایلیٹ کلاس سے تعلق ہونے کے باوجود نہ تو کبھی اسے ماڈرن ڈریسنگ کے نام پر بیہودہ ڈریسنگ کروائی نہ ہی کبھی سر سے حجاب اترنے دیا۔ یونیورسٹی میں داخلے کے بعد بھی نوریہ نے کسی لڑکے سے کام کے علاوہ بات نہ کی تھی پر پھر اس کی زندگی میں حاشر کی انٹری ہوئی۔ مڈل کلاس سے تعلق رکھنے والا خوش شکل حاشر جو اپنی ذہانت کے بل بوتے پر اتنی بڑی اور اچھی یونیورسٹی میں داخلہ حاصل کر پایا تھا۔ حاشر نے جب لائبریری میں بیٹھی گلابی حجاب اور سفید سوٹ میں ملبوس نوریہ کو دیکھا تو اس پر اپنا دل ہار بیٹھا۔ بلاشبہ وہ بہت حسین تھی۔ اس کے موہنے چہرے پر سب سے خوب صورت اس کی ہلکی سنہری آنکھیں تھی جن پر سایہ فگن گھنیری خم دار پلکیں انھیں مزید دلکش بناتی تھیں۔ حاشر بری طرح سے نوریہ کی خوبصورتی اور معصومیت پر فریفتہ ہو چکا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کے چکر نوریہ کے ڈیپارٹمنٹ میں بڑھنے لگے۔ ہلکی پھلکی سلام دعا اچھی خاصی باتوں میں بدلنے لگی یہاں تک کہ بات رشتے تک جا پہنچی۔ شیخ سکندر نے حاشر کے

متعلق ساری چھان بین کروائی تو یہی معلوم ہوا کہ اکلوتا ہے ماں باپ کی وفات ایک حادثے میں ہو چکی ہے شریف اور سلجھا ہوا لڑکا ہے ایک درمیانے گھر میں اکیلا رہتا ہے۔ شیخ سکندر اکلوتی لاڈلی بیٹی کے لئے اتنے معمولی رشتے پر خوش تو نہ تھا پر یہی سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ وہ اس کی بیٹی کی پسند ہے اور اس کا جو کچھ بھی ہے اس کی بیٹی کا ہی تو ہے۔ نوریہ اور حاشر کی تھی۔ شادی کے بعد دونوں اس بنگلے میں شادی بہت دھوم دھام سے ہوئی شفٹ ہو گئے جو شیخ سکندر نے نوریہ کے نام کیا تھا۔ حاشر کو تحفے میں نیو ماڈل کی گاڑی دی گئی تھی۔ شادی کے بعد دونوں ہنی مون کے لئے پیرس چلے گئے۔ یہ ہنی مون ٹرپ بھی شیخ سکندر نے سپانسر کیا تھا۔ شادی کے بعد حاشر شیخ سکندر کی ایک فیکٹری سنبھال چکا تھا۔ نوریہ کی زندگی میں بھونچال تب آیا جب ایک رات اچانک شیخ سکندر کی ہارٹ اٹیک سے موت واقع ہو گئی۔ شیخ سکندر کی وفات کے بعد سے ہی نوریہ کی زندگی بدل گئی اور وہاں سے شروع ہوئی اصل کہانی!

○○○○○○○○○○○

باسم آفریدی پاکستان کی سرزمین پر دوبارہ اپنے قدم جما چکا تھا۔ وہ صبح کی فلائٹ سے آچکا تھا اور ناشتہ سب کے ساتھ ہی کیا۔ وہ جو ہجر کی آگ میں جلتی آئی تھی اب صبح سے کمرے میں بند اس ستمگر کے ایک دید کے لئے ترس رہی تھی۔ اس کی ماں کافی دفع کمرے کا دروازہ بجا کر جا چکی تھی پر وہ سونے کا ناٹک کرتی بستر میں پڑی رہی۔ تھوڑی دیر پہلے ہی اس نے گاڑی کی آواز سنی تھی پھر ایک ملازمہ کو کمرے میں بلا کر پوچھا تو پتا چلا باسم صاحب باہر گئے ہیں۔ وہ دوپٹہ اوڑھتی باہر نکل آئی۔ وہ کچن کی طرف جا رہی تھی جب کسی بچے کے رونے کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ وہ آواز سنتی لاؤنج میں آگئی جہاں صوفے کے پاس نیچے زمین پر چھوٹی سی بچی بیٹھی رو رہی تھی۔ اسے صرف ایک سیکنڈ لگا تھا یہ جاننے میں کہ سامنے بیٹھی بچی کون تھی۔ اگلے ہی لمحے وہ بھاگتی ہوئی اس بچی تک پہنچی تھی۔

"پاپا۔۔۔پاپا۔۔۔!"

وہ بچی روتی بس ایک ہے لفظ دہراتی جارہی تھی۔

"مینو!"

وہ اس بچی کو پکارتی اسے اپنی باہوں میں تھام گئی اور اسے کندھے سے لگا کر تھپتھپانے لگی۔

اس کی باہوں کا حصار پاتے ہی وہ چپ ہوگئی۔اس کی گردن میں سر چھپا کر انگوٹھا منہ میں ڈال چکی تھی۔

بھوک لگی ہے میری گڑیا کو؟ ابھی ہم بے بی کی بھوک مٹانے کا انتظام کرتے ہیں۔" وہ اسے ساتھ لے کر کچن میں آگئی۔ اس کو توقع کے عین مطابق سامنے شلف پر ہی اس کا فیڈر رکھا تھا۔

اس نے اسے کندھے پر اٹھائے ہی فیڈر دھو کر دودھ تیار کیا پھر مینو کو شیلف پر بیٹھا کر اس کا منہ چومنے لگی۔

"میری پالی شی مینو کو بھوک لگی ہے؟"

وہ اس کے گال چومتی توتلی زبان میں پوچھنے لگی۔

"!می ہنگی"

وہ زور و شور سے سر ہلا کر بتانے لگی کہ میں ہنگری (بھوکی) ہوں۔

آآ! میرا بے بی ہنگی ہے۔ ہم ابھی دودھ پئیں گے پھر ہماری ٹمی فل ہو "جائے گی۔"

اس نے کہنے کے ساتھ اسے گدگدایا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

موول نے ایک بار پھر اس کا گال چوم کر سنک میں لگی ٹوٹی سے ہاتھ گیلا کر کے مینو کا منہ صاف کیا پھر اس کا گیلا منہ اپنے دوپٹے سے تھپتھپا کر خشک کرتی اسے لئے لاؤنج میں آ گئی۔

وہ قریبی اسٹور سے مناہل کا سامان لے کر آیا تھا۔ مناہل کافی دیر سے سو رہی تھی۔ اب اس کے اٹھنے کا وقت تھا اور اٹھتے ہی اسے دودھ پینا ہوتا تھا ورنہ آسمان سر پر اٹھا لیتی رو رو کر۔ وہ تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھ رہا تھا جب اندر

سے آتی آوازوں پر متعجب ہوتا رک گیا۔لاؤنج کے دروازے میں کھڑا وہ ساکت نظریں سامنے نظر آتے منظر پر جما گیا جہاں وہ حسین دوشیزہ اس کی گڑیا کو گود میں لئے بیٹھی تھی۔

مناہل ایک ہاتھ سے فیڈر پکڑ کر دودھ پی رہی تھی جب کہ اس کا دوسرا ہاتھ مومل کے ہاتھ میں تھا جسے وہ بار بار چوم رہی تھی۔اس کے چومنے پر اس کی گود میں پڑی مناہل فیڈر منہ سے باہر نکال کر کھلکھلانے لگتی اور پھر دوبارہ فیڈر منہ میں واپس ڈال لیتی۔

مومل کو دیکھ کر وہ چونک سا گیا تھا۔ گزرے ماہ و سال نے اس کے رنگ و روپ کو بہت نکھار دیا تھا۔یہ وہ خود سے لاپروا یہاں وہاں اڑتی پھرتی چھوٹی سی مومل تو نہیں تھی جسے وہ جاتے ہوئے چھوڑ کر گیا تھا۔یہ تو سنہری رنگ و روپ والی دلکش دوشیزہ تھی۔

اگلے پل ہوش میں آتے ہی غصہ اس کے رگ وپے میں سرائیت کر گیا۔

اگلے ہی لمحے وہ تیزی سے قدم بڑھاتا اس کی گود سے مناہل کو چھین گیا۔اس کے چھیننے پر وہ ڈرتی ایک دم اونچی آواز میں رونے لگی۔

"پاپا بیڈ۔۔۔۔پاپا بیڈ!"

وہ فیڈر زمین پر پھینکتی اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ باسم کے منہ پر مارنے لگی۔

اس کے رونے پر مومل آگے ہو کر اس کے ہاتھ سے مناہل کو لینے لگی جب وہ اس کے ہاتھ جھٹک گیا۔

"خبردار اگر ہاتھ بھی لگایا میری بیٹی کو!"

وہ غصہ ضبط کرتا دانت پیس کر بولا تھا۔

"دیکھیں پلیز مینو رو رہی ہے آپ مجھے پکڑا دیں۔"

اس نے بولتے ہوئے دوبارہ اس کا چہرہ دیکھنے کی غلطی نہیں کی تھی۔اس کی ایک جھلک دیکھتے ہی سینے میں موجود دل دھک دھک کرتا سینے سے نکلنے کو بیتاب ہوا تھا۔دھڑکتے دل کا شور کانوں میں سنائی دینے لگا تھا۔

اسے لگتا تھا کہ اتنا ہجر کاٹتے اس کا دل اس شخص کی محبت سے قطرہ قطرہ کر کے خالی ہوتا جا رہا ہے پر آج اسے یوں روبرو پا کر دل اول روز سے بھی زیادہ شور مچانے لگا تھا۔دل بار بار سرگوشی کر رہا تھا کہ ایک نظر مزید اس کے خوبرو چہرے پر ڈال لو پر وہ بار بار اپنے دل کو ڈپٹ کر چپ کروا رہی تھی۔

"یہ میری بیٹی ہے۔ مناہل نام ہے اس کا سنا تم نے۔ خبردار اگر تم نے آج کے بعد میری بیٹی کے پاس آنے کی کوشش بھی کی تو۔ میں نہیں چاہتا تم جیسی دوغلی عورت کا سایہ بھی میری بچی پر پڑے اور کل کو اس کی سوچ بھی تمہاری طرح ہو۔ دور رہنا سمجھی !"

وہ نفرت سے کہتا روتی ہوئی مناہل کو لئے وہاں سے ہٹ گیا جب کہ وہ ساکت آنکھیں زمین پر جمائے وہیں کی وہیں کھڑی رہ گئی۔

OOOOOOOO

وہ دونوں اس وقت نائٹ کلب میں بیٹھے تھے۔ کانوں کو چیرتا تیز آواز میں میوزک، اسٹیج پر لڑکوں کی باہوں میں تھرکتی نیم وعریاں لباس پہنے لڑکیاں، حرام شے نوش کرتی وہ بے حیا عوام کوئی بھی ان دونوں کی بحث میں خلل نہیں ڈال پا رہا تھا۔

"آخر کب تک تمہارا کام ہوگا؟ ہر دفعہ ہی انکار سننے کو ملتا ہے۔"

کالے رنگ کا چست لباس پہنے اپنے ہونٹوں کو لال رنگ سے رنگے وہ لڑکی برہمی سے پاس بیٹھے لڑکے سے مخاطب تھی۔

"بس تھوڑا اور انتظار بے بی۔ جہاں اتنا لمبا انتظار کیا ہے وہاں چند دیر اور سہی!"

کہنے کے ساتھ ہی وہ لڑکا جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک ڈبی نکال گیا۔ سرخ مخملی ڈبی دیکھتے لڑکی کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ یقیناً اس میں اسی کے لئے کوئی تحفہ تھا۔

"ہاتھ دو بے بی!"

وہ لڑکا ڈبی کھول کر اس میں سے انگوٹھی نکال کر دوسرا ہاتھ لڑکی کی آگے پھیلا گیا۔ لڑکے نے اس کا ہاتھ تھام کر وہ نازک سی انگوٹھی اس کے تیسری

انگلی میں پہنادی۔ لڑکی اب چمکتی ہوئی آنکھوں سے لڑکے کو اپنا ہاتھ چومتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

"تم جانتے ہو بے بی میں تم سے کتنا پیار کرتی ہوں اور تمہیں اس چڑیل کے ساتھ نہیں دیکھ سکتی۔ میرا یہ سوچ سوچ کر دم گھٹتا ہے کہ وہ تمھارے ساتھ ہر پل گزارتی ہے۔اس لئے میں چاہتی ہوں کہ تم جلد از جلد سارے معاملات نمٹالو۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی گود میں بیٹھتی اپنی باہوں کا ہار اس کی گردن میں ڈال گئی۔

"بس کچھ دیر اور بے بی پھر بس ہم دونوں ہوں گے اور ہماری پیار بھری دنیا۔"

وہ مدہوشی سے کہتا اس کے ہونٹوں پر جھک گیا جس میں وہ اس کا بھرپور ساتھ دینے لگی جب کہ یہ سارا منظر دیکھتی دو نفرت آنکھیں لال انگارہ ہوئی تھیں۔

OOOOOOOOOOO

وہ ٹانگوں کے گرد بازو لپیٹ کر بیڈ پر بیٹھی سامنے کھڑکی سے باہر لان کا منظر دیکھ رہی تھی۔ اس کی ماں اور اس کا شوہر دونوں لنچ پر گئے ہوئے تھے۔

"! میشا ! کہاں ہو یار"

وہ اونچی آواز میں اسے پکارتا اس کے کمرے کی طرف ہی آرہا تھا۔اس کی آواز سنتے ہی ارمش مسکرا دی۔اس بھری دنیا میں صرف وہی تو تھا اس کا اپنا۔پر اس نے دنیا دیکھی ہی کہاں تھی۔اس کی دنیا تو اس کے بچپن میں ہی اجڑ چکی تھی۔اب ایک ہی شخص تو تھا اس کی دنیا۔

"مجھے پہلے ہی پتا تھا یہیں چھپ کر بیٹھی ہو گی تم۔ کبھی تو اس پنجرے سے باہر نکل آیا کرو یار۔ چلو جلدی سے باہر لان میں آؤ میرے ساتھ اور دیکھو کتنا حسین موسم ہے آج۔"

وہ روانی سے بولتا اس کے کندھے کے گرد بازو پھیلا گیا۔

"نہیں بھائی سچی میرا بالکل بھی دل نہیں ہے۔ کیا میں آپ کے موبائل میں گیم کھیل سکتی ہو۔بلز والی جو پچھلی دفعہ کھیلی تھی پلیز!"

وہ کے کندھے پر سر رکھتی بولی تو وہ مسکرا کر سر ہلا گیا۔

"ہاں ضرور مل سکتی ہے پر اس شرط پر کہ تمہیں لان میں میرے ساتھ چل کر بیٹھنا ہو گا۔ تم وہاں بیٹھ کر گیم کھیل لینا اور میں تمہیں دیکھ کر موسم انجوئے کر لوں گا۔ بولو منظور ہے؟"

وہ اس کا ناک دبا کر استفسار کرنے لگا تو وہ اس کی حرکت پر کھلکھلا کر ہنستی ہاں میں سر ہلا گئی۔ جب کہ وہ گہری نظروں سے اسے دیکھتا اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ لئے کمرے سے نکل کر لان میں آ گیا۔

OOOOOOOOOOO

وہ دونوں لاؤنج میں پڑے صوفے پر بیٹھے تھے۔خاموشی ایسی تھی کہ سوئی گرنے کی آواز بھی واضح سنائی دیتی۔اس خاموشی کو توڑنے میں نوریہ نے پہل کی تھی۔

"حاشر!"

اس نے دھیرے سے پکارا پر حاشر نے کوئی جواب نہ دیا۔وہ بری طرح کسی سوچ میں غرق تھا۔

"حاشر!"

نوریہ نے اس کا بازو پکڑ کر ہلایا۔

"ہا۔۔ہاں کیا کہہ رہی تھی تم؟"

وہ ایسے بولا جیسے ایک دم کسی خواب سے جاگا ہو۔

حاشر پلیز آپ پریشان نہ ہوں۔ شاید اللّٰہ نے ہماری قسمت میں یہ نعمت نہ" لکھی ہو یا پھر ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی معجزہ کر کے ہمیں نواز دے۔ اس پاک ذات کے لئے کچھ بھی ناممکن نہیں۔ پلیز آپ ناامید ہو کر اس طرح پریشان "نہ ہوں۔ اللّٰہ پر اور اس کی رحمت پر بھروسہ رکھیں۔

وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے نرم لہجے میں میٹھے الفاظ اس کے کانوں میں اتار رہی تھی پر وہ کہیں اور ہی پہنچا ہوا تھا۔

وہ دونوں ابھی ہسپتال سے واپس آئے تھے۔ حاشر جاتے ہوئے بہت خوش تھا۔ اسے پختہ یقین تھا کہ اس کی رپورٹس سو فیصد درست آئیں گی۔ بھلا مرد میں بھی کوئی خامی ہو سکتی تھی۔ مرد تو اس حوالے سے بالکل پرفیکٹ ہوتا ہے۔ خامی تو عورتوں میں ہوتی ہے اور نوریہ کی ساری رپورٹس بالکل ٹھیک تھیں۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ ڈاکٹر علاج شروع کر دے گی اور انہیں جلد ہی خوش خبری مل جائے گی۔ پر رپورٹس ملنے کے بعد ڈاکٹر کی بتائی گئی بات نے اس کے پیروں کے نیچے سے زمین نکال دی تھی۔

وہ لیب سے رپورٹس لینے کے بعد ڈاکٹر کے کمرے میں گئے تھے۔

"دیکھ لیجئے ڈاکٹر صاحبہ میری رپورٹس بالکل کلئیر ہیں۔ آپ کنفرم کر سکتی ہیں۔"

حاشر کرسی پر بیٹھتا بہت اکڑ کر بولا تھا۔ڈاکٹر نے اسے جواب دینے کی بجائے رپورٹس کھول کر پڑھنی شروع کر دیں۔حاشر ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھا مسکرا کر نوریہ کو دیکھ رہا تھا جب ڈاکٹر کی آواز نے ان دونوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

"مجھے بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے مسٹر حاشر کے آپ لوگ اولاد کی نعمت سے فیض یاب نہیں ہو سکتے۔"

ڈاکٹر کے الفاظ پر جہاں نوریہ کا رنگ زرد پڑا تھا وہیں حاشر جھٹکے سے آگے ہو کر بیٹھا۔

"یہ۔۔۔یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں ڈاکٹر صاحبہ آپ نے خود کہا کہ نوریہ کی رپورٹس کلئیر ہیں اور اب میری بھی کلئیر ہیں پھر ہم ماں باپ کیوں نہیں بن سکتے۔"

وہ سامنے پڑے شیشے کے میز پر ہاتھ جما کر سرخ نظروں سے ڈاکٹر کو دیکھتا گویا تھا۔

ڈاکٹر نے اس کی بات پر افسوس سے سر ہلایا۔

"آپ کو کس نے کہا مسٹر حاشر کے آپ کی رپورٹس کلئیر ہیں۔؟ یہ لیں اور غور سے پڑھیں۔اس پر صاف واضح ہے کہ آپ میں باپ بننے کی صلاحیت نہیں۔آپ کبھی باپ نہیں بن سکتے۔"

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہاتھوں میں موجود رپورٹس پڑھ رہا تھا۔جب کہ نوریہ آنکھوں میں آنسو لئے خود پر ضبط کرتی بیٹھی تھی۔اس کے پاس الفاظ ختم ہو چکے تھے۔

"دیکھیں مسٹر اینڈ مسز حاشر عورت میں ٹرپل ایکس کروموسومز ہوتے ہیں اور مرد میں ڈبل ایکس اور ایک وائے کروموسوم۔ ریپروڈکشن میں عورت کے ایکس اور مرد کے وائے کروموسوم کا عمل دخل ہوتا ہے۔جب اس کروموسوم میں خرابی آجائے تو یہ پراسیس نہیں ہو پاتا اس میں خرابی آجاتی ہے۔ باز کیسز ایسے ہوتے ہیں کہ علاج سے مسلہ حل ہو جاتا ہے مگر باز کیسز لاعلاج ہوتے ہیں۔ مجھے بہت افسوس سے پھر سے کہنا پڑ رہا ہے کہ آپ بھی ان میں سے ایک ہیں۔ بیشک اس پاک ذات کے ہر فیصلے میں بہتری اور بھلائی شامل ہے۔اس کے فیصلے پر یقین کے ساتھ سر جھکا دیں سکون پائیں گے۔"

اس کے ذہن میں بار بار ڈاکٹر کی باتیں گردش کر رہی تھیں۔

نوریہ گھر آنے کے بعد باتھ روم میں بند ہو کر بے تحاشہ روئی تھی۔ کون عورت چاہتی تھی کہ اس کے ہاں اولاد نہ ہو۔ اس کی گود سونی رہے۔ اس کا آنگن خالی رہے۔ اس کا باغ سنسان رہے۔ اسے بھی اولاد کی خواہش تھی۔ وہ بھی ننھے فرشتوں کی کلکاریاں سننا چاہتی تھی۔ پر وہ رب کے فیصلے کے خلاف تو نہیں جا سکتی تھی۔ اسے صبر کر کے رب کی رضا میں راضی ہونا تھا۔ اپنے شوہر کو حوصلہ دینا تھا۔ اس کا سہارا بننا تھا۔ اس کٹھن وقت میں ان دونوں کو ایک دوسرے کی محبت اور خیال کی ضرورت تھی۔ انھیں ایک دوسرے کا سہارا بننا تھا۔ وہ منہ دھو کر باہر اس کے پاس صوفے پر بیٹھ گئی۔ کافی دیر جب وہ کچھ کا بولا تو خود ہے اسے پکار گئی۔ اسے حوصلہ دینے لگی۔ پر اس کی بات سن کر بھی اس نے کوئی جواب نہ دیا اور گاڑی کی چابی اٹھاتا باہر نکل گیا۔ جب کہ وہ بے بسی سے اس کی پشت دیکھتی آنکھوں میں اتری نمی صاف کرنے لگی۔

oooooooooooo

ماحول پر اس وقت تناؤ چھایا ہوا تھا۔ سٹیڈیم میں اس وقت ہڑبونگ مچی ہوئی تھی۔ پاکستان اور انگلینڈ کے درمیان فائنل میچ تھا آج۔ آج جس کو فتح ملتی ورلڈ کپ ٹرافی اس ٹیم کے ساتھ جاتی۔ پاکستان کھیل چکا تھا اور اب انگلینڈ بیٹنگ کر رہا تھا۔ مقابلہ انتہائی سخت تھا۔ سٹیڈیم میں جہاں پاکستانی ٹیم کے کھلاڑی بے چین تھے اور عوام پریشان چہرے لئے بیٹھی تھی وہیں انگلینڈ کی ٹیم اور عوام پر جوش سی ہوٹنگ کر رہی تھی قہقہے لگا رہی رہی۔ انگلینڈ کا منجھا ہوا بلے باز بیٹنگ کر رہا رہا اور چوکے چھکے مار رہا تھا۔ اب بھی پاکستان کا بولر نسیم آؤٹ ہوا تو پاکستانی عوام رونے والی ہو گئی۔ اب تو ہار پکی تھی۔ تین گیندوں پر چھے سکور چاہیئے تھی جو کہ انگلینڈ کے لئے بہت آسان ہدف تھا جس طرح وہ کھیل رہے تھے۔ پھر جو کھلاڑی میدان میں اترا اسے دیکھتے ہی پاکستانی عوام

میں جیسے کسی نے روح پھونک دی تھی۔ سیٹیوں اور پر جوش چیخوں کے درمیان وہ میدان میں اتر کر پوزیشن سنبھال گیا۔ بہت سے لوگ اب بھی پریشان بیٹھے تھے کیوں کے یہ گیم کا ٹرننگ پوائنٹ تھا۔ لیکن مقابل بھی ارسم آفریدی تھا۔ پاکستان کا جانا مانا اور فاسٹ بولر۔ وہ پچھلے تین میچ جیتوا چکا تھا۔ اب ہر طرف سے اس کے نام کے نعروں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

پاکستانی ٹیم کافی پریشانی اور تناؤ کا شکار تھی۔ ارسم آفریدی نے بسم اللہ پڑھی اور بھاگتے ہوئے گیند کروائی۔ بیٹ مین نے شاٹ لگائی تو بال ہوا کو چیرتی ہوئی مخالف سمت میں گئی تھی اور اگلے ہی لمحے پاکستانی کرکٹر جو کہ فیلڈنگ کر رہا تھا وہ کلا بازی کھاتے ہوئے گیند کیچ کر چکا تھا۔ سٹیڈم ایک مرتبہ پھر شور سے گونج اٹھا۔ اب دو گیندیں باقی تھیں۔ انگلینڈ کو جیتنے کے لئے چھکے کی ضرورت تھی تب ہی وہ جیت سکتے تھے۔

پاکستانی کھلاڑی میدان میں ارسم آفریدی کے گرد جما ہوتے اس کے گلے لگتے اسے مبارک اور شاباشی دے رہے تھے ساتھ اس کا حوصلہ بڑھا رہے تھے۔

بیٹ مین نے آکر اپنی پوزیشن سنبھالی تو وہ بھی گیند کروانے لگا۔ گیند ہوا کو چیرتی جا رہی تھی۔ وہاں موجود ہر انسان کی نظر گیند کے ساتھ سفر طے کر رہی تھی۔ دلوں کی دھڑکنیں بے ترتیب تھیں۔ ہر لب دعا گو تھا۔ دو پاکستانی کھلاڑی تیز ترین رفتار سے گیند کی سمت بھاگے تھے۔ گیند باؤنڈری کے پاس گرنے سے پہلے ہی ایک کھلاڑی گیند پر جھپٹا تھا۔ گیند آخر کار اس زمین کو چھونے سے پہلے ہی اس کے ہاتھ میں آچکی تھی۔ وہ گیند سمیت زمین پر جا گرا پر اگلے ہی لمحے وہ اٹھ کر خوشی سے اپنے ساتھیوں کی طرف بھاگا تھا۔ ہر طرف جیت کا شور تھا۔ سب کھلاڑی ایک دوسرے پر گرتے ایک

دوسرے کو گلے لگاتے خوشی کی انتہا پر تھے۔ غیر یقینی جیت سے پھولے نہ سما رہے تھے۔

ٹرافی لیتے وقت ان کے چہروں کی چمک اور ہونٹوں کی مسکان قبل دید تھی۔ وہاں سے فارغ ہوتے وہ سب بس میں سوار ہوئے اور بس ہوٹل کی جانب چل دی۔ ان سب کو اس وقت صرف آرام کی طلب تھی۔

وہ سب بس میں سوار ہو چکے تھے اور بس منزل کی جانب رواں دواں تھی۔

ارسم آفریدی ہونٹوں پر پرسکون مسکراہٹ سجائے آنکھیں موندے اپنے جگری یار وامق کے کندھے پر سر رکھے لیتا تھا۔ شہد رنگ آنکھیں اس وقت پلکوں کے پردے تلے چھپی ہوئی تھیں۔ کھڑی ہوئی مغرور ناک اس وقت سردی کے باعث تھوڑی سرخ ہو رہی تھی۔ عنابی ہونٹوں پر دھیمی مسکان

سجی تھی۔ کشادہ پیشانی پر کالے سلکی بال بکھرے پڑے تھے۔ چہرے پر سجی ہلکے داڑھی اور مونچھیں اس کی وجاہت میں مزید اضافہ کرتی تھیں۔

اس نے جب کرکٹ کی دنیا میں قدم رکھا تب وہ معصوم سا شرمیلا سا لڑکا تھا۔ پر گزرے چار سالوں میں اس میں بہت تبدیلی آئی تھی۔ اب وہ ایک خوبرو نوجوان میں بدل چکا تھا جس پر آدھے سے زیادہ پاکستان کی لڑکیوں کو کرش تھا۔ دوسرے ملک کے مداح بڑی تعداد میں اس کی خاطر میچ دیکھنے آتے تھے۔ اس نے اس مقام تک آنے کے لئے دن رات محنت کرکے اپنا ایک نام بنایا تھا اور آج واقعی دنیا اسے جانتی تھی۔

"ہاں تو بھائی انٹرنیشنل کرش! کس حسین دوشیزہ کے خیالات میں گم مسکرا رہے ہو؟"

ولی اس کی طرف دیکھتا شرارت سے پوچھ رہا تھا۔

میرے خیالوں پے چھائی ہے"

اک صورت متوالی سی

نازک سی, شرمیلی سی

معصوم سی، بھولی بھالی سی

رہتی ہے وہ دور کہیں

اتا پتہ معلوم نہیں

کو کو کورینہ

کو کو کورینہ

اس کے گانے کے ساتھ ہی باقی سب بھی زور و شور سے اس کا ساتھ دینے لگے۔ گانا ختم ہوتے ہی سب ایک دوسرے کی طرف دیکھتے اونچی آواز میں ہنسنے لگے۔

"لگتا ہے موصوف کے دل پر کوئی پری وش ٹھا کر کے لگ چکی ہے اور یہ اس کے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوب چکے ہیں جبھی تو الفاظ خود بخود ہونٹوں سے پھسلتے ہی چلے جا رہے تھے۔"

وصی کی بات پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"کمینو خود بھی تو میرے ساتھ مل کر سب گا رہے تھے۔اب سارا نزلہ مجھ معصوم پر پھینک دو۔ویسے بھی ابھی تک اس دل کو ایسی کوئی لگی ہی نہیں۔پر جس دن میرے خوابوں کی ملکہ حقیقت کی دنیا میں کہیں تکرا گئی نا بس اسی دن تمہارے بھائی نے اسے اپنے قلب کے زور آور شکنجے میں ہمیشہ کے لئے قید کر لینا ہے اور تا عمر اس کے گرد اپنی باہوں کا تلسمی حصار بنائے رکھنا ہے۔"

وہ خواب کی سی کیفیت میں بول رہا تھا۔

"آہاں ہمارا منڈا تو بڑی گہری باتیں کرنے لگا۔سچ سچ بتا دے ارسم اب تو مجھے تجھ پر پکا شک ہو رہا ہے۔"

ولی مشکوک نظروں سے اسے دیکھنے لگا تو اس کی شکل دیکھتے اس کی ہنسی چھوٹ گئی پر اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا اس کے موبائل پر آنے والی باسم کی کال نے اس کی توجہ اپنی طرف مبزول کرلی۔وہ پرسکون سا مسکراتا کال سننے لگا۔

○○○○○○○○

وہ گاڑی سے نکلتا دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈالتا مخصوص گلی میں داخل ہوا۔گلی میں موجود ایک کریانے کی دکان کی باہر اسے آج پھر سے وہی ہٹا کٹا

آدمی کھڑا نظر آیا۔ کالی شلوار قمیض پہنے بازو کہنیوں تک موڑ رکھے تھے۔ گلے میں کالی ہی چادر تھی جو میلی ہو رہی تھی۔ ہلکی داڑھی اور بڑی بڑی مونچھیں، لمبے بال جو پیچھے سے پونی میں مقید تھے۔ بھاری ہاتھوں میں مختلف رنگ برنگی انگوٹھیاں اور کلائی میں کافی سارے بینڈز اور ایک کالا موٹا دھاگہ باندھ رکھا تھا۔ جب کہ پیروں میں کالی ہی چپل پہن رکھی تھی۔

حاشر اس کے پاس سے گزرنے کی بجائے وہاں کھڑا اس کے حلیے کا جائزہ لے رہا تھا جب وہ آدمی ایک دم اس کے بلکل سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔

"لے اب دیکھ لے سکون سے۔ اتنی دیر سے دیدے پھاڑ کر دیکھ رہا ہے پھر بھی تیری تسلی نہیں ہو رہی نا۔ لے تیرے سامنے کھڑا ہوں اب دیکھ لے میرے کو اور حفظ کر لے کیوں کہ تیرے کو تو انعام ملنے والا ہے نہ میرے کو تاڑنے کا۔"

حاشر جو کھڑا اس آدمی کو دیکھ رہا تھا ایک دم اس کے پاس آنے اور اس کی زبان سن کر سٹپٹا گیا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو؟ میں نے اکثر تمہیں یہاں اسی جگہ فارغ کھڑے دیکھا ہے بس یہی دیکھ رہا تھا کوئی کام نہیں کرتے کیا؟"

وہ جو ذہنی پریشانی میں تھا، ایک راہ چلتے انسان کے ساتھ ہی باتوں میں لگ چکا تھا۔ سوچیں کچھ دیر ہی سہی پر پیچھا تو چھوڑ دیتیں۔

"کیوں میرے اس جگہ پر کھڑے ہونے سے تیرے کو بل آ رہا ہے کیا؟ اور راجا کسی کے باپ کا نہیں کھاتا اپنا کما کر کھاتا ہے اور تو دو منٹ میں یہاں سے

کھسک لے اس سے پہلے کہ راجا کا دماغ گرم ہو جائے۔ چھو منتر ہو جا یہاں سے۔ آیا بڑا ھنہ !"

وہ اسے دیکھ کر غصے سے کہتا ہنکار بھر گیا جب کہ حاشر اس راجا نامی عجیب و غریب بلا کو دیکھ کر رہ گیا۔

پہلے تو جواب دینے کا خیال اس کے دماغ میں آیا پھر یہ سوچ کے چپ ہو گیا کہ کھسکے ہونے دماغ کا عجیب سا بندا ہے اوپر سے اس کا حلیہ بھی عجیب ڈراؤنا سا تھا کہیں ایک آدھ جڑ ہی نہ دے غصے میں۔

وہ راجا پر ایک آخری نظر ڈالتا اپنے مطلوب گھر میں داخل ہو گیا۔

○○○○○○○○○○○

وہ ڈھیلے ڈھالے انداز میں صوفے پر نیم دراز ایک ہاتھ میں نیل فائلر پکڑے دوسرے ہاتھ کے نیلز فائل کرنے میں مشغول تھی۔ جامنی ساڑھی کے ساتھ پہنے چھوٹے سے بلاؤز سے پیٹ اور کمر کی کا آدھا حصّہ صحیح واضح ہو رہا تھا۔ کندھوں تک آتے بورھے بال لاپرواہی سے ایک شانے پر دھرے تھے۔ وہ پوری طرح اپنے کام میں مگن تھی جب ملازمہ ھانپتی ہوئی وہاں آئی۔

"بیگم صاحبہ غضب ہو گیا۔"

اس کے یوں بولنے پر جہاں آرا نے گھورتے ہوئے نیل فائلر نیچے رکھ کر اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"اب بول بھی چکو کیا غضب ہو گیا؟"

اس کے یوں تڑخ کر بولنے پر ملازمہ نے اپنے لب تر کیے۔

بیگم صاحبہ ارمش بی بی سخت بخار میں پھنک رہی ہیں۔دوائی بھی دی تھی "
"دوپہر میں پر طبعیت سمبھلنے کی بجائے مزید بگڑ گئی ہے۔

اس کی بات سن کر جہاں آرا ایک دم اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔

اور تم مجھے یہ بات اب بتا رہی ہو؟اب یہاں کھڑی میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو "
"جلدی سے چلو اس کے کمرے میں۔

اسے حکم سناتی وہ خود بھی تیزی سے ارمش کے کمرے کی طرف بڑھی۔

کمرے میں جا کر اس نے ارمش کو دیکھا جو ہوش و حواس سے بیگانہ بستر پر پڑی تھی۔

"تم جلدی سے جاؤ اور ڈرائیور کو بولو کہ گاڑی نکالے ارمش کو ہسپتال لے کر جانا ہے۔اور صائمہ کو بھی بلا لو وہ ارمش کو گاڑی تک لے جانے میں مدد کرے۔"

اس کا حکم سنتے ہی ملازمہ سر ہلاتی تیزی سے باہر کی طرف بڑھ گئی۔

"مام میشا کو کیا ہوا؟"

زین جو ابھی لاؤنج میں داخل ہوا تھا انہیں دیکھ کر فوراً پاس آیا۔

"اس کو بہت تیز بخار ہے ہسپتال لے کر جا رہی ہوں۔"

اس کی بات سن کر وہ پریشانی سے ارمش کو دیکھتا سر ہلا گیا۔

"تم بھی چلو ساتھ۔"

ان کی آواز سن کر وہ ایک دم چونک کر کچھ سوچنے لگا۔

نہیں میرے ایک دوست کے بھائی کی ڈیتھ ہو گئی ہے وہاں جانا ہے ابھی" مجھے اسلام آباد۔ بس کچھ سامان لینے ہی گھر آیا تھا۔ پیکنگ کر کے نکلتا ہوں بس۔ آپ پلیز مجھے اس کی خیریت سے آگاہ کرتی رہیے گا اور اس کا بہت سا

خیال رکھئے گا میرے آنے تک۔ وہاں پہنچ کر میں کال کروں گا میشا کی خیریت پوچھنے کے لئے۔"

وہ تیزی سے انہیں بتاتا ارمش کے ماتھے پر بوسہ دے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا پیکنگ کرنے کے لئے۔

ہسپتال پہنچتے ہی اسے ایمرجنسی میں لے جایا گیا۔ اسے ایک سوچار بخار تھا جو لاپرواہی کی وجہ سے بگڑ گیا تھا۔ ڈرپ ختم ہوئی تو وہ جہاں آرا کے اشارے پر کمرے سے باہر نکل آئی جب کہ جہاں آرا ڈاکٹر کی ہدایات سن رہی تھی۔

وہ موبائل پر انگلیاں چلاتا کوری ڈور سے گزر رہا تھا جب اچانک ہی ایک گداز وجود اس سے ٹکرایا۔ وہ مقابل وجود کے گرنے سے قبل ہے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے سہارا دے گیا۔ جب کہ وہ بھی گرنے کے خوف سے تیزی

سے اس کی جیکٹ کا کالر مٹھیوں میں جکڑ گئی۔ دونوں طرف سے ہی یہ غیر ارادی عمل تھا۔ ارسم نے چونک کر اس کے چہرے کو دیکھا جس پر حراس چھایا ہوا تھا۔ رنگت ایک دم مزید پیلی پڑ گئی تھی جب کہ گلابی ہونٹ کپکپانے لگے تھے۔ ارسم کا دل ایک پل کو بہت شدت سے دھڑکا تھا پر وہ جلد ہی خود پر اور اپنے بے قابو ہوتے دل پر قابو پا گیا۔ تھوڑا سنبھلتے ہی وہ تیزی سے اس کا کالر چھوڑ کے پیچھے ہٹ گئی مگر نقاہت کے باعث لڑکھڑا گئی۔ اس کے ایک دم سے پیچھے ہو کر لڑکھڑانے پر وہ اس کی کلائی تھام کر اسے سہارا دے گیا۔

"آر یو اوکے پریٹی گرل؟"

وہ اس چھوٹی سی لڑکی کی اڑی اڑی رنگت دیکھ کر نرمی سے استفسار کرنے لگا۔ وہ ہاں میں سے ہلاتی اپنا ہاتھ کھینچ گئی۔ سامنے سے آتی جہاں آرا کو دیکھ کر وہ آنکھوں میں خوف لئے اپنی ماں کی طرف بڑھ گئی جب کہ وہ حیران کھڑا اس

چھوٹی سی لڑکی کے بارے میں سوچ رہا تھا جو اسے دیکھ کر دوسری لڑکیوں کی طرح نہ ہی چیخی نہ ہی آٹو گراف مانگا نہ ہی سیلفی کی فرمائش۔ یہاں تک کہ ارسم نے اس کے چہرے پر کوئی اکسائیٹمنٹ نہ دیکھی نہ محسوس کی۔ ایسا ممکن نہ تھا کہ وہ اسے جانتی نہ ہو۔ آخر اتنا بڑا اسٹار بن چکا تھا وہ اور جو لوگ کرکٹ کے دیوانے نہیں بھی ہوتے وہ کرکٹرز کو جانتے اور پسند ضرور کرتے ہیں۔ عجیب لڑکی تھی! پر ہاں! ایک پل کو ہی صحیح پر وہ ارسم آفریدی کے دل کو آج پہلی بار دھڑکا ضرور گئی تھی۔

"! شیم آن یو ارسم آفریدی چھوٹی سی بچی تھی وہ"

خود کو ڈپٹتا وہ سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔

گاڑی میں مکمل خاموشی چھای ہوئی تھی۔ جہاں آرا موبائل پر مصروف تھی جب کہ ارمش آنکھیں موندے کھڑکی سے سر ٹکا کر بیٹھی تھی۔ کھڑکیوں کے شیشوں پر بلائینڈز لگا رکھے تھے۔ اچانک ٹائر پر فائر کیا گیا جس کی وجہ سے وہ پھسل گیا۔ ڈرائیور نے ایک دم بریک لگائی۔ گاڑی رکتے ہی دو نقاب پوش تیزی سے دروازہ کھولتے ان پر بندوک تان گئے۔ ایک نقاب پوش ڈرائیور کے سر پر بندوک تان کر کھڑا تھا جب کہ دو پیچھے۔ ایک نقاب پوش نے ہاتھ بڑھا کر ارمش کا بازو پکڑا اور اسے کھینچ کر باہر نکالا۔ یہ سب لمحوں کا کھیل تھا۔ انھیں سمبھلنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ نقاب پوش کے حصار میں جاتے ہی ارمش چیخنے لگی جس میں جہاں آرا کی چیخیں بھی شامل ہو چکی تھیں۔ وو نقاب پوش ارمش کو اپنی گرفت میں لے کر ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ڈرائیور اور جہاں آرا کو بندوک کے دستے سے زخمی کر کے چیختی چلاتی ارمش کو اپنے ساتھ لے گئے۔

○○○○○○○○○○

اس دن کی تلخ کلامی کے بعد مومل اور باسم کے درمیان کوئی بات بھی نہ ہوئی تھی۔ ارسم جس وقت گھر ہوتا وہ کمرے سے ہی نہ نکلتی پر مناہل سے اس کی بہت اٹیچمنٹ ہو چکی تھی۔ باسم کی غیر موجودگی میں وہ سارا وقت مومل کے پاس ہی ہوتی تھی۔ باسم اپنا بزنس پاکستان ہی شفٹ کر رہا تھا۔ اس کا ارادہ اب پاکستان میں رہنے کا ہی تھا ہمیشہ کے لئے کیوں کہ وہ مزید اپنے ماں باپ سے دور نہیں رہنا چاہتا تھا نہ ہی انھیں اپنی جدائی کا دکھ دینا چاہتا تھا۔ اس لئے آج کل وہ بزنس سیٹ کرنے میں مصروف تھا۔ اس کے گھر سے نکلتے ہی مومل مناہل کو اپنے پاس لے آتی۔

ابھی بھی وہ مناہل کو سلا کر اس کی کپڑے پریس کر رہی تھی جب دریہ وہاں آئی۔ دریہ اس کی بچپن کی دوست تھی اور کالج میں بھی دونوں ساتھ رہیں۔ باسم کے علاوہ ایک وہ ہی تو تھی اس کی رازدار!

اسے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر وہ ایک دم بھاگ کر اس کے گلے لگ گئی۔

"واٹ آ پلیزنٹ سرپرائز دری! بے وفا عورت اتنے ہفتوں کے بعد آخر کار آج تمہیں میری یاد آ ہی گئی۔!"

اس کے خفگی بھرے شکوے پر دریہ کا زوردار قہقہہ کمرے میں گونجا تو مومل گڑبڑا کر تیزی سے اس کے منہ پر اپنا ہاتھ جما گئی۔

پاگل ہو گئی ہو کیا جو یوں چڑیلوں کی طرح ہنس رہی ہو۔ تمہاری اس قدر "
" سریلی آواز سن کر ابھی مناہل اٹھ جاتی۔

وہ اس کے منہ سے ہاتھ ہٹا کر مناہل کی طرف دیکھتی فکر مندی سے بولتی جا رہی تھی جب کہ دریہ ہونق بنی اس کا چہرہ تک رہی تھی۔

موسل کی نظروں کے تعقب میں اس نے بیڈ کی جانب دیکھا تو وہاں سوئے " ہوئے اس چھوٹے سے بچے کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔

"ارے مومی ! یہ تو نے بچے چوری کرنے کب سے شروع کر دیے۔"

اس کے یوں آنکھیں پھیلا کر پوچھنے پر موسل سے اس کے کندھے پر دھپ سے تھپڑ رسید کیا جس پر دریہ آہ کر کے رہ گئی۔

فضول مت بکو بد تمیز! اتنے برے دن نہیں ابھی میرے آئے جو تمہارے "
"والے کام میں شروع کردوں۔

وہ کہتے ساتھ کمرے میں موجود صوفے کی طرف بڑھ گئی تو دریہ نے بھی اس کی تقلید کی۔

اچھا اب بتا بھی دو یہ اتنا پیارا بے بی کس کا ہے اور تمہارے پاس کیا کر رہا"
"ہے۔ایسا کیا پلا دیا بیچاری بچی کو جو یوں ٹن ہو کر سو رہی ہے دن کے وقت۔

اس کے سیریس ہو کر پوچھنے پر وہ سر جھکا کر اپنی گود میں دھرے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔

بچوں کا کوئی ٹائم ٹیبل نہیں فکس ہوتا سونے کا اور یہ ویسے بھی روز دن میں "
"! سوتی ہے اور ۔۔۔۔یہ ۔۔یہ مناہل باسم آفریدی ہے

آاس کے دھیمے لہجے میں بولے گئے جملے پر دریہ نے جھٹکے سے اس کی جانب دیکھا۔

"!کیا"

اس کی چیخ پر مومل پھر سے اس کے منہ پر ہاتھ جما گئی۔

"پاگل ہوگئی ہو کیا اٹھ جائے گی وہ تمہاری خوف ناک آواز سن کر۔"

وواسکوڈپٹ کر بولی جب کہ دریہ صدمے سے اسے دیکھ رہی تھی۔

مناہل باسم آفریدی۔۔۔.. مطلب۔۔۔ مطلب۔۔۔۔یہ۔۔۔۔۔اوایم"

"!جی ! یہ باسم بھائی کی بیٹی ہے

اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں جب کہ مومل آنکھیں گھما کر رہ گئی۔

"اتنا اوور ری ایکٹ کیوں کر رہی ہو دری تم۔ایسے جسے تمہیں تو علم ہی نہیں نا کہ ان کی ایک بیٹی بھی ہے۔"

وہ بلاوجہ ہی کمرے میں ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگی جب کہ دریہ اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔

"تم نے مجھے بتایا نہیں مومی کہ باسم بھائی پاکستان آچکے ہیں۔ چلو وہ بات چھوڑو مجھے یہ بتاؤ کہ ان کی بیٹی تمہارے پاس کیا کر رہی ہے؟"

وہ تو جیسے آج بال کی کھال اتارنے کا ارادہ کیے بیٹھی تھی۔

کیوں کہ مجھے بہت پیاری ہے یہ! میرے دل کے بہت قریب ہے۔اس" کا کیا قصور ہے جو اپنی ماں سے بچھڑ گئی وہ بھی اس عمر میں جب بچے کو سب سے زیادہ ضرورت ماں کی گود کی ہی ہوتی ہے۔میں اس سے بہت پیار کرتی ہوں دریہ! میں نہیں چاہتی کہ اس کی ذات میں کسی قسم کا کوئی خلا رہے۔ میں اسے ایک پرفیکٹ انسان دیکھنا چاہتی ہوں۔میں اس کی ماں کی جگہ نہیں لینا چاہتی کیوں کہ ماں کا نعم البدل اس پوری دنیا میں نہیں بنایا اوپر والے نے۔میں پر میں اسے اتنا پیار اور توجہ تو دے ہی سکتی ہوں نا کہ اس کے ذہن میں ہر وقت یہ خیال نہ رہے کہ اس کے سر پر ماں کا سایہ نہیں۔"

دریہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی جس کی آنکھوں میں بات کرتے وقت آنسو چمکنے لگے تھے۔

"مومل تم پاگل ہو گیا؟ جانتی بھی ہو تم کیا ارادے کیے بیٹھی ہو۔ آج یا کل کبھی نہ کبھی تمہیں شادی کر کے یہاں سے رخصت ہو جانا ہے۔ باسم بھائی کی بھی اپنی لائف ہے اور یہ ان کی اکلوتی بیٹی ہے۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ وہ آرام سکون سے اپنی بیٹی تمہاری گود میں ڈال دیں گے۔ ویٹ! کہیں تم پھر سے باسم بھائی کو حاصل۔۔۔"

"شٹ اپ دریہ!"

دریہ کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی مومل سرخ چہرہ لئے تیزی سے اس کی بات کاٹ گئی۔ اس کی دل پر یہ بات تیر کی طرح لگی تھی۔ اسے مناہل سے کوئی غرض نہ تھی نہ ہی اس کے ذہن میں ایسی کوئی گری ہوئی سوچ آئی تھی۔ مناہل سے اس کا پیار اور لگاؤ بہت خالص تھا۔ ممتا سے بھرپور! ہر غرض اور لالچ سے پاک!

"مومل تمہیں باسم بھائی سے بات کرنی چاہئے۔اب تو اکیلے ہیں وہ کیا پتا
تمہاری محبت پر ایمان لے آئیں!"

دریہ کی بات پر وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"میں تب ناسمجھ تھی دری! اسی لئے اپنے جذبات کی توہین اور اپنی ذات کی تذلیل کروا بیٹھی۔پر اب میں باشعور ہو چکی ہوں۔ محبت اب بھی بے تحاشا ہے اس ستمگر سے پر اپنی ذات کی تذلیل اور جذبات کی توہین نہیں برداشت کرسکتی اب۔پہلے ٹوٹ کر سنبھل گئی تھی پر اب اگر ٹوٹی تو بکھر جاؤں گی۔"

دریہ افسوس سے اس کی گالوں پر پھسلتے ہوئے آنسو دیکھ رہی تھی۔

جانتی ہو دری ہم جب کسی چیز یا انسان کو لے کر اوور کانفیڈنٹ ہو جاتے "
ہیں نا کہ یہ بس ہمارا ہی ہے اور ہمیں مل کر ہی رہے گا تو وہ چیز یا انسان ہم سے
چھین لیا جاتا ہے۔ محدود مدت کیلیئے یا پھر ہمیشہ کیلیئے ! میں بھی اس وقت اپنی
محبت کو لے کر بہت اوور کانفیڈنٹ تھی اور یہی اوور کانفیڈنٹ مجھے لے ڈوبا
"اور اپنی محبت سے ملنے سے پہلے ہی بچھڑ گئی میں۔

وہ کہتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی جب کہ دروازے کے باہر کھڑا اوجو دلب
بھینچے سرد آنکھیں لئے وہاں سے ہٹ گیا۔

OOOOOOOOOO

وہ سر گھٹنوں پر رکھے زمین پر بیٹھی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے غیر مرئی نقطے
کو گھور رہی تھی۔ دماغ میں صبح ہونے والی ساری باتیں گھوم رہی تھی۔

صبح وہ کچن میں کھڑی کک سے ناشتہ بنوا رہی تھی جب کہ حاشر سو رہا تھا۔ اس کے بعد حاشر سے اس کی کوئی بات نہ ہوئی تھی۔ وہ اوپر والے کے فیصلے پر صبر کر چکی تھی۔ شادی کے دوسرے ماہ سے ہی حاشر کا رویہ اس کے ساتھ بہت عجیب ہو گیا تھا پر اسے حاشر سے بہت محبت تھی۔ وہ اللہ کی رضا میں راضی ہو چکی تھی پر اندر سے پریشان بھی تھی کیوں کہ جانتی تھی کہ حاشر کو بچوں کا بہت زیادہ شوق ہے۔ اسی لئے وہ شادی کے دوسرے مہینے ہی اپنی اس خواہش کا اظہار کر چکا تھا۔ پر کچھ مہینوں سے کوشش کرنے کے باوجود بھی جب انھیں یہ خوش خبری نہ ملی تو وہ اسے ڈاکٹروں کے پاس لے جانے لگا۔ نوریہ کو یہ بلکل اچھا نہیں لگتا تھا۔ وہ کہتی تھی کہ ابھی ان کی شادی کو عرصہ ہی کتنا گزرا تھا جو وہ لوگ اس قدر پریشان ہوتے۔ پر حاشر کی ضد کے آگے وہ بے بس تھی۔ آئے روز کسی نئے ڈاکٹر کے پاس لے جاتا حالاں کہ اس کی ساری رپورٹس بھی کلئیر تھیں۔ پر جب اسے پتا چلا کہ خامی اس میں

نہیں بلکہ حاشر میں ہے تو وہ چپ کر گئی تھی۔ صبر کر بیٹھی تھی پر حاشر نے صبر نہیں کیا تھا۔

صبح ناشتہ بنوا رہی تھی جب حاشر کچن میں آیا۔

"نوریہ مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے روم میں آؤ۔"

نوریہ نے کک کو ناشتے کا مینیو بتایا اور خود حاشر کی پیچھے ہی کمرے میں چلی آئی۔

وہ جب کمرے میں پہنچی تو حاشر صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے اشارے پر وہ بھی اس کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی۔

"نوریہ مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔ پلیز میری پوری بات تحمل سے سننا اور سمجھنا۔"

وہ اس کی طرف رخ موڑ کر اس کی دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام گیا۔

نوریہ ناسمجھی سے اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔

"دیکھو نوریہ تم جانتی ہو نا کہ مجھے کس قدر خواہش ہے بچوں کی۔ جانتی ہو نا تم؟"

اس کے پوچھنے پر وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

"نوریہ میں بہت بے بس محسوس کر رہا ہوں خود کو۔ بہت زیادہ۔ میرے اندر یہ خواہش اتنی زور پکڑ چکی ہے کہ اس پر قابو پانا ممکن نہیں اب۔ اس لئے میں نے کچھ سوچا ہے۔ دیکھو نوریہ تمہاری اولاد بھی تو ہماری اولاد ہی ہو گی نا۔ تمہارے وجود کا حصّہ میرے لئے سب سے پیارا ہو گا۔ میری اولاد!

میں نے سوچا ہے نوریہ کہ تم۔۔ میرا مطلب ہم دونوں طلاق لے لیتے ہیں۔

میں تمہیں کچھ عرصے کے لئے طلاق دوں گا اور تم عدت پوری ہونے کے بعد کسی آدمی سے نکاح کرلینا۔ پھر خوش خبری ملتے ہی تم واپس ہمارے گھر آ جانا میں کسی فلیٹ میں رہ لوں گا اور بچہ ہوتے ہی تم اس سے طلاق لے لینا پھر ہم نکاح کرلیں گے۔ پھر ہم تینوں ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ بہت خوشحال زندگی گزاریں گے۔ تم میں اور ہمارا بے بی! میں کسی آدمی کا پتا کرتا ہوں جو پیسے لے کر ہمارا کام کردے۔ صرف کچھ عرصے کی ہی تو بات ہے۔"

وہ بولتا جارہا تھا جو کچھ بھی اس کے دماغ میں تھا جب کہ نوریہ حیرت اور بے یقینی سے اسے دیکھتی جارہی تھی۔ اس کی زبان گنگ ہو چکی تھی۔ یہ سامنے بیٹھا گھٹیا سوچ کا مالک شخص کون تھا؟ وہ تو اسے نہ جانتی تھی۔ یہ وہ حاشر تو نہ

تھا جس سے اس نے محبت کی تھی۔ جواب اس کا محبوب شوہر بھی تھا۔ پھر ایک دم ہوش میں آتی وہ اس سے اپنا ہاتھ چھڑوا گئی۔

میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی اس قدر گھٹیا اور بغیرت نکلو گے تم حاشر!" اپنی بیوی کا سودا کرنا چاہ رہے ہو تم! یاد رکھنا میں مرنا پسند کروں گی پر ایسا گھٹیا کام نہیں کروں گی۔

وہ چیختی اس کا کالر اپنے ہاتھوں میں جکڑ گئی۔

ایسا کرنا تو تمہیں ہر حال میں پڑے گا میری جان ورنہ پھر میرا مرا ہوا منہ "
"دیکھنے کے لئے تیار رہو۔

وہ اس کے ہاتھوں سے اپنا کالر چھڑواتا ہوا بولا۔

"مر جائیں بے شک پر میں ایسا کبھی نہیں کروں گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی حاشر نے پہلے سے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھی چھری اٹھا کر اپنی کلائی پر رکھ لی۔

"بولو میرا ساتھ دو گی یا نہیں؟"

اس کے غرانے پر وہ لب بھینچ کر نفی میں سر ہلا گئی۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا خوف کے باعث۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا چھری کا دباؤ بازو پر بڑھا گیا۔ ایک دم خون کی دھار تیزی سے فرش پر گرتی فرش رنگین کر گئی۔

"حاشر!"

وہ چیختی ہوئی اس کی طرف دوڑی جب وہ اسے فاصلے پر روک گیا۔

"ہاں یا نہ؟"

پوچھنے کے ساتھ ہی وہ چھری کا دباؤ پھر سے زیادہ کر گیا۔

"ہاں ہاں ہاں! مم۔۔۔ میں ویسا ہی کک۔۔۔ کروں گی جیسے۔۔۔ جیسے آپ کہیں گے۔ اب پلیز۔۔۔ پلیز اس کو سائیڈ پر کریں ڈاکٹر کے پاس چلیں۔ آ۔۔۔ آپ کا خون۔۔۔"

وہ اپنے دونوں ہاتھ منہ پر رکھتی بلکنے لگی۔

تھنک یو سوچ میری جان۔ میں جانتا تھا تم میری خواہش ضرور پوری کرو" گی۔ وہ اس کا ماتھا چومتا اپنی کلائی پر کپڑا رکھے ڈاکٹر کو کال کرنے لگا تاکہ پٹی کرواسکے۔ پٹی کروانے کے بعد وہ گاڑی بھگاتا گھر سے نکل گیا جب کہ وہ وہیں فرش پر بیٹھی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے غیر مرئی نقطے کو گھور رہی تھی۔

ooooooooooo

وہ چیخ چیخ کر اب تھک چکی تھی۔ آنسو بہا بہا کر آنکھیں خشک کر چکی تھی پر کوئی اس کی پکار سننے یا حالت دیکھنے والا موجود نہ تھا۔ وہ یہ سوچ سوچ کر تھک چکی تھی کہ آخر ایسا کس ظلم کس نے کیا تھا اس کے ساتھ۔ اس نے کسی کا کیا بگاڑا تھا؟ وہ تو اپنے گھر والوں کے علاوہ کسی کو جانتی تک نہ تھی۔ تو پھر اس سے کس کی دشمنی ہو سکتی تھی۔ ابھی بھی وہ زمین پر بیٹھی دونوں بازو ٹانگوں کے

گرد لپیٹے سر گھٹنوں میں دیے بیٹھی تھی جب کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ وہ ڈر کے مارے آنکھیں زور سے بند کر گئی۔ خوف سے تھرتھراتا وہ نازک سا وجود قابل رحم حالت میں تھا۔

آنے والے نے اندھیرے میں ہی سوئچ بورڈ ٹٹولتے کمرے کے ساری لائٹس آن کر دیں۔ تاریکی میں ڈوبا کمرہ روشنی میں نہا گیا۔

"کیسی ہو میری پیاری!"

شناسا آواز سنتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے اپنا سر اوپر اٹھایا اور اسے دیکھتی ہی بھاگتی ہوئی اس کی گلے جا لگی۔

شکر ہے آپ آ گئے۔ مم۔۔۔ میں بہت۔۔۔ بہت زیادہ ڈر گئی"
"! تھی۔۔۔۔۔ مجھے گھر جانا ہے پلیز۔۔۔ مجھے یہاں سے لے چلیں

وہ روتی کانپتی خوف کے سخت حصار میں تھی پر کسی بہت اپنے کو اس قدر نزدیک دیکھ کر دل ہلکا پھلکا ہو چکا تھا۔ اب اسے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

اگر گھر ہی لے کر جانا ہوتا تو یہاں کیوں لے کر آتا تمہیں میری جان! بہت"
"! مشکل سے تو میسر آئی ہو مجھے تم! آج تو جشن کا انتظام ہو گا۔ ہاہاہا

اس کی معنی خیز باتیں اور مکروہ ہنسی سنتی وہ ایک جھٹکے سے اس سے الگ ہوئی اور اس کی آنکھوں میں نظر آتی خباثت دیکھ کر ہونٹوں پر ہاتھ رکھتی بے یقینی سے نفی میں سر ہلانے لگی۔

وہ کم عمر اور نادان ضرور تھی پر خود پر اٹھنے والی نظروں کا مطلب خوب سمجھ رہی تھی۔اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ وہ بہت بڑی مصیبت میں پھنس چکی ہے۔ پر دل اتنے بڑے دھوکے کو سہنے پر آمادہ نہ تھا۔

جانتی ہو کتنا انتظار کیا ہی میں نے۔ صرف آج کے دن کے لئے۔اور" دیکھو آخر کار مجھے میرے صبر کا پھل مل ہی گیا۔اور میں جانتا ہوں یہ پھل "نہایت میٹھا اور لزیز ہو گا۔ کیوں سہی کہا نا؟

اس کی بات کے جواب میں وہ بے ساختہ ہی اپنا ہاتھ اٹھا گئی جو اس فریبی اور گھٹیا انسان کے چہرے پر اپنی چھاپ چھوڑ گیا۔

"!یوو! ہمت کیسے ہوئی تیری مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی ہاں! بول"

وہ تیش میں آتا اس کے بال مٹھی میں جکڑ گیا۔

"اب دیکھ تیرا کیا حال کرتا ہوں۔ میں نے سوچا تھا کہ نازک سی ہو تم پیار پیار سے ہی کام نکلوالوں گا پر اب سمجھ میں آیا کہ پیار والی اوقات نہیں تمہاری۔ بس دیکھتی اور سہتی جاؤ اب!"

وہ اسے بالوں سے ہی کھینچتا لے جا کر بیڈ پر دھکا دے گیا اور اس کی آہ و فریاد اور چیخ و پکار کو نظر انداز کرتا وحشیانہ انداز میں اس پر جھکتا اسے نوچتا کھسوٹتا چلا گیا۔

پھر دو دن بعد جب خود کا دل بھر گیا تو اسے اپنے آوارہ دوستوں کے آگے پھینک دیا۔ تیسرے دن جب وہ معصوم جان خود پر مزید ظلم نہ سہتی مرنے

کے قریب پہنچ گئی تو وہ اسے گاڑی میں ڈال کر ایک سنسان سڑک پر پھینک گئے۔

○○○○○○○○○○

وہ کل رات ہی گھر واپس لوٹا تھا۔ باسم کے ساتھ گپ شپ کرنے اور مناہل کے ساتھ بہت سا کھیلنے کے بعد اس نے اپنے کمرے کا رخ کیا۔ بیڈ پر گرتے جیسے ہی آنکھیں بند کیں تو ایک نازک جان کا معصوم چہرہ آنکھوں کے پردوں پر لہرا گیا۔ وہ بہت چھوٹی سی تھی۔ اس سے کم از کم سات آٹھ سال چھوٹی لگ رہی تھی دیکھنے میں پر اس کے دل کو بری طرح دھڑکا چکی تھی۔ رات اسے سوچتے سوچتے کب اس کی آنکھ لگی اسے پتا ہی نہ چل سکا۔

اب بھی وہ سب کے ساتھ ناشتہ کرنے کے بعد لاؤنج میں مومل اور مناہل کے ساتھ بیٹھا تھا پر ان کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی وہ وہاں موجود نہ تھا۔

"!السلام علیکم ایوری ون"

سلام کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے دریہ کھڑی تھی۔

"وعلیکم السلام! کسی ہو دریہ؟ بڑے لمبے عرصے کے بعد نظر آئی؟

وہ خوشگوار لہجے میں بولا تو اس کے حسین چہرے کو دیکھتی دریہ کا دل بہت زور سے دھڑکا۔ وہ کہاں جانتی تھی کہ اسے اتنا اچھا سرپرائز مل جائے گا۔ اپنے دلدار کو اتنی دیر بعد روبرو دیکھ کر سکون کی ایک لہر پورے وجود میں سرایت کر گئی۔

"ہم تو یہاں ہی ہوتے پر آپ ہی غائب رہتے ہیں۔ بھئی اتنے بڑے سٹار جو بن چکے ہیں آپ اب۔اب تو لگتا ہے کہ آپ سے ملنے کی خاطر باقاعدہ اپائنٹمنٹ لینی پڑے گی ہم غریب لوگوں کو۔"

اس کی بات پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا جب کہ دریہ اپنے بے قابو ہوتے دل کو سنبھالنے کے جتن کرنے لگی۔

"نہیں نہیں ایسا کچھ نہیں ہے تم جانتی تو ہو ابھی تو کرکٹ سے بریک ملی ہے۔ میرا ارادہ تو دوستوں کے ساتھ گھومنے پھرنے کا تھا پر اس مومل چڑیل نے کالز کر کر کے جان کھالی ہوئی تھی میری!"

وہ شرارت سے کہتا مومل کی گود میں بیٹھی مناہل کو اٹھا کر واپس اپنی جگہ بیٹھ گیا۔

"ارسم بھائی! میں چڑیل نہیں ہوں بلکہ آپ ہوں گے جن۔"

اس کے چیخنے پر ارسم اور دریہ ہنسنے لگے پر ان کی ہنسی بوکھلاہٹ میں تب بدلی جب مناہل ایک دم گلا پھاڑ کر رونے لگی۔

مومل اس کے رونے پر بے تاب ہوتی ایک دم اٹھ کر اس کی طرح بڑھی پر اگلے ہی لمحے اس لے قدم اپنی جگہ پر تھم گئے اور آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ماما۔۔۔ مینو کو ماما پاس جانا۔۔۔ ماما۔۔۔"

مناہل روتی ہوئی اپنے دونوں ہاتھ مومل کی طرف بڑھا چکی تھی جب کہ وہاں موجود تینوں نفوس ساکت ہو چکے تھے۔

سب سے پہلے ارسم اس ٹرانس سے باہر نکلا تھا۔

"پکڑ بھی لو اس کو چڑیل! رات کو تو میرے ساتھ اتنا کھیل رہی تھی اور اب دیکھو تمہیں سامنے دیکھتے ہی مجھے بھول گئی۔"

وہ اس کی بات کا اثر کم کرنے کی خاطر شرارت سے بولا۔

"آ جاؤ میری جان۔ مینو کو میلے پاش آنا تھا۔ میلے شاتھ کھیلی کرنی تھی۔"

وہ اسے گود میں لے کر گد گدی کرنی تو وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی جب کہ ارسم بہت غور سے مومل کی آنکھوں کی چمک دیکھ رہا ہا اور دریہ ارسم کو !

پھر کچھ دیر مزید ان کے ساتھ بیٹھنے کے بعد وہ وہاں سے نکل پڑا کیوں کہ اسے کچھ دوستوں سے ملنا تھا۔

دریہ بھی گھر سے کال آنے کے بعد وہاں سے چلی گئی تو مومل مناہل کو لئے کچن کی طرف بڑھ گئی کیوں کہ اسے شدید بھوک لگ رہی تھی۔

مینو بے بی آپ یہاں بیٹھ کر ایپل کھاؤ تب تک میں جلدی جلدی اپنے لئے " سینڈوچ بنالوں۔ اوکے ؟'

وہ اسے چیئر پر بیٹھا کر ایپل کاٹ کر پلیٹ میں رکھتی اس کے آگے رکھ کر پوچھنے لگی جس پر مناہل زور و شور سے سر ہلاتی اپنے سامنے والے چھوٹے چھوٹے دانتوں کی نمائش کرنے لگی۔

مومل کو اس کی پیاری سی حرکت پر اتنا پیار آیا کہ وہ ایک دم جھکتی اس کے گال چٹاچٹ چوم گئی جس پر مناہل کھلکھلا کر ہنس دی۔ وہ بھی مسکراتی اسے پیار سے دیکھنے لگی۔ یوں ہی مسکراتے اس نے جیسے ہی سر اٹھایا تو نگاہیں کچن کے دروازے کی بیچ و بیچ کھڑے باسم سے ٹکرائیں جو بلیک پینٹ کوٹ پہنے دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈالے کھڑا سرد نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

اسے دیکھتے ہی مومل کا رنگ خوف سے سپید پڑ گیا کیوں کہ وہ واشگاف الفاظ میں اسے دھمکا چکا تھا کہ وہ مناہل کے آس پاس بھی نظر نہ آئے۔

مومل نے ایک چور نظر ایپل کھاتی مناہل پر ڈال کر دوبارہ باسم کی طرف دیکھا جو کھا جانے والی نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

وہ جلدی سے اس پر سے نظریں ہٹاتی رخ موڑ کر چولہے کی طرح متوجہ ہو گئی جب کہ وہ اس کو کمر پر جھولتی لمبی چوٹی کو دیکھتا رہ گیا۔

اسے اچھے سے یاد تھا کہ مومل کو لمبے بال شروع سے ہی پسند نہ تھے بلکہ وہ تو ضد کروا کے بال چھوٹے کرواتی تھی۔ پر اسے یہ بھی یاد تھا کہ وہ ایک دفع مومل کے خوبصورت سیاہ اور گھنے بالوں کی تعریف کر گیا تھا اور ساتھ سے لمبے کرنے کی خواہش بھی!

باسم بھائی پلیز میرے ساتھ سیلون چلیں گے آپ؟ ارسم بھائی نے جانا تھا"
"پر وہ تو کرکٹ کھیلنے چلے گئے۔ آپ پلیز چلیں میرے ساتھ۔

وہ باسم کے پاس صوفے پر بیٹھتی ہوئی بولی جہاں وہ لیپ ٹاپ سامنے کھولے کام کرنے میں مصروف تھا .

اس کی آواز سنتے ہی وہ لیپ ٹاپ بند کرتا پوری طرح سے اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ بھلا ایسا ممکن تھا کہ وہ اپنی گڑیا کو نظر انداز کرتا۔

"کیوں بھئی میری چھوٹی سی گڑیا کو سیلون کس لئے جانا ہے۔"

وہ شرارت سے اس کا ناک دباتا ہوا بولا۔

"مجھے ہیئر کٹ لینا ہے۔ یہ دیکھیں کتنے لمبے ہو گئے ہیں۔"

وہ ایک دم جوڑے میں بندھے بال کیچر کی گرفت سے آزاد کر گئی تو لمبے سیاہ گھنے بال لہراتے ہوئے اس کے کندھے اور کمر پر پھیل گئے۔

باسم کے منہ سے بے اختیار ماشاء اللہ نکلا تھا۔

اتنے حسین بال ہیں تمہارے۔کیوں بگاڑنے پر تلی ہو۔کوئی ہیئر کٹ نہیں لینا چلو بھاگو یہاں سے شاباش اور یہ خیال بھی دماغ سے نکال دو۔"

اس کا کورا جواب سن کر موMل کا منہ بن گیا۔

"پلیز باسم بھائی ہم سب فرینڈز نے سیم ہیئر کٹ ڈیسائیڈ کیا ہے۔اچھا پلیز اب مان جائیں نا۔"

اس کی منت پر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"جلدی سے ریڈی ہو کر آ جاؤ دو منٹ میں۔ میں گاڑی میں ویٹ کر رہا ہوں۔ اور یاد رکھو یہ آخری دفع ہے بس! مجھے تمہارے لمبے بال پسند ہیں۔ آ جاؤ جلدی اب۔"

وہ اس کے بال بگاڑ کا گاڑی کی چابی اٹھاتا باہر کی طرف بڑھ گیا جب کہ مومل خوشی سے چیختی اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی تا کہ اپنا حلیہ درست کر سکے۔

اس سے پہلے کہ باسم مزید سوچوں میں گم رہتا مناہل کی چیخ اسے ہوش میں لے آئی۔ اس نے مناہل کے چیخ کر رونے پر اس کی نظروں کے تعقب میں مومل کی طرف دیکھا تو اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

وہ پین چولہے سے اتار کر شیلف پر رکھے نہ جانے کس سوچ میں گم تھی جب کہ اس کے دوپٹے کا ایک پلو آگ پکڑ چکا تھا جو کہ تیزی سے اوپر تک پھیل رہی تھی پر وہ اس سب سے انجان اپنی ہی دنیا میں کھوئی ہوئی تھی۔ وہ تیزی سے بھاگتا ایک ہی جست میں مومل کو اپنی طرف کھینچتا دوسرے ہاتھ سے اس کا دوپٹہ اس سے الگ کر کے زمین پر کچھ فاصلے پر پھینک گیا۔

جب کہ مومل جو باسم کے غصے سے گھبراتی آلتو جلال تو کا ورد کر رہی تھی مناہل کی چیخ سنتی رخ موڑنے لگی پر اس سے پہلے ہی وہ اسے کھینچ کر اپنے ساتھ لگا چکا تھا۔ آگ لگے دوپٹے کو دیکھتی اور مناہل کو روتے دیکھتی بری طرح خوف زدہ ہو چکی تھی۔ باسم اس کا خوف سے تھر تھراتا وجود اپنے ساتھ لگائے ہی مناہل کی طرف بڑھا جو روتی ہوئی اس کی طرف ہاتھ بڑھا رہی تھی۔

باسم اسے اٹھاتا اپنے کندھے سے لگا گیا۔

اب اس کے ایک کندھے سے مناہل لگی تھی جب کہ دوسری طرف مومل خوف کے زیر حصار اس کے دوسرے کندھے سے لگی اس کا کوٹ مٹھیوں میں دبوچے کھڑی تھی۔
مناہل کا رونا بند ہو چکا تھا اور وہ باسم کی گردن میں منہ چھپا کر اپنی طرف سے چھپی ہوئی تھی۔

خوف زائل ہوتے مومل اپنی پوزیشن کا احساس کرتی تیزی سے باسم سے دور ہوئی پر اتنی ہی تیزی سے وہ اس کی کمر میں بازو ڈال کر اسے دوبارہ اپنی طرف کھینچ گیا۔اس کے مضبوط ہاتھ کی سخت گرفت اپنی کمر پر محسوس کرتی وہ سسک کر رہ گئی۔

"کیا کر رہی تھی تم بیوقوف لڑکی! مرنے کا زیادہ ہی شوق ہے تمہیں کیا؟ اگر میں نہ یہاں ہوتا تو ابھی جل کر مر جاتی۔اور تمہیں کس پاگل نے کہا ہے یہ اتنا لمبا تھان (دوپٹہ) لے کر چولہے کے آگے کھڑی ہو جاؤ۔اتار کر سائیڈ پر نہیں رکھ سکتی تھی کیا۔اب یہ رونا کس بات کا ہے؟زندہ سلامت بچ گئی ہو اس بات کا سوگ منا رہی ہو کیا؟"

وہ غصے سے فکر میں اس پر برس رہا تھا جب کہ مومل کی آنکھیں اس کے سرد رویے اور سخت باتوں پر برس رہی تھیں۔ محبوب کے سخت الفاظ اور بے اعتنائی کس طرح جان کو عذاب میں ڈالتی تھی یہ مومل سے بڑھ کر کون جانتا تھا!

"دیکھو لڑکی اگر تم دو منٹ کے اندر اندر چپ نہ۔۔۔"

بابا!"اس کے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتا مناہل کی غصے بھری پکار پر"
حیرت سے اپنے کندھے سے لگی اس چھوٹی سی آفت کو دیکھنے لگا۔

"!یو شاؤٹ"

وہ غصے سے چھوٹے سے ناک کے نتھنے پھلائے مومل کی طرف اشارہ کر کے
اپنے باپ سے پوچھ رہی تھی کہ وہ مومل پر چلا کیوں رہا ہے۔

غصے سے باسم کو دیکھتی وہ دونوں ہاتھ مومل کی طرف بڑھا چکی تھی۔ مومل
خود کو باسم کی گرفت سے آزاد کرواتی مناہل کی جھپٹتے تیزی سے کچن سے
نکل گئی جب کہ باسم ہونق بناوہیں کھڑا یہ سوچ رہا تھا کہ اس کی انسلٹ ہی
نہیں ہو گئی؟

"آخر یہ سب کیا تھا؟"

وہ بے یقینی سے بڑبڑا کر کچن کے دروازے کی طرف دیکھنے لگا جہاں سے ابھی وہ دونوں بلائیں ابھی گئی تھیں۔

OOOOOOOOOO

حاشر آج پھر اسی مخصوص گلی میں داخل ہوا اور حسب معمول اسے وہی راجہ نامی بلا اپنے جیسے چند آوارہ آدمیوں کے ساتھ کھڑی نظر آئی۔ اس سے پہلے کہ وہ راجہ کے قریب سے گزر کر آگے جاتا یک لخت اس کے دماغ میں ایک کوندا لپکا۔

اپنے دماغ میں آنے والے خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وہ جلدی سے راجہ کی طرف لپکا۔

راجہ جو سگریٹ پیتا ایک آدمی سے بات کرنے میں مصروف تھا اس نے حاشر کو اپنے پاس رکتے دیکھ کر ابرو اچکا کر اس کی طرف دیکھا۔

اس کی سرد نظروں کو محسوس کرتے حاشر سے اپنا حلق تر کیا۔

راجہ کیا تم سائیڈ پر آکر صرف دو منٹ کے لئے میری بات سن سکتے " ہو؟"۔

حاشر کی بات پر راجہ کے ماتھے پر سلوٹیں پڑ چکی تھیں۔

"کیوں بے؟ راجہ تیرا یا تیرے باپ دادا کا نوکر ہے کیا۔ جو تو راجہ کو ایسے حکم سنائے گا اور راجہ اور راجہ تیری بات مانتا تیری جی حضوری کرے گا۔ راجہ ہوں میں راجہ! جو اپنے علاوہ کسی کی نہیں سنتا۔ اپنے باپ کی بھی نہیں۔ سمجھا؟"

اس کے بپھرنے پر حاشر گڑبڑا گیا اور اس کے پوچھنے پر تیزی سے ہاں میں سر ہلا گیا۔

"د د۔۔۔ دیکھو راجہ میری۔۔۔ میری بات سنو۔ میں تم سے ایک سودا کرنا چاہتا ہوں۔ تمہارے فائدے کی بات ہے۔ اگر تمھیں منظور ہوا تو ٹھیک ورنہ تم اپنے راستے اور میں اپنے۔ پر یقین کرو تمھیں بہت فائدہ حاصل ہو گا۔"

وہ جیسے راجہ کی منت کر رہا تھا۔

اس کی بات پر راجہ نے جانچتی نظروں سے اسے سر سے پیر تک دیکھا۔

ویسے تو راجہ کسی کی باپ کی بھی نہیں سنتا پر اگر فائدے والی بات ہو تو راجہ "
"پیچھے بھی نہیں ہٹتا۔

اس نے رعب سے کہتے پاس کھڑے آدمیوں کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا۔

"ہاں بول اب۔ کیا کام ہے اور اس میں میرا کیا فائدہ ہے۔"

راجہ کے سوال پر حاشر گلی میں یہاں وہاں دیکھتا تھوڑا محتاط ہو کر راجہ کے کچھ
قریب ہوا۔
دیکھو راجہ پہلے میری پوری بات غور سے سننا اور سمجھنا۔"

"ایک جوان لڑکی ہے شادی شدہ ہے پر اس کا شوہر بچے پیدا نہیں کر سکتا۔ اس لڑکی کو بچوں کی شدید خواہش ہے جب کہ وہ اپنے شوہر سے بہت محبت بھی کرتی ہے۔ اب اولاد حاصل کرنے کے لئے وہ چاہتی ہے کہ وہ اپنے شوہر سے طلاق لے کر کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لے اور جیسے ہی اولاد کی خوش خبری ملے وہ دوسرے شوہر سے علیحدگی اختیار کر لے۔ بچا پیدا ہونے کے بعد طلاق لے کر اپنے پہلے شوہر سے نکاح کر لے واپس۔ اس سب کے لئے اسے ایک قابل بھروسہ مرد کی ضرورت ہے جو اس کی یہ خواہش پوری کر سکے۔"

اس کے کچھ اور بولنے سے پہلے راجہ ہاتھ اٹھا کر اسے روک گیا جسے دیکھتا حاشر اسی وقت اپنا منہ بند کر چکا تھا۔

"تو یہ ساری رام لیلا مجھے کیوں سنا رہا ہے؟"

"کیوں کہ میں چاہتا ہوں کہ تم یہ کام کرو۔ مخصوص مدت کے لئے اس لڑکی کا شوہر بن کر۔ اس کام کے لئے تمہیں منہ مانگا معاوضہ دیا جائے گا۔

"راجہ نے آج تک ایسا کام نہیں کیا نہ ہی راجہ کرے گا۔

اس کے دوٹوک جواب پر حاشر کو پریشانی نے گھیر لیا۔ کیوں کہ اتنی جلدی وہ کسی ایسے آدمی کا انتظام نہیں کر سکتا تھا جب کہ وہ یہ کم جلد از جلد کرنا چاہتا تھا۔

"تب بھی نہیں اگر وہ لڑکی بلا کی خوب صورت ہو۔ جسے دیکھ کر تمہارا ایمان ڈگمگا جائے۔"

حاشر کہتا ساتھ ہی جیب سے موبائل نکال کر نوریہ کی تصویر اس کے سامنے

"کر گیا۔

راجہ آنکھیں پھاڑے سامنے موبائل کی سکرین پر نظر آتی اس پری وش کی تصویر دیکھ رہا تھا۔

چاند جیسے حسین چہرے پر قاتل سنہری آنکھیں جن کی کشش تصویر سے ہی اسے اپنی جناب کھینچ رہی تھی۔کمان سی ناک پہ چھایا ہلکا گلابی پن بہت دلکش دکھائی دے رہا تھا۔گلاب سے نازک گلابی پنکھڑیوں سے ہونٹ حسین مسکراہٹ میں ڈھلے اس کی آنکھوں کی چمک بڑھا رہے تھے۔کالی زلفیں چہرے کے دونوں اطراف میں بکھری اسکی موہنی صورت کو گھیرے ہوئی تھیں۔وہ مجسم حسن تھی۔

"راجہ کو تیری ڈیل منظور ہے۔"

حاشر کو اس کی آنکھوں کی چمک سے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ سڑک چھاپ گنڈا بری طرح سے نوریہ پر فدا ہو چکا ہے۔

"ٹھیک ہے تم مجھے اپنا نمبر دے دو میں جلد سے معملہ نمٹا کر تم سے رابطہ کروں گا اور بتادوں گا نکاح کس دن کرنا ہے۔"

وہ راجہ سے اس کا نمبر لیتا واپسی کے لئے مڑنے لگا جب پیچھے سے آتی آواز نے پل بھر کے لئے اس کے قدم روک لئے۔

"تیری کیا لگتی ہے یہ؟"

بالاخر راجہ کو یہ سوال پوچھنے کا خیال آ ہی چکا تھا۔

"!بیوی"

یک لفظی جواب دیتا وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

○○○○○○○○○○

وہ دلہن بن کر پور پور سجی آئینے میں نظر آتے اپنے عکس پر نظریں جما کر بیٹھی تھی۔ سنہری رنگ کا زرتار جوڑا پہنے جب وہ مکمل سجنے سنورنے کے بعد اپنا عکس دیکھ رہی تھی تو ایک پل خود کو دیکھ کر دنگ رہ گئی تھی۔ اس پر اس قدر روپ تو حاشر سے شادی کے وقت بھی نہ آیا تھا۔ حاشر کے ساتھ شادی کے نوریہ نے اپنی مرضی سے اپنا عروسی جوڑا خریدا تھا کیوں کہ وہ اپنی مرضی کا قیمتی جوڑا لینا چاہتی تھی پر جانتی تھی کہ حاشر افورڈ نہیں کر سکتا۔ پر اب اس کا

یہ جوڑا اس کے ہونے والے شوہر نے بھیجا تھا کہ وہ یہی پہن کر اس کے لئے سجے۔

اس کی طلاق کی عدت تین دن پہلے ہی ختم ہوئی تھی۔ پورا مہینہ تو اس نے روتے ہی گزارا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ حاشر کو اس قدر جلدی تھی کہ وہ اسے کھڑے کھڑے ہے طلاق کے تین لفظ بول دے گا۔ پر حاشر ایسا کر چکا تھا۔ طلاق ملنے کے چند گھنٹے بعد ہوش میں آتی وہ اسے وہاں سے جانے کا بول چکی تھی کیوں کہ اس کا نوریہ پر کوئی حق نہ رہا تھا۔ اس سارے عرصے میں وہ کبھی کبھار کال کر کے نوریہ کی خیریت معلوم کر لیا کرتا تھا اور نوریہ بھی بغیر کوئی دوسری بات کیے کال کاٹ دیتی۔

تین دن پہلے ہی عدت پوری ہونے پر حاشر اس کا جوڑا اور دیگر سجاوٹی سامان لے کر آیا تھا جو اس کے ہونے والے شوہر نے بھجوایا تھا۔ نکاح کے لئے جمعہ کا دن رکھا گیا تھا۔ جوڑا اور زیورات کافی بیش قیمت تھے۔ انہیں دیکھ کر حشر

ایک دفع ٹھٹھک گیا تھا۔ بھلا گلی کا عام سا موالی اتنا پیسا کہاں سے خرچ کر سکتا تھا پر راجہ کے جواب پر حاشر کو بے تحاشہ ہنسی آئی جب اس نے بتایا کہ وہ کئی سالوں سے روپے جما کر رہا تھا تا کہ اپنی بیوی کے لئے شاندار جوڑا خرید سکے اور یہ زیور اس نے اپنے کسی دوست سے ادھار لئے تھے۔

نور یہ سارا سامان دیکھتے ہی انکار کر چکی تھی۔ اسے سجنے کی کوئی تمنا نہیں تھی۔ وہ بس سادگی سے نکاح کرنا چاہ رہی تھی پر اسے حاشر کی ضد کے آگے ہار ماننی پڑی۔

حاشر کو آج کے دن خوش و خرم دیکھ کر اس کا دل جل رہا تھا۔ کیا اسے ذرا سا بھی فرق نہیں پڑ رہا تھا اس بات سے کہ اس کی محبت کسی اور کی ملکیت میں جانے والی ہے۔ اس کے شب و روز کسی اور کے حصار میں گزریں گے۔ پر وہ تو اولاد پانے کی خوشی میں ہر چیز اور سوچ سے بے پرواہ ہو چکا تھا۔

اور پھر کچھ ہی دیر میں وہ کسی اور کی ملکیت بن چکی تھی۔ وہ سن ہوتے دماغ کے ساتھ یہ سب ہوتا دیکھ رہی تھی۔ یہ سب اس کی سوچ سے بھی زیادہ مشکل نظر آرہا تھا اب۔

نکاح ہوتے ہی وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چل دی تھی۔

کمرے میں آتے ہی کب سے رکے آنسو گالوں پر پھسلنے لگے تھے۔ اسے ماں باپ کی یاد بہت شدت سے آئی تھی۔ اسے کمرے میں آئے کچھ دیر ہی ہوئی تھی جب حاشر کمرے میں داخل ہوا۔ وہ اسے دیکھتی آنسو پونچھ کر رخ موڑ گئی۔

نوریہ! ریڈی ہو جاؤ میں کسی ملازمہ کو بھیج رہا ہوں وہ تمہارا سامان پیک کر "دیتی ہے۔ تم راجہ کے ساتھ اس کے گھر جا رہی ہو۔"

اس کی بات سن کر وہ جھٹکے سے مڑی تھی۔

"کیوں میں کیوں اس کے ساتھ جاؤں؟ یہ میرا گھر ہے اور میں یہاں سے کہیں بھی نہیں جاؤں گی۔ ہمارے درمیان یہ بات پہلے ہی طے ہو چکی ہے کہ میں اسی گھر میں رہوں گی۔ پلیز حاشر مجھے کہیں نہیں جانا۔"

تیز لہجے میں کہتی وہ آخر میں بے بس ہو گئی تھی۔

"راجہ کی ضد ہے کہ تم اس کے ساتھ اس کے گھر میں جاؤ گی۔ کچھ مہینوں کی بات ہے نور یہ بس۔ اب مزید نخرے مت کرو۔ چادر اوڑھ لو میں ملازمہ کو بھیج رہا ہوں۔"

اپنی سناتا وہ کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

کچھ دیر بعد وہ چہرہ گھونگٹ سے چھپاتی لاؤنج میں آگئی جہاں اب صرف حاشر اور اس کا شوہر موجود تھے۔

اس کے وہاں آتے ہی وہ آگے بڑھتا اس کی کلائی تھام گیا جب کہ اپنی کلائی سخت گرفت میں محسوس کرتی نوریہ لرز اٹھی۔راجہ ایک لفظ بھی مزید بولے بغیر اسے اپنے ساتھ گھسیٹتا وہاں سے نکلتا چلا گیا یہاں تک کہ حاشر پر ایک نظر ڈالنا بھی گوارہ نہ کیا جب کہ حاشر ایک مرتبہ اس کی حرکت پر خول کر رہ گیا۔

"سالے کو اتنی حسین لڑکی ملی ہے وہ بھی کچھ دن کے لئے ایک اس لئے ایک پل بھی ضائع کرنا نہیں چاہ رہا۔"

کمینی ہنسی ھنستا وہ کمرے کا رخ کر گیا۔

○○○○○○○○

وہ اسے لیتے باہر آیا تو ٹیکسی سامنے ہی کھڑی تھی جس میں بیٹھ کر انہیں راجہ کے گھر جانا تھا۔ گاڑی کے پاس پہنچنے کے بعد راجہ نے بیک سیٹ کر دروازہ کھول کر اس کو سہارا دے کر اندر بٹھایا اور پھر دوسری طرف سے آکر خود بھی بیٹھ گیا۔

راجہ ابھی تک اس کا چہرہ نہیں دیکھ پایا تھا پر گھونگھٹ کے باوجود اس کا مومی سراپا اس قدر دلکش لگ رہا تھا کہ راجہ کو خود پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔
آدھے گھنٹے کی مسافت کے بعد ٹیکسی رکی۔ نوریہ چونک کر ہوش کی دنیا میں لوٹی جب وہ گاڑی سے اتر کر اس کی سائیڈ پر آکر دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ اس نے قدم باہر رکھنا چاہا تو ایک سفید مضبوط ہاتھ اس کے آگے آگیا۔ وہ اس کے

لئے ہاتھ بڑھا کر کھڑا تھا۔ نوریہ نے کچھ جھجکتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا جسے وہ مضبوطی سے تھام کر اس کی گاڑی سے نکلنے میں مدد کرنے لگا۔

ہیلز کی وجہ سے ٹوٹی پھوٹی سڑک پر چلنا اس کے لئے بہت مشکل ہو رہا تھا۔ اس کا پاؤں مڑا پر اس سے پہلے کہ وہ گرتی راجہ اسے کمر سے تھام گیا۔

"بس ایک منٹ یہاں رکو یہاں سے ہلنا مت۔ "

اپنی بھاری آواز میں اسے حکم سناتا وہ تیز تیز قدم اٹھاتا گلی میں آگے بڑھتا گیا۔ تیسرے نمبر پر موجود گھر کے سامنے رک کر باہر لگے تالے میں چابی گھماتا تالا کھول کر چابی واپس جیب میں رکھتا اس کی طرف واپس آیا اور قریب آتے ہی اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا گیا۔ وہ اس کے اچانک اقدام میں شاک رہ گئی۔

آس پاس نظر ڈالتے اسے اتنا اندازہ تو ہو چکا تھا کہ وہ کسی محلے میں لے کر آیا تھا اسے اور اب اس کی اچانک حرکت سے وہ بے یقین تھی کہ وہ ایسی حرکت کر سکتا ہے وہ بھی اتنے لوگوں کے سامنے جو گھروں کے کھلے دروازوں سے جھانک کر انہیں ہی دیکھ رہے تھے۔ جالی دار گھونگھٹ کے باعث وہ سب کچھ دیکھ پا رہی تھی۔ اس کے اٹھانے پر وہ زور سے آنکھیں میچتی گرنے کے خوف سے اس کی قمیض کا کالر دونوں مٹھیوں میں جکڑ گئی۔ گھر کے اندر داخل ہو کر وہ پاؤں کی مدد سے پیچھے دروازہ بند کر گیا اور اسے لئے سیدھا بیڈ روم میں چلا آیا۔ بیڈ روم میں داخل ہوتے ہی نوریہ کے ناک سے گلاب کے پھولوں کی گہری خوشبو ٹکرائی تھی۔ وہ بیڈ کے قریب پہنچ کر اسے نرمی سے بیڈ پر بیٹھا کر اس کے گرد لپٹی چادر ہٹا کر سائیڈ پر رکھ گیا۔

نوریہ کا دل آنے والے لمحات کے خوف سے دھڑکنے لگا۔ ہتھیلیاں پسینے سے نم ہو گئیں۔ وہ بیڈ سے اٹھ کر واپس دروازے تک گیا اور لاک لگا کر واپس بیڈ پر آ کر بیٹھ گیا۔

" !السلام علیکم"

اس کے سلام لینے پر وہ پھر سے چونک گئی۔ حاشر نے تو ایسا کچھ بھی نہیں کیا تھا۔

"!سلام کا جواب دیا جاتا ہے جناب"

وہ شوخ لہجے میں بولا تو وہ شرمندہ ہو کر رہ گئی۔

"!وعلیکم السلام"

دھیمے لہجے میں جواب دیتی وہ راجہ کو مزید پیاری لگی تھی۔

"یہ پردہ کب تک اس پریمی کی آنکھوں کو دید سے محروم رکھے گا؟ کیا اس نا چیز کو اجازت ہے کہ وہ یہ پردہ سرکا سکے۔"

اس کی آواز بہت خوبصورت تھی۔ بھاری مردانہ آواز! جب کہ حاشر کی آواز اس کی نسبت باریک تھی۔

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ شادی تو ہو ہی گئی تھی۔ اسے یہ سب تو برداشت کرنا ہی تھا نا۔

راجہ نے اس کا گھونگھٹ اٹھایا تو وہ نظریں جھکا گئی۔

اور راجہ! وہ تو اسے دیکھ کر مبہوت ہو چکا تھا۔

اس کے نام کا سنہری زرتار جوڑا، مانگ میں جما ٹیکا، بھاری آویزے جو اس کے گالوں کو چھوتے دلکش لگ رہے تھے اور گلے میں پہنا سچے موتیوں کا ہار پہنے، ہلکا پھلکا میک اپ کیے وہ انتہائی دلکش لگ رہی تھی۔

گالوں پر چھائی سرخی غضب ناک تھی جب کہ ہونٹوں پر سجی لالی راجہ کے اندر تشنگی مزید بڑھا گئی۔

اس کو وہ دنیا کی دلکش ترین دلہن لگ رہی تھی۔ کوئی اس قدر خوبصورت کس طرح لگ سکتا تھا! اتنا مکمل!

وہ اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر اسے اپنی طرف کھینچ گیا۔ اس کی اچانک حرکت پر وہ لرز اٹھی۔

اور تب نوریہ نے نظر اٹھا کر پہلی دفعہ اسے دیکھا تھا۔

تیکھی ناک، عنابی لب جنھیں دیکھ کر صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ کثرت سے سگریٹ پیتا ہے، بادامی بھوری آنکھیں جو مسکرانے پر چھوٹی پڑ رہی تھیں، گھنی داڑھی مونچھیں اور لمبے بال پیچھے پونی میں بندھے تھے۔ گلے میں لوکٹس اور ہاتھ میں مختلف بینڈز پہن رکھے تھے۔ سفید شرٹ کے ساتھ کالی پینٹ اور کالی ہی ویسٹ کوٹ جو شاید آج کے خاص موقع کے لئے ہی خاص طور پر زیب تن کی گئی تھی ورنہ عام حالات میں اس کا حلیہ یکسر مختلف ہوتا تھا۔

اس کی بھاری جسامت سے نوریہ اسے کوئی باڈی بلڈر ہی سمجھ رہی تھی۔

اس کے اونچے لمبے اور خوف ناک سراپے کو دیکھ کر نوریہ خوفزدہ ہو چکی تھی۔

! کہاں وہ نرم و نازک سی لڑکی اور کہاں وہ مونسٹر

اس کی شخصیت کافی رعب دار تھی۔

" ! ڈر کیوں رہی ہے میری رانی"

وہ اس کی ٹھوڑی تھام کر نہایت نرمی سے پوچھ رہا تھا۔

"! ڈ۔۔۔ڈر لگ رہا ہے"

اس کی کانپتی ہوئی آواز پر وہ زیر لب مسکرا دیا۔

"راجہ کے ہوتے اس کی رانی کس سے ڈر رہی ہے؟"

وہ اسے مزید قریب کرتا اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کر گیا۔

"آ۔۔۔آپ سے۔"

وہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھتی فاصلہ قائم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

"یہ تو بڑا گھمبیر مسلہ ہے پھر تو۔ کس طرح ختم کیا جائے اس ڈر کو۔"

وہ اسے ساتھ لیتا پیچھے کی جانب نیم دراز ہو گیا۔

"دد۔۔۔دور ہٹ کر۔"

اس کی بات پر وہ بھرپور قہقہہ لگا گیا۔

"یہ بات تو نہیں مان سکتا راجہ اپنی رانی کی۔راجہ رانی سے عارضی دوری بھی برداشت نہیں کر سکتا ہاں اگر راجہ کی جان چاہئے تو بولو!"

اس کی باتوں پر نوریہ ہونق بن کر اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔اس کا تعلق عارضی تھا یہ بات دونوں ہی جانتے تھے پھر راجہ ایسی باتیں کیوں کر رہا تھا۔شاید ان فسوں خیز لمحوں کے زیر اثر!

"مم۔۔۔مجھے چچ۔۔۔چینج کرنا ہے!"

وہ خود کو اس کی گرفت سے چھڑوانے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی پر وہ ٹس سے مس بھی نہ ہو رہا تھا بلکہ بہت دلچسپی سے اس کے چہرے کے بدلتے رنگوں کو دیکھ رہا تھا۔

"اے یار!"

ایک دم سے کچھ یاد آنے پر وہ سر پر ہاتھ مارتا اٹھ بیٹھا۔اس کی گرفت ڈھیلی پڑتے ہی نوریہ جھٹ سے اس سے الگ ہوئی۔

وہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کے دراز سے ایک ڈبی نکال کر واپس اس کے قریب بیٹھ گیا۔
ڈبی کھول کر اس میں موجود سونے کی ایک بھاری انگوٹھی نکالی۔

ہاتھ دے اپنا میری رانی!"۔

اس کے ہاتھ پھیلانے پر نوریہ جھجھکتے ہوئے اپنا کومل ہاتھ اس کی مضبوط ہتھیلی پر رکھ گئی جسے تھام کر وہ اس کے ہاتھ کی تیسری انگلی میں وہ انگوٹھی پہنا گیا۔

نوریہ بہت غور سے اس انگوٹھی کو دیکھنے لگی۔ وہ پرانی تھی پر بہت نفیس۔

جانتا ہوں یہ تیرے شایان شان نہیں پر میرے لئے اس سے قیمتی کچھ "

"نہیں ہو سکتا کیوں کہ یہ میری ماں کی واحد نشانی ہے۔

وہ آنکھوں میں ہلکی سے نمی لئے اس کا ہاتھ چوم کر اپنی آنکھوں سے لگا گیا۔ اس کی نم آنکھیں دیکھ کر نوریہ کا دل پسیج گیا۔ شاید وہ اپنی ماں کو مس کر رہا تھا۔

"آپ ایسا نہ سوچیں۔ یہ بہت خوبصورت ہے۔"

اس کے نرمی سے بولنے پر وہ مسکرا دیا۔

"تو جانتی ہے تو بہت خوب صورت ہے۔اتنی خوب صورت دلہن میں نے آج تک نہیں دیکھی۔"

وہ دوبارہ جھکتا اس کی پیشانی پر پورے حق سے مہر ثبت کر گیا۔
وہ ایک دم گھبراتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مم۔۔۔میں چینج کر کے آتی ہوں۔"

اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے جاتی راجہ اس کا ہاتھ تھام کر بیڈ کے سامنے پڑے ڈریسنگ ٹیبل تک لے گیا اور پاس رکھا سٹول کھینچ کر نوریہ کو اس پر بیٹھا گیا۔

سب سے پہلے اس کا دوپٹہ اس کے نازک وجود سے الگ کیا پھر ایک ایک کر کے اسے زیوروں کے بوجھ سے آزاد کرنے لگا جب کہ وہ شرم سے سرخ پڑتی سر جھکا کر بیٹھی تھی۔

تمام زیور اتارنے کے بعد وہ اس کے کندھے پر اپنی ٹھوڑی رکھتا شیشے میں نظر آتے دونوں کے عکس کو محبت بھری نظروں سے دیکھنے لگا جب کہ اس کا لمس محسوس کرتی وہ بے چین ہونے لگی۔اس کا دل فلحال یہ سب قبول نہیں کر پا رہا تھا۔

راجہ نے اس کا رخ اپنی طرف موڑا اور خمار بھری نظروں سے اس کے سرخی مائل نازک لبوں کو دیکھنے لگا۔اس سے پہلے کہ وہ بے خود ہو کر جھکتا نوریہ کے گال پر پھسلتا آنسو اسے ٹھٹھکا گیا۔

"کیوں رو رہی ہے میری رانی؟"

وہ اس کی ٹھوڑی نرمی سے تھام کر اس کا چہرہ اونچا کر کے اس کی بھیگی پلکوں پر اٹکے موتیوں کو دیکھتا جھک کر ان موتیوں کو اپنے ہونٹوں سے چن گیا۔

نوریہ سسکی تو راجہ بے چین ہو اٹھا۔

"پپ۔۔۔پلیز! میں۔۔۔میں ابھی اس سس۔۔۔سب کے لئے تیار نہیں ہوں۔پلیز ٹرائے ٹو انڈر اسٹینڈ!"

اس کی بات سنتا راجہ اسے نرمی سے اپنے سینے سے لگا گیا۔

بس اتنی سی بات پر میری رانی نے اپنے قیمتی آنسو ضائع کر دیے! میں اپنی رانی کو کس طرح تکلیف دے سکتا ہوں۔ باقی سب تو ٹھیک ہے پر جو تو نے "آخر میں انگریزی بولی اس کا مطلب بتا دے میری رانی۔

اس کے کھسیا کر پوچھنے پر وہ بے ساختہ کھلکھلا کر ہنس دی جب کہ راجہ اپنی شرمندگی بھلا کر مبہوت ہوتا اس کے حسین چہرے پر سجی دلکش ہنسی دیکھنے لگا .

اس کی نظروں کی تپش محسوس کرتی وہ جھجھک کر کمرے میں یہاں وہاں نظریں دوڑانے لگی۔ راجہ نے اسے اپنی گرفت سے آزاد کیا تو وہ تیزی سے کمرے سے ملحق باتھروم میں گھس گئی۔

"!ہائے! ظالم کتنی حسین ہے! میرے سپنوں کی رانی"

وہ بیڈ پر گرتا دونوں بازو پھیلا کر آنکھیں موند گیا اور بیتے دلنشیں لمحوں کو یاد کرنے لگا۔

○○○○○○○○

وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنسائے سیٹی کہ دھن بجاتا اس سنسان سڑک پر آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ چند قدم چلنے کے بعد ہی اسے اپنے قدم روکنے پڑے۔ وجہ اس کے پیروں میں پڑا چمکتا ہوا کوئی زیور تھا۔ اس نے جھک کر وہ ننھا سا زیور اٹھا لیا۔ وہ ایک جھمکا تھا پر اس پر لگے خون نے اسے ٹھٹکا دیا۔ ابھی وہ مزید اس پر غور کر پاتا اس سے پہلے ہی اس کے کانوں سے کسی کے کراہنے کی آواز ٹکرائی۔ وہ جلدی سے اپنے قدم دائیں طرف موڑ گیا کیونکہ وہ آواز

سڑک کی دائیں طرف موجود جھاڑیوں سے آئی تھی۔ تیز تیز قدم اٹھاتا وہ جوں ہی جھاڑیوں کے پیچھے پہنچا سامنے نظر آنے والے منظر نے اس کے رونگٹے کھڑے کر دیے۔ وہ کسی نوجوان لڑکی کا نیم برہنہ وجود تھا جو خون سے اٹا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ یہی اندازہ لگا پایا کہ اسے جنسی زیادتی کے ساتھ ساتھ جسمانی زیادتی کا شکار بنایا گیا تھا۔

اس نے جلدی سے اپنا لونگ کوٹ اتارا اور اس لڑکی کے پاس جا کر ایک گھٹنا زمین پر ٹکا کر بیٹھ گیا۔ اس نے لڑکی کر کوٹ پہنانے کے لیے جیسے ہی اس کا رخ اپنی طرف کیا اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی اسے اپنی آنکھوں کے سامنے زمین و آسمان گھومتے ہوئے نظر آئے۔ وہ دو دن پہلے ہسپتال میں نظر آنے والی وہی لڑکی تھی جو پہلی نظر میں ہی ارسم آفریدی کو اپنا اسیر کر گئی تھی۔ اپنے چہرے پر نمی محسوس کرتے ارسم نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو حیران رہ گیا۔ کیا وہ رو رہا تھا؟ کیا ارسم آفریدی محض دو دن پہلے نظر آنے اور اسی پل دل میں بس جانے والی اس معصوم چہرہ لڑکی کے لیے رو رہا تھا جو

کسی درندے کی حوس کا شکار ہو چکی تھی۔ کراہنے کی آواز دوبارہ اس کے کانوں سے ٹکرائی تو وہ ہوش کی دنیا میں واپس لوٹا۔ جلدی سے اس کے زخموں سے چور نازک وجود کو اپنا لونگ کوٹ پہنایا جس میں وہ پیروں تک چھپ چکی تھی اور اسے اٹھائے چند قدموں کے فاصلے پر موجود اپنی گاڑی کی طرف دوڑا۔ اسے پچھلی سیٹ پر لٹا کر وہ خود ڈرائیونگ سیٹ کر طرف بڑھا اور گاڑی ہسپتال کی طرف موڑ دی۔ اس کی نگاہیں بھٹک کر پیچھے موجود وجود کی طرف جا رہی تھیں۔ گاڑی ہسپتال کے باہر روکتے ارسم نے ایک بار پھر اسے باہوں میں بھرا اور برک رفتاری سے ایمرجنسی وارڈ کی طرف بڑھ گیا۔ ڈاکٹرز اسے سٹریچر پر ڈال کر وارڈ میں لے گئے تو دروازہ بند ہونے پر وہ وہیں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر آنکھوں موند گیا۔ دل کی حالت حد سے سوا تھی۔ چند منٹ کے بعد وارڈ کا دروازہ کھلا اور ایک لیڈی ڈاکٹر باہر آئی۔

"!مسٹر ارسم آفریدی"

اپنے نام کی پکار پر وہ بلکل بھی حیران نہیں ہوا کیونکہ کون تھا جو ملک کے ایک جانے مانے اور اعلیٰ پائے کے کرکٹر کو نہ جانتا ہو۔

وہ تیزی سے ڈاکٹر کی طرف بڑھا۔

"آپ کا پیشنٹ سے کیا رشتہ ہے؟"

ڈاکٹر سنجیدہ چہرے کے ساتھ جواب کی منتظر تھی۔

"!شی از مائی وائف"

نہ جانے کیسے لفظ بے اختیار ہو کر منہ سے پھسلے تھے۔اگلے لمحے وہ خود اپنے ہی بولے گئے جملے پر ششدر رہ گیا۔

"دیکھیں مسٹر آفریدی آپ کی وائف کا گینگ ریپ ہوا ہے اور انھیں مسلسل دو دن زیادتی کا شکار بنایا گیا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان کے جسم کو سگریٹ سے داغا بھی گیا ہے۔ان کا پورا جسم زخموں سے چور ہے۔ان کی حالت تشویشناک ہے۔آپ دعا کریں انھیں ہوش آجائے کیونکہ جتنی جلدی انھیں ہوش آئے گا ان کی صحتیابی کے چانسز اتنے ہی زیادہ ہوں گے۔ حوصلہ رکھیں آپ کی وائف کو اس وقت سب سے زیادہ آپ کی سپورٹ اور محبت کی ضرورت ہے۔"

وہ اس کی سرخ آنکھوں کو افسوس سے دیکھتی مڑ گئی جب وہ اسے پیچھے سے آواز لگا گیا۔

"ایکسکیوز می ڈاکٹر!"

وہ اس کی آواز پر پلٹ کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"پلیز یہ بات باہر نہ نکلے کیونکہ آپ جانتی ہیں یہ بات اگر میڈیا تک پہنچ گئی تو اس کا جینا حرام کر دیا جائے گا۔آپ سمجھ رہی ہیں نا؟"

اس کی بات پر وہ سر ہلا گئی۔

"بے فکر رہیں آپ مسٹر آفریدی میں خود ایک عورت ہو کر کس طرح کسی دوسری عورت کو رسوا کر سکتی ہوں۔"

وہ کہتی واپس وارڈ میں غائب ہو گئی تو وہ اپنی سرخ ہوتی آنکھوں کو رگڑتا جیب سے ماسک نکال کر منہ پر چڑھا گیا۔

مومل لاؤنج میں قالین پر بیٹھی سامنے بیٹھی مناہل کو فروٹس کھلا رہی تھی جو برے برے منہ بناتی فروٹس کھانے کے ساتھ ساتھ پاس بکھرے بلاکس سے کھیل رہی تھی۔

وہ تین سال کی ہو چکی تھی پر اس نے اپنی عمر کے بچوں کی نسبت دیر سے بولنا شروع کیا تھا۔ وہ باتیں تو کرتی تھی لیکن توڑ پھوڑ کر۔

"مینوبش !"

اس سے پہلے کہ مومل ایک اور پیس اس کے منہ میں ڈالتی مناہل جلدی سے بول کر اپنے ہونٹوں پر اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ جما گئی۔

اس کی حرکت پر مومل کو اس پر بے تحاشہ پیار آیا پر یہ وقت پیار دکھانے کا نہیں تھا۔ مناہل کھانے کے معاملے میں بہت چور تھی جس کی وجہ سے مومل کو اس کے ساتھ زبردستی کرنی پڑتی تھی۔

کیوں بش؟ مینو کو جلدی جلدی بڑا نہیں ہونا کیا؟ اگر مینو فروٹس نہیں کھائے گی دودھ نہیں پیئے گی تو جلدی بڑی کیسے ہو گی ہاں؟ اوکے اگر مینو کو "بڑا نہیں ہونا تو کوئی بات نہیں ہم نہیں کھاتے فروٹس۔"

وہ کہنے کے ساتھ ہی ہاتھ پیچھے کرنے لگی جب مناہل اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑ گئی۔

"مینو کو بڑا ہونا۔"

جواب مومل کی سوچ کے عین مطابق ہی آیا ہے تھا۔ مینو کو جلدی جلدی بڑا ہونے کا بہت شوق تھا جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مومل اکثر اسے زیادہ کھلا دیا کرتی تھی۔

ایشا آفریدی اور فریحہ آفریدی بھی لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی باتوں میں مگن تھی پر ایشا آفریدی کا دھیان مومل اور مناہل میں ہی لگا تھا۔

جس طرح مومل مناہل کو سنبھال رہی تھی کوئی اور نہیں سنبھال سکتا تھا۔ کل کو مومل کی شادی ہو جاتی تو مناہل کو کون سنبھالتا۔ باسم کسی صورت بھی

شادی کے لئے رضامند نہیں تھا۔اس کا کہنا تھا کہ اسے ایک ہی دفع شادی کرنی تھی اور وہ کر چکا ہے۔اس کی زندگی میں مزید کسی کی گنجائش نہیں اب۔

ایشا آفریدی مومل کو اپنی بہو بنانا چاہتی تھیں پر ایک تو مومل عمر میں باسم سے کافی چھوٹی تھی اور ساتھ ہی ساتھ ایک بچے کی ذمہ داری بھی۔انھیں مومل بہت عزیز تھی بلکل اپنی بیٹی کی طرح اس لئے وہ اس پر ایسا ظلم بھی نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

ان کی سوچوں میں خلل فریحہ آفریدی کی آواز نے ڈالا تھا۔

"بھابھی آپ سن رہی ہیں؟"

فریحہ آفریدی کے استفسار کرنے پر وہ سوالیہ نظروں سے انھیں دیکھنے لگیں۔

"میں کہہ رہی تھی کہ میری دوست ہے ناجو مسز رحمان! وہ اپنے بیٹے کا پروپوزل لے کر آنا چاہ رہی ہیں مومل کے لئے۔ارسل تو رضامندی دے چکے ہیں۔وہ کہہ رہے ہیں کہ میں ایک دو دن میں انوائٹ کرلوں ان کی فیملی کو۔آپ کیا کہتی ہیں؟"

ایشاآفریدی ان کی بات سن کر مسکرادیں۔

"ہاں تم انوائٹ کرلوانھیں۔بہت اچھی فیملی ہے ہماری مومل بہت خوش رہے گی۔ان کو بلالو وہ ایک دفعہ مل لیں مومل سے اور سنو فریحہ مومل کی رضامندی ضرور لینا۔اس پر کوئی فیصلہ مت تھوپنا۔ہم نے تو اپنی زندگی

گزار لی مزید اور کتنے سال جی لیں گے پر ہماری اولاد کی پوری زندگی کا معملہ ہے۔ ہماری بیٹی کو اس انسان کے ساتھ پوری عمر گزارنی ہے جس کے ساتھ ہم اسے باندھ دیں گے۔ ہم اگر زبردستی کریں گی تو بیٹی ہماری عزت کی خاطر ہمارا مان رکھ کر ہمارے آگے سر تو جھکا دے گی پر اس کا دل مر جائے گا۔ ماں باپ ہمیشہ اپنی اولاد کے لئے اچھا ہی سوچتے ہیں پر ماں باپ کے کچھ فیصلے اولاد کے لئے عمر بھر کا روگ بن جاتے ہیں اور ان کی آنکھوں کی چمک اور چہرے کی رونق چھین لیتے ہیں۔ اس لئے جو بھی فیصلہ کر و اس کی رضامندی سے کرنا۔"

ان کی بات سنتی فریحہ آفریدی اثبات میں سے ہلاتی اندر داخل ہوتے باسم کو دیکھنے لگیں۔

"مومل بیٹا آپ کل شام اچھے سے ریڈی ہو جایئے گا۔ آپ کو دیکھنے کے لئے کچھ لوگ آرہے ہیں۔"

ان کی بات پر جہاں مومل ہونق ہوئی تھی وہیں باسم آفریدی کے قدم بھی ساکت ہوئے تھے۔وہ گردن موڑ کر قالین پر بیٹھی مومل کو دیکھنے لگا جو مناہل کو گود میں لئے بیٹھی تھی جو اس کی لمبی چوٹی سے کھیل رہی تھی۔باسم کی نظریں اس کی چوٹی سے الجھ گئیں۔

مومل جو کچھ اور ہی بولنے والی تھی باسم کو دیکھ کر سر ہلا گئی۔

"جی بڑی ماں میں ریڈی ہو جاؤں گی وقت پر ہی۔"

وہ ہلکا سا مسکرا کر بولی تو باسم اس کے چہرے پر سجی مسکراہٹ دیکھ کر لب بھینچ گیا۔

"!جھوٹی"

وہ بڑبڑا کر سر جھٹکتا اپنی ماں اور چھوٹی ماں کو سلام کرتا تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا جب کہ اس کے جانے کے بعد مومل اپنی نم ہوتی آنکھوں کو چھپاتی مناہل کے کھلونے سمیٹنے لگی۔

ایشا آفریدی نے بہت باریک بینی سے یہ سارا منظر دیکھا تھا۔

ooooooo

رات جب نوریہ لباس تبدیل کر کے کمرے میں آئی تو کمرہ خالی پڑا تھا۔ راجہ کمرے میں کہیں نہیں تھا۔ وہ نظریں گھماتی کمرے کا جائزہ لینے لگی۔
درمیانے سائز کا کمرہ جس کی چھت اور دیواروں پر سفید رنگ ہوا تھا۔ بیڈ

کے بیچ و بیچ پڑا بیڈ جسے دیکھنے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ نیا خرید ا گیا ہے۔ بیڈ کے سامنے پڑا ڈریسنگ ٹیبل اور اس کے ساتھ والی دیوار کے ساتھ لگی لکڑی کی الماری کے علاوہ کمرے میں ایک ٹو سیٹر صوفہ موجود تھا۔ کمرے پر ایک نظر ڈال کر وہ بیڈ کی طرف بڑھ کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئی اور جلدی سے آنکھیں بند کر گئی تا کہ راجہ کے کمرے میں آنے سے پہلے ہی سو سکے۔

اس کے سونے کی یقین دہانی کرتا وہ جب کمرے میں آیا تو وہ چادر سینے تک اوڑھے ایک بازو سینے پر جب کہ دوسرا سر رکھے خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہی تھی۔

بھاری جوڑے کی جگہ اس وقت ہلکا پھلکا گلابی لباس پہن رکھا تھا جو اس کی گلابی رنگت پر بہت کھل رہا تھا۔ وہ خود بھی لباس تبدیل کر کے اس وقت کالے رنگ کے ٹراؤزر شرٹ میں موجود تھا۔

وہ اپنے پیچھے موجود دروازے کو آہستگی سے لاک کرتا بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔ لیٹنے کے بعد دھیرے سے نوریہ کی طرف کھسکتا وہ نرمی سے نوریہ کا سر اٹھا کر اپنے بازو پر رکھ گیا۔

نوریہ نیند میں ہی تھوڑا سا کسمسا کر دوبارہ گہری نیند میں چلی گئی۔

میری معصوم رانی!"۔"

وہ اس کے معصوم چہرے کو دیکھتا اس کی ماتھے پر بوسہ دے کر اس کے کان میں ہلکی سی سرگوشی کرتا خود بھی آنکھیں موند گیا۔

صبح راجہ کی آنکھ کھلی تو اس کی نظر سب سے پہلے اپنے سینے پر پڑی نوریہ پر گئی جو سر اس کے سینے پر رکھے آدھی اس کے اوپر جب کہ آدھی بیڈ پر لیٹی سو رہی تھی۔

ہوش میں اس کے قریب آنے سے ڈرنے والی اس وقت لاپرواہی سے اس کے قریب ترین موجود تھی۔اتنے قریب کہ راجہ کو اس کی سانسیں اپنی گردن پر محسوس ہو رہی تھیں۔

اس نے گھڑی پر وقت دیکھا تو صبح کے دس بج رہے تھے۔وہ جھک کر اس کا گال چھوتا اسے نرمی سے بستر پر لٹا کر خود الماری کی طرف بڑھ گیا۔

الماری سے آتشی رنگ کا کامدار جوڑا نکالا اور الماری کے باہر لٹکانے کے بعد اپنے کپڑے لیتا باتھ روم میں گھس گیا۔

فریش ہونے کے بعد وہ باہر آیا تو نوریہ ابھی تک سو رہی تھی۔اسے یوں ہی چھوڑ کر وہ گھر سے باہر نکل گیا۔

آدھے گھنٹے کے بعد وہ گھر واپس آیا تو ہاتھ میں پکڑے شاپر کچن میں رکھے اور کمرے کا رخ کیا۔

کمرے کی لائٹ جلتی دیکھ کر اسے اندازہ ہو چکا تھا کہ نوریہ جاگ گئی ہے۔

وہ سیٹی کی دھن بجاتا کمرے میں داخل ہونے لگا پر ٹھٹھک کر دروازے پر ہی رک گیا اور خمار بھری نظروں سے نوریہ کو دیکھنے لگا جو اس کے منتخب کردہ آتشی لباس میں نکھری سی شیشے آگے کھڑی اپنی زلفوں کو سنوار رہی تھی۔

بے فکری سے کنگھا بالوں میں چلاتے نوریہ کی نظر اچانک شیشے پر پڑی تو شرم سے پانی پانی ہو گئی کیوں کہ وہ دوپٹے کے بغیر کھڑی تھی اور راجہ ٹکٹکی باندھے اسے تکتا ہی چلا جا رہا ہے تھا۔

اس نے کنگھا نیچے رکھتے تیزی سے بیڈ پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر گلے میں ڈال لیا اور نظریں جھکا کر کھڑی دونوں ہاتھوں کو مسلنے لگی۔

راجہ بھی ہوش میں آتا کمرے میں داخل ہوا اور عین اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔
"میری رانی کو بھوک لگی ہو گی نا؟ چلو ناشتہ کریں۔"

وہ اس کا جواب سنے بغیر اس کا ہاتھ تھام کر اسے باہر صحن میں پڑے تخت کے پاس کے آیا۔ اسے بٹھا کر خود کچن کی طرف چلا گیا .

کچھ ہی سیکنڈز میں ایک بڑی ٹرے ہاتھ میں پکڑے باہر آیا جس میں ناشتے کے لوازمات دھرے تھے۔ ٹرے درمیان میں رکھنے کے بعد وہ دوسری طرف آکر بیٹھ گیا اور پلیٹ میں کھانا نکالنے لگا۔

نوریہ بیچارگی سے سامنے پڑی حلوہ پوڑی کو دیکھنے لگی۔ اسے اتنی آئلی چیزیں سوٹ نہیں کرتی تھیں پر یہ بات وہ سامنے بیٹھے اپنے نئے نویلے شوہر سے کیسے کہتی جس کی شخصیت ہی اتنا ڈراؤنی اور رعب دار تھی کہ نوریہ کو اسے دیکھتے بھی ڈر لگتا تھا۔

راجہ نوالا بنا کر اس کی طرف بڑھا گیا تو وہ اللہ کا نام لیتی جھجھک کر منہ کھول گئی۔

وہ ایک نوالا خود کھاتا اور ایک اسے کھلاتا۔

وہ محبت بھری نظروں سے اسے دیکھتا ایک اور نوالا اس کے منہ کے قریب کر گیا جب وہ منہ پر ہاتھ رکھتی وہاں سے اٹھ کر کمرے میں بھاگی۔ وہ نوالا وہیں پلیٹ میں رکھتا پریشان ہو کر اس کے پیچھے لپکا تو وہ باتھ روم میں بند الٹیاں کر رہی تھی۔

وہ پریشانی سے دروازہ کھٹکھٹانے لگا۔

"کیا ہو میری رانی؟ دروازہ تو کھولو!"

اگلے ہی پل وہ دروازہ کھول کر باہر نکلی تو اسے دیکھتا وہ جلدی سے اپنے بازوؤں میں بھر گیا۔ اس کی حالت دیکھ کر وہ ایک دم بہت پریشان ہو گیا تھا۔

وہ فکر مند ہوتا اس کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا اس طرح الٹیاں کیوں کر رہی تھی؟"

راجہ کے پوچھنے پر وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپاتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اس کے اس طرح رونے پر راجہ بوکھلا گیا۔

بتا تو سہی میری جان ہوا کیا ہے۔ کہیں درد ہو رہا ہے کیا؟"۔"

اس کے فکر بھرے لہجے پر وہ شرمندہ ہوتی نفی میں سر ہلا گئی۔

مم۔۔۔۔مجھے زیادہ آئلی چیچ۔۔۔۔چیزیں سوٹ نہیں کرتیں"
"۔۔۔۔وومٹ ہو جاتی ہے اور۔۔۔۔اور طبیعت بھی خراب ہو جاتی ہے۔

وہ شرمندگی سے بولتی سر جھکا گئی۔

"افف یار! بس اتنی سی بات! مجھے پہلے بتا دیتی میں کچھ اور لے آتا۔ڈرا دیا تو نے راجہ کو۔میں سوچ رہا تھا کہ ہم نے تو ابھی کچھ کیا بھی نہیں ایسا تو پھر یہ الٹیاں کیوں؟"

اس کی بات پر وہ سرخ پڑتی قہقہہ لگا گئی جب کہ وہ اس کی خوبصورت ہنسی میں کھو گیا۔اس کی نظروں کی تپش محسوس کرتی وہ ہاتھ مسلنے لگی۔

"چل میری رانی راجہ کچھ اچھا سا لے کر آتا ہے تیرے کھانے کے لئے اب۔"

وہ سر ہلاتی تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔

راجہ بھی مسکراتا کمرے سے نکلنے لگا جب اسے موبائل کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز اس کے موبائل کی نہیں تھی۔ آواز کے تعقب میں اس نے دیکھا تو بیڈ پر نوریہ کا فون پڑا بج رہا تھا۔ اس نے قریب جا کر دیکھا تو موبائل کی سکرین پر "حاشر کالنگ" لکھا آ رہا تھا۔

"سالا!"

وہ اسے زیر لب گالی دیتا کال کاٹ کر موبائل پاور آف کر کے بیڈ پر پھینکتا نوریہ کے پیچھے چل دیا۔

○○○○○○○○

جہاں آرا چیخ چیخ کر پاگل ہو رہی تھی۔ پولیس سٹیشن میں جا کر کمپلین بھی درج کروا چکی تھی پر کوئی پتا نہیں چل رہا تھا۔ زین کو اس نے کال نہیں کی تھی اب تک کیوں کہ جانتی تھی وہ ارمش سے کتنا پیار کرتا ہے۔

اسے پتا چلتا تو آسمان سر پر اٹھا لیتا۔

پر تین دن بھی جب ارمش کا کچھ پتا نہ چل سکا تو جہاں آرا بیگم نے زین کو کال کر دی۔

"زین تم جہاں بھی ہو فوراً گھر آ جاؤ پلیز!"

ان کی روتی ہوئی آواز پر زین پریشان ہو اٹھا۔

"آپ رو کیوں رہی ہیں سب ٹھیک تو ہے نا؟"
اس کی متفکر آواز سنتی جہاں آرا بیگم کے آنسوؤں میں روانی آ گئی۔

"بس تم جلدی آجاؤ پلیز!"

"اوکے میں آرہا ہوں۔"

وہ بولتا کال بند کر گیا۔

گھنٹے بعد وہ گھر پہنچا تو جہاں آرا بیگم سر ہاتھوں میں گرا کر صوفے پر بیٹھی تھیں۔
وہ متفکر ہوتا ان کے پاس پہنچا۔

"کیا ہوا ہے مام؟"

اس کی آواز سنتی جہاں آرا اس کے گلے لگ کر رونے لگیں۔

"ارمش کو کوئی کڈنیپ کر کے لے گیا ہے زین!"

ان کی بات سنتا زین جھٹکے سے ان سے الگ ہوا۔

"واٹ؟ یہ کیا کہہ رہی ہیں مام آپ؟ کون کڈنیپ کر کے لے گیا میشا کو؟"

وہ اضطرابی کیفیت میں پوچھنے لگا۔اس کے چہرے کے تاثرات دیکھتی جہاں آرا بیگم دل ہی دل میں خوف زدہ ہو گئیں۔

وہ اسے اس دن کی ساری ڈیٹیلز بتانے لگیں۔

"مام وہ تین دن سے لاپتہ ہے اور آپ مجھے آج بتا رہی ہیں؟ میں شہر سے باہر ہی تھا نا مر تو نہیں گیا تھا۔ بہت غلط کیا آپ نے مام بہت غلط!"

وہ بے یقینی سے کہتا وہاں سے نکل آیا اور پولیس سے رابطہ کرنے لگا۔

ooooooooo

وہ کہنیاں گھٹنوں پر ٹکائے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بنا کر ان پر ٹھوڑی جمائے بنچ پر بیٹھا تھا جب ایک دم اسے تیز شور سنائی دیا۔ وہ چونک کر اٹھتا گلاس ڈور سے اندر دیکھنے لگا جہاں وہ چیختی چلاتی بے قابو ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر اور نرسیں اسے سنبھالنے میں لگے تھے پر وہ کسی کے قابو میں نہیں آ رہی تھی۔

وہ بے چین ہوتا کمرے میں داخل ہوا اور بیڈ کے قریب جا کھڑا ہوا۔

"ڈاکٹر! آپ پلیز باہر جائیں مجھے ہینڈل کرنے دیں۔"

وہ ڈاکٹر کو دیکھتا بولا تو وہ سمجھتی نرسوں کو ساتھ آنے کا اشارہ کرتی باہر جانے لگی۔

مسٹر ارسم آپ کی وائف کی مینٹل کنڈیشن بہت خراب ہو چکی ہے۔اس" واقع نے ان کے دماغ پر بہت گہرا اثر چھوڑا ہے پلیز کوشش کریں کہ وہ زیادہ "پینک نہ کریں ورنہ وہ دوبارہ ڈینجر زون میں جا سکتی ہیں۔

ڈاکٹر جاتے جاتے اسے تاکید کرنا نہ بھولی تھی جس پر وہ سر ہلا گیا۔ڈاکٹر اپنے پیچھے دروازہ بند کر کے جا چکی تھی۔

وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اس کی طرف بڑھ رہا تھا جو خوف سے سفید پڑتی اسے نزدیک آتا دیکھ رہی تھی۔

سخت خوف کے زیر اثر وہ آواز تک نکالنا بھی بند کر چکی تھی۔

اس کی خطرناک حد تک سفید پڑتی رنگت دیکھتا وہ متفکر سا اس کے بلکل قریب آکر کھڑا ہو گیا۔

"سوفٹی! کیسا محسوس کر رہی ہیں آپ؟"

وہ نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ گیا۔

پلیز ہمارے ساتھ کچھ بھی مت کرو ہمیں بہت تکلیف ہوتی ہے پلیز معاف "
"کردو میں کسی کو نہیں بتائیں گے ہمیں جانے دو۔

وہ خوف سے گھٹی گھٹی آواز میں بولی۔آنسو تواتر سے گالوں پر گرتے چلے جا رہے تھے۔

. اس کی حالت دیکھ کر ارسم کا دل دکھ سے پھٹا جارہا تھا

اچھا آپ مجھے یہ بتائیں کیا آپ نے وہ سٹوری سنی ہے جس میں ایک اینجل "
"ایک لٹل پرنسز کو بھیڑیے سے بچاتا ہے؟

اس کے نرمی سے پوچھنے پر وہ بے اختیار اثبات میں سر ہلا گئی۔

"ہاں ہمیں بچپن میں ڈیڈی نے سنائی تھی۔ وہ ہمیں روز کہانیاں سناتے تھے۔"

اس کے معصومیت بھرے لہجے میں چھپی حسرت ارسم آفریدی صاف محسوس کر سکتا تھا۔

"آپ وہی لٹل پرنسز ہو اور میں اینجل! یہ اینجل اب کسی بھی بھیڑیے کو اپنی پرنسز کے پاس نہیں آنے دے گا۔ اسے سب سے چھپا کر رکھے گا اس کی حفاظت کرے گا۔"

وہ اس کے نرم لہجے اور پرسوز انداز میں بولے الفاظ کو اپنے اندر اترتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔

اسے اس سے کوئی خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا اب۔اپنے گرد حفاظت کی ایک ان دیکھی دیوار محسوس کر رہی تھی۔

"کیا سچ میں؟"

حسرت بھرا لہجہ!

جی بلکل سچ! جلدی سے ٹھیک ہو جائیں سوفٹی پھر آپ کو گھر بھی تو جانا ہے" نا؟"

گھر کے نام پر اس کے معصوم چہرے پر بلا کی وحشت چھا گئی۔

نن۔۔۔نہیں ہمیں نہیں جانا۔۔۔ ہمیں گھر نہیں جانا۔۔۔ ہمارا کوئی گھر" نہیں ہے سنا آپ نے نہیں جانا ہمیں!"

وہ ایک دم پینک ہوتی چیخنے لگی۔ ڈاکٹر نے آکر جلدی سے اسے انجکشن لگا دیا۔ سکون آور انجکشن لگنے کے کچھ سیکنڈز بعد ہی وہ ہوش سے بیگانہ ہو چکی تھی پر ارسم آفریدی کو بہت سی سوچوں میں الجھا گئی تھی۔

ہسپتال کے مخصوص لباس میں چھپا اس کا نالیوں میں جکڑا چھوٹا سا نازک اور کمزور وجود ارسم آفریدی کو اذیت میں مبتلا کرتا اس کی آنکھیں نم کر گیا۔ وہ جھک کر عقیدت سے اس کے ماتھے پر لب رکھ کر پیچھے ہوتا اپنی آنکھوں میں موجود نمی صاف کرنے لگا۔

وہ سامنے بیٹھے انسان کی نظروں کی تپش سے خاصی بے چین ہو رہی تھی۔ اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہاں سے اٹھ کر بھاگ جاتی۔

اسے دیکھنے کے لئے فیملی آچکی تھی۔ایک مرد ایک عورت اور ان کے ساتھ ان کا بیٹا فاران ! دیکھنے میں اور بول چال سے وہ لوگ کافی مہذب لگ رہے تھے۔پر سامنے بیٹھے اس لڑکے کی نظروں سے مومل کافی پریشان ہو رہی تھی۔

اس نے کب سوچا تھا کہ کسی ستمگر کو دل میں بسائے کسی اور کے لئے سج سنور کر بھی بیٹھنا پڑے گا۔

ہاں ! باسم آفریدی اتنے سالوں کے بعد بھی مومل آفریدی کے دل میں پوری شان سے براجمان تھا۔چار سالوں کے ہجر نے مومل آفریدی کے دل میں باسم آفریدی کا خاکہ اور بھی مضبوط کر دیا تھا۔وہ چاہ کر بھی اس ستمگر کی محبت سے پہلو نہ چھڑوا پا رہی تھی۔

باسم ابھی آفس سے واپس آیا تھا۔ڈرائنگ روم سے آتی آوازوں پر اس کے قدم خود بخود ہی اس طرف بڑھ گئے تھے۔

اندر داخل ہوتے ہی اس کے ماتھے پر شکنوں کا جال بچھ چکا تھا۔

بڑے سب اپنی باتوں میں مصروف تھے۔

سنگل صوفے بیٹھے نوجوان لڑکے کو دیکھتے اس کا پارہ ایک دم ہائی ہوا تھا۔وہ بے شرمی سے سامنے بیٹھی مومل کو نہارنے میں مصروف تھا جو اس کی نظروں سے کنفیوز ہوتی کندھے پر پھسلتا دوپٹہ بار بار سہی کر رہی تھی۔اس کے لباس کو دیکھ کر باسم کا غصہ سوا نیزے پر پہنچ چکا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتا مناہل کی آواز اس کے بڑھتے قدم روک گئی۔

"پاپا ! "

مومل اسے تیار کر کے سلا چکی تھی۔ اٹھنے پر جب اسے اپنے پاس کوئی نہ دکھا تو کمرے سے باہر آ گئی۔

اس کی آواز پر باسم نے جھک کر اسے اپنی باہوں میں بھر لیا۔

"پاپا کی جان !

وہ اس کے دونوں گال چوم گیا۔

"باسم بیٹا آؤ ان سے ملو یہ ہماری مومل کو دیکھنے آئے ہیں۔"

فریحہ آفریدی کی پکار پر وہ اندر آتا سب سے سلام لے کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ مناہل اس کی گود میں ہی تھی۔

"جی وہ تو مجھے نظر آ رہا ہے کہ بہت غور سے دیکھا جا رہا ہے۔"

اس کی سرد آواز سنتے فاران نے حلق تر کرتے نظریں چرائیں اور بے وجہ ہی کمرے میں نظریں دوڑانے لگا۔

" ماما! مینو کو ماما پاس جانال۔"

مناہل مومل کی طرف ہاتھ بڑھا کر رونی آواز میں بولی تو سب کے سامنے اس کے منہ سے یہ لفظ سنتے مومل کا رنگ اڑ گیا۔

آنے والے تینوں لوگ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

وہ دراصل یہ ہمارا بڑا بیٹا ہے باسم اور یہ اس کی بیٹی ہے مناہل۔اس کی ماں کا" انتقال اس کی پیدائش پر ہی ہو گیا تھا اس لئے اسے مومل ہی سنبھالتی ہے۔ مومل کے ساتھ کافی اٹیچ ہے۔اس لئے مومل کو کبھی کبھار ایسے پکار لیتی ہے۔

ایشا آفریدی کی تفصیل پر وہ سر ہلا گئے۔

باسم مناہل کو لئے وہاں سے اٹھ گیا۔ مینو کی ماما والی رٹ جاری ہو چکی تھی۔ سو کر اٹھنے کے بعد اسے بس مومل چاہئے ہوتی تھی۔

باسم بغیر اس کی ایک بھی پکار پر کان دھرے اسے لئے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

اس کے مسلسل رونے کی آواز سے بے چین ہو کر موحل وہاں سے اٹھ پڑی۔

"وہ۔۔۔ مناہل رو رہی ہے بہت۔ مم۔۔۔ میں دیکھ کر آتی ہوں۔"

بغیر کسی کا جواب سنتی وہ تیزی سے وہاں سے نکل آئی۔

باسم کے کمرے میں جاتے اس کے قدم بھاری ہو رہے تھے۔ دروازہ لاک نہیں تھا۔ اللّٰہ کا نام لیتی وہ دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہو گئی۔ کمرے میں صرف مناہل تھی جو روتے روتے سو چکی تھی۔

کمرے میں ایک تفصیلی نظر ڈال کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتی بیڈ کے پاس کھڑی وہ موحل کو دیکھنے لگی۔ گلابی پھول دار فراک پہنے وہ نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔ اس کے گال چومنے کی غرض سے وہ مسکراتی ہوئی اس

کی طرف جھکی جب پیچھے سے وہ اپنے سخت ہاتھ کی گرفت میں اس کی نازک کلائی جکڑتا اسے اپنی طرف کھینچ گیا۔

اس اچانک افتاد پر مومل کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ ملا اور وہ اس کی کشادہ سینے سے ٹکرا گئی۔

ادھ کھلے بال لہراتے ہوئے باسم کے چہرے پر پل بھر کے لئے سایہ کر گئے۔ آرگنزا کا آسمانی رنگ کا دوپٹہ کندھے سے پھسل کر مومل کے بازو پر آن اٹکا تھا۔

آسمانی رنگ کی شارٹ شرٹ اور کیپری میں ملبوس اس کا نازک سراپا باسم کے دل میں آگ ہی لگا گیا تھا۔

وہ اتنی دیر سے اس گھٹیا شخص کے سامنے بیٹھی اس کی غلیظ نظروں کے حصار میں تھی۔ایسا باسم کا سوچنا تھا۔

"یہ کیا بیہودہ لباس پہن رکھا ہے تم نے ؟ بہت شوق ہے کیا اپنے حسن کی نمائش کرنے کا؟اسی لئے اس غیر مرد کے سامنے اس حلیے میں بیٹھی تھی تب سے۔"

یہ سب بول کر اپنے اندر کی آگ کی تپش کم کرنا چاہ رہا تھا یوں اس کا دل جلا کر ورنہ اس انسان کی نظروں سے مومل کا بے چین ہونا اس نے بخوبی دیکھا تھا۔

اس کی تلخ بات پر مومل کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے۔

"پپ۔۔۔پلیز چھوڑیں۔"

وہ اس کی سخت گرفت سے خود کو آزاد کروانے کی تگ ودو کرنے لگی پر وہ اس پر اپنی گرفت کمزور کرنے کی بجائے اور بہت مضبوط کر گیا۔

"!میرے سوال کا جواب دو"

وہ دانت پیستا اس سے محو سوال تھا۔

آپ کون ہوتے ہیں مجھ سے یہ سوال کرنے والے۔آپ کے پاس ایسا کوئی" "حق نہیں جس کے باعث آپ یوں بازپرس کریں مجھ سے۔

جی کڑا کر کے بول تو گئی پر اس کے چہرے کو سرخ پڑتا دیکھ کر دل ہی دل میں خوف زدہ ہو گئی۔

"آؤٹ!"

وہ ایک دم اسے اپنی گرفت سے آزاد کرتا ہوا چیخا۔ سرخ پڑتا چہرہ غصّے اور ضبط کی انتہا کو ظاہر کر رہا تھا۔

اس کی تیز آواز سن کر جہاں وہ خوف سے کانپنے لگی وہیں بیڈ پر سوئی مناہل اٹھ کر اونچی آواز میں رونے لگی۔

اپنے خوف کو بھولتی وہ تیزی سے مناہل کی طرف لپکی اور اسے اٹھا کر اپنے کندھے سے لگا گئی۔

وہ کچی نیند سے جاگی تھی اس لئے سسکتی جلد ہی اس کے کندھے میں منہ چھپا کر سو گئی۔

اس کی طرف سے دھیان ہٹتے جیسے ہی اس کی نظر باسم پر پڑی تو وہ نظریں چراتی ہوئی یہاں وہاں دیکھنے لگی کیوں کہ وہ سخت تیوروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا پر اس بات کی بہت دل میں تسلی تھی کہ وہ اب مناہل کے معاملے میں اسے کچھ نہ بولتا تھا۔

مناہل کو یوں ہی کندھے سے لگائے وہ دھیرے دھیرے اپنے قدم پیچھے لینے لگی اور دروازے کے کچھ قریب پہنچتے ہی بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

"سلی گرل !"

وہ بیڈ کے قریب گرا اس کا دوپٹہ دیکھتے ہوئے ضبط سے لب بھینچ کر رہ گیا ورنہ دل کر رہا تھا کہ اس کی لاپرواہی پر ایک آدھ تھپڑ جڑ دے اسے اوپر سے اس کی وجود پر پڑتی وہ انجان نظریں یاد آتے دیکھ کر اس دماغ مزید خراب ہو رہا تھا۔

"ڈیم اٹ!"

وہ بالوں میں ہاتھ پھیرتا اپنا غصہ کم کرنے کی کوشش کرنے لگا جو کہ فلحال مشکل ہی لگ رہا تھا۔

OOOOOO

آج ارمش کو ہسپتال سے ڈسچارج ہونا تھا۔ دواؤں کے زیر اثر وہ سو رہی تھی جب کہ ارسم پاس بیٹھا گہری سوچ میں گم تھا۔ وہ تین دن سے یہاں ارمش

کے پاس ہی تھا۔ ارمش تھوڑی بہت اس سے مانوس ہو چکی تھی۔ وہ اسے بالکل چھوٹے بچوں کی طرح ڈیل کر رہا تھا۔ وہ بھی اس سے خوف نہیں کھاتی تھی بلکہ اگر وہ فارمیسی تک یا پھر فریش ہونے بھی باہر جاتا تو وہ بے چین ہو جاتی تھی۔ اس کے لوٹ آنے کا انتظار کرنے لگتی تھی اور پھر اسے دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں سکون کی لہر دوڑ جاتی تھی۔

یہ بات ارسم بھی محسوس کر چکا تھا۔

اسے پریکٹس کے لئے جانا تھا پر فلحال اس کے لئے سب سے اہم ارمش تھی۔ اس نے دھیرے سے آنکھیں کھولتے ہوش کی دنیا میں قدم رکھا تو اسے اپنے بالکل سامنے ہی پایا۔

"گڈ مارننگ سوفٹی!"

وہ ہلکی سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے بولا۔

"!گڈ مارننگ"

وہ ون سٹینڈرڈ کے بعد کبھی اسکول نہیں گئی تھی اس لئے اسے انگریزی تو نہیں آتی تھی پر زین سے کچھ الفاظ سن کر جان گئی تھی۔اور یہ الفاظ بھی ان میں سے ہی تھے۔

"کیسا محسوس کر رہی ہیں آپ؟"

. اس کے پوچھنے پر ہاں میں سر ہلا گئی

"اتنی پیاری آواز ہوتے ہوئے بولنے میں کنجوسی کیوں؟"

وہ اسے نرم نگاہوں سے تکتا ہوا بولا .

"مم۔۔۔میں اب۔۔۔اب سہی محسوس کر رہی ہوں۔"

وہ بولتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کرنے لگی تو وہ تیزی سے اس کی طرف آیا۔

"دھیان سے!"

وہ اسے احتیاط سے بیٹھنے میں مدد کرنے لگا۔

"مجھے آپ سے بات کرنی تھی۔"

ارسم کی بات پر وہ سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔

"آج آپ کو ڈسچارج کیا جا رہا ہے۔مانا کہ آپ کی کنڈیشن اتنی سٹیبل نہیں ہے ابھی پر ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ آپ کی کیئر گھر میں زیادہ اچھے طریقے سے ہو سکتی ہے۔بس ویکلی چیک اپ ہوا کرے گا آپ کا اور دوائیاں بھی ابھی ریگولرلی کھانی پڑیں گی آپ کو۔ٹھیک ہے نا۔"

وہ الجھی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔اس کی ساری بات کے دوران بولے گئے انگریزی الفاظ اس کے دماغ کے اوپر سے گزر گئے تھے۔

"آپ مجھے اپنے گھر کا اڈریس بتا دیں پلیز تا کہ میں آپ کے گھر والوں سے رابطہ کر کے آپ کو ان تک پہنچا سکوں۔"

اس کی بات سنتے ارمش کی آنکھوں میں وحشت اتر آئی تھی۔

"ہم۔۔۔ہم نہیں ہمیں نہیں جانا۔ ہمیں نہیں جانا گھر۔ کبھی نہیں جانا۔ ہم یہیں رہ لیں گے پلیز پر ہمیں نہیں جانا گھر۔پلیز ہمیں کہیں چھپا دیں ہمیں نہیں جانا۔"

وہ وحشت سے بولتی آنسو بہاتی جا رہی تھی۔اس کے چہرے پر رقم وحشت اور خوف دیکھ کر ارسم آفریدی بہت سی سوچوں میں گم ہو چکا تھا۔وہ پھر سے پینک کرنے لگی تھی۔ایسی کیا وجہ ہو سکتی تھی جو وہ گھر کے نام سے اس قدر خوف زدہ تھی۔

پہلے پہل ارسم کے دل میں خیال آیا کہ شاید وہ اس بات سے خوف زدہ تھی کہ اس حادثے کے بعد اس کے گھر والے اسے قبول نہیں کریں گے پر دوسرے ہی لمحے وہ اپنی ہی سوچ کی نفی کر گیا۔

وہ ابھی بہت چھوٹی تھی اور بہت زیادہ معصوم۔ وہ کہاں ان باریکیوں کو جانتی ہو گی۔ پر اگر ایسی بات نہیں تھی تھ وہ کیوں ایسے بیہیو کر رہی تھی۔

"ہسپتال بلاوجہ تو نہیں رہ سکتے نا۔ یہ صرف مریضوں کے لئے ہے اور گھر آپ جانا نہیں چاہ رہیں۔ پھر کہاں رہنا ہے آپ کو۔"

سوال واضح تھا۔

"مجھے آپ کے ساتھ رہنا ہے۔"

جواب برجستہ تھا۔

"میرے ساتھ؟"

لہجے کے ساتھ آنکھوں میں بھی حیرت در آئی تھی۔

"جی ہمیں بس آپ کے ساتھ رہنا ہے اور کسی کے پاس بھی نہیں جانا۔"

چہرے کے ساتھ لہجہ بھی معصومیت بھرا تھا۔

"!پر آپ یوں تو میرے ساتھ نہیں رہ سکتی نا"

لہجہ کافی دھیما تھا۔

پر کیوں نہیں؟"۔"

خوب صورت چہرے پر مایوسی کی سائے لہرا گئے تھے۔

"!کیوں کہ ہمارا ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے نا"

انداز سمجھانے والا تھا۔

"ساتھ رہنے کے لئے رشتہ ہونا ضروری ہے کیا؟"

سوال میں امید تھی۔

"ہاں بہت ضروری ہے۔اس کے بغیر تو ایسا ممکن نہیں۔"

اس کی بات پر اس معصوم چہرے کی آنکھوں میں نمی ابھر آئی۔

"پر آپ چاہیں تو رشتہ بن بھی سکتا ہے۔"

معصوم چہرے پر بے یقینی سی خوشی آئی تھی اس بات پر۔

"کیا سچ میں!"

بلکل بچوں کی سی معصومیت سے امید بھرا سوال پوچھا گیا تھا۔

"بالکل سچ!"

ہلکی سی مسکان ہونٹوں پر سجائے جواب دیا۔

"!تو پھر ہم بنا لیتے ہیں نا رشتہ "

اس کی بات پر ارسم آفریدی کا دل بہت زوروں سے دھڑ کا تھا۔

ساتھ رہنے کے لئے تو ہمیں ہسبنڈ وائف والا رشتہ بنانا پڑے گا۔ کیا آپ کو"
"کوئی اعتراض نہیں ؟

اس کے سوال پر وہ جھٹ سے انکار میں سر ہلا گئی۔

آپ بہت اچھے ہیں اور ہمیں آپ کے ساتھ رہنا ہے گھر نہیں جانا۔ ہمیشہ "
"آپ کے پاس رہنا ہے۔

اس کی بات پر وہ فیصلہ کرتا ایک دم اپنی جگہ سے اٹھا۔

آپ ریسٹ کریں میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں بس۔ پھر ہمیں ہمارے گھر"
"بھی تو جانا ہے نا۔

وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھتا جیب سے موبائل نکال کر باسم کا نمبر ملا کر کمرے
سے نکل گیا۔

پھر ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد ہسپتال کے اس کمرے میں سر پر لال دوپٹہ
اوڑھے تکیوں کے سہارے بیٹھی ارمش، ارمش حسین سے ارمش ارسم
آفریدی بن چکی تھی۔ یہ ساری کروائی بہت خفیہ طریقے سے کی گئی تھی۔

نکاح کے بعد کریم آفریدی اور ارسل آفریدی ارمش کی سر پر ہاتھ رکھ کر گواہوں کے ساتھ کمرے سے نکل گئے۔اب اس کمرے میں صرف ارمش ارسم اور باسم بچے تھے۔

ارمش خوف زدہ سی ارسم کا بازو سختی سے تھامے بیٹھی تھی۔غیر مردوں کو دیکھتے اس کے اندر موجود خوف پھر سے باہر نکل آیا تھا۔

ارسم تھوڑی دیر پہلے کال کر کے باسم کو ساری سچائی اور اگلہ لائحہ عمل بتا چکا تھا۔باسم نے باپ اور چچا سے کس طرح بات کی کس طرح منایا یہ ارسم نہیں جانتا تھا پر ٹھیک آدھے گھنٹے بعد وہ کچھ گواہوں اور نکاح کے ضروری سامان کے ساتھ ہسپتال موجود تھے۔اگر وہ اتنے خوش نہ تھے تو ناخوش بھی نہ تھے۔

باسم آکر بیڈ کے قریب کھڑا ہوا تو وہ ارسم کا بازو اور بھی سختی سے دبوچے آنکھیں مینچ گئی۔

ارمش بیٹا! کسی سے بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو۔ آج سے" میں ارسم کا نہیں بلکہ آپ کا بڑا بھائی ہوں۔ اگر یہ ذرا سا بھی ڈانٹے میرے بیٹے کو تو آپ فورا میرے پاس آییں گی۔ پھر دیکھئے گا کیسے کان کھینچتا میں اس "کے۔

وہ نرمی سے ارمش کے سر پر ہاتھ رکھتا بہت نرم لہجے میں اس سے بات کر رہا تھا۔ اس کے یوں نرم لہجے اور شفیق انداز پر ارمش کا خوف کچھ زائل ہوا۔

"ہم گھر کب جائیں گے اینجل ؟"

وہ باسم کو جواب دیے بغیر ارسم کی طرف دیکھتی ہوئی پوچھنے لگی تو ارسم خجل ہو کر شرمندگی سے داڑھی کھجا کر رہ گیا۔

"ارسم تم اسے لے کر آ جاؤ میں گاڑی میں ویٹ کر رہا ہوں۔"

"جی بھائی"

اس کا جواب سنتے باسم کمرے سے باہر نکل گیا۔

دروازہ بند ہونے کے بعد ارسم اس کی طرف مڑا۔

اپنا بازو اس کی گرفت سے چھڑوایا اور اس کا چہرہ دونوں ہاتھ میں تھام کر جھک کر عقیدت سے اس کا ماتھا چوم گیا۔

"! نکاح مبارک سوفٹی"

ارمش کی پلکیں لرز اٹھیں۔

"! چلیں گھر چلتے ہیں اب۔ ہمارے گھر"

وہ جھک کر اسے باہوں میں اٹھا گیا کیوں کہ ابھی اس کی حالت ایسی نہ تھی کہ اتنا چل سکتی۔ گرنے کے خوف سے وہ جلدی سے اس کی گردن کے گرد اپنے بازو حمائل کر گئی۔

"ڈریں نہیں۔ آپ کو کبھی بھی کسی بھی موڑ پر گرنے نہیں دوں گا۔"

اس کے پر یقین لہجے پر وہ سکون محسوس کرتی آنکھیں موند گئی۔ وہ بھی مسکراتے ہسپتال کے اس کمرے سے نکلتا پارکنگ کی طرف بڑھ گیا جہاں ارسم ان کا انتظار کر رہا تھا۔

OOOO

وہ کنفیوز سی الماری کے سامنے کھڑی تھی۔ راجہ اسے کہہ کر گیا تھا کہ آدھے گھنٹے میں تیار ہو جائے کہیں باہر جانا ہے۔ الماری کافی زیادہ ملبوسات سے بھری پڑی تھی۔ یہ سارے کپڑے اس کے آنے سے پہلے ہی الماری میں سیٹ کر کے رکھے گئے تھے۔

شاید راجہ اپنی مرضی سے لے کر آیا تھا۔ تمام لباس بہت خوبصورت تھے۔ وہ زیادہ تر جینز کے ساتھ شارٹ شرٹس یا فراکس ہی پہنتی تھی پر یہ سب شلوار قمیض اور لانگ فراکیں تھیں۔

اس نے گلابی رنگ کا لباس نکالا اور شیشے کے سامنے جا کر اپنے ساتھ لگا کر چیک کرنے لگی۔

وہ گلابی رنگ کی لمبی قمیض تھی جس کے بوٹ گلے دامن اور کھلے بازوؤں پر گلابی رنگ کی ہی نفیس سی کڑھائی ہوئی تھی۔ ساتھ میں تھوڑا ابھاری میچنگ دوپٹہ اور سادی شلوار۔ وہ لباس اسے بہت پسند آیا تھا۔

گھڑی پر نظر پڑتے اسے وقت کی قلت کا احساس ہوا تو تیزی سے باتھ روم کی طرف بڑھی۔

فریش ہو کر وہ باہر آئی تو راجہ اب تک نہ آیا تھا۔ وہ شیشے کے آگے کھڑی ہوتی تیار ہونے لگی۔

راجہ کہ کہنے پر اس کے لئے یوں سجتے اسے بہت شرم آ رہی تھی۔ میک اپ کو فائنل ٹچ دیتے اس نے دوپٹہ اٹھانے کی غرض سے بیڈ کا رخ کیا تو اس کی نظر اپنے موبائل پر پڑی۔

حاشر اسے بار بار کالز اور میسجز کر رہا تھا پر اس نے نہ تو کال اٹھائی اور نہ ہی اس کے کسی میسج کا جواب دیا۔

جب حاشر کے نکاح میں ہوتے اس نے نہ کسی غیر محرم کے متعلق سوچا نہ کسی سے رابطہ رکھا تو پھر راجہ کے نکاح میں ہوتے وہ کیوں کر حاشر سے رابطہ رکھتی۔

ہاں وہ اس کی پہلی محبت اس کا شوہر تھا۔ پر یہ "تھا" ہی ہر بات پر بھاری پر جاتا تھا۔ وہ جب تک راجہ کے نکاح میں تھی تب تک اس کی ساتھ وفادار رہنا چاہتی تھی پوری طرح سے۔

ابھی وہ ان ہی سوچوں میں گم تھی جب پیچھے سے دو مضبوط بازو اسے اپنے حصار میں لے گئے۔

"کیا سوچ رہی ہے میری رانی؟"

وہ اس کے گرد اپنا حصار مضبوط کرتا محبت بھرے لہجے میں پوچھنے لگا۔ اپنی گردن پر اس کی سانسوں کی تپش محسوس کرتے نوریہ تھرا اٹھی۔ وہ اسے یوں ہی باہوں میں لئے اس کا رخ اپنی طرف کر کے اس کی صبیح پیشانی کو اپنے ہونٹوں سے معتبر کر گیا جب کہ وہ آنکھیں بند کرتی اس عقیدت

بھرے لمس کو محسوس کرنے لگی۔اس نے راجہ سے جڑنے سے پہلے کہاں محسوس کی تھی لمس میں ایسی عقیدت!

"ماشاءاللہ!"

اس کے چہرے پر نظر پڑتے بے ساختہ اس کے منہ سے یہ کلمات نکلے تھے جنھیں سنتی نوریہ سرخ پڑ گئی۔

وہ مبہوت سا اس کے چہرے پر پھیلے خوبصورت رنگوں کو دیکھ رہا تھا۔کیا اس سے دلکش منظر بھی کوئی ہو سکتا تھا۔

"میں جب جب اپنی رانی کو دیکھتا ہوں تو واللہ دل بے ساختہ پکار اٹھتا ہے کہ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے!"

.کانوں میں پڑتی اس کی سر گوشی سنتے نوریہ کا دل بے تحاشہ دھڑکنے لگا تھا

"!بب۔۔ باہر جانے کا کہا تھا آ۔۔آپ نے"

وہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھتی فاصلہ بڑھانے کی ناکام سی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

"ابے یار! تجھے دیکھنے کے بعد تو راجہ اپنا آپ ہی بھول جاتا ہے یہ تو پھر بہت چھوٹی سی بات ہے۔

وہ اس کے گلے میں پہنے نیکلیس کے موتی کو چھیڑتا ہوا بولا۔

"پر میں باہر جانا چاہتی ہوں۔"

وہ اپنے دوپٹے سے بے پرواہ وجود پر اس کی بے باک نظریں محسوس کرتی ہوئی لاج سے بولی۔

"میری رانی کا ہر حکم سر آنکھوں پر!"

وہ اس کی آنکھوں کو چھوتا ہوا بولا۔

اس کے پیچھے ہٹتے ہی وہ جلدی سے بیڈ پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر کندھوں پر ڈال گئی۔ اس کی بوکھلاہٹ دیکھتا وہ قہقہہ لگا گیا اور الماری کے باہر لٹکے اپنے کپڑے پکڑ کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

وہ کپڑے بدلتا باہر آیا تو نوریہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔ کالی پینٹ پر کالی ہی شرٹ پہنے کھلے لمبے بالوں اور اپنے توانا وجود کے ساتھ وہ نوریہ کو کافی ہینڈ سم لگا۔

اس کی گھنی مونچھوں اور داڑھی سے اس کا آدھا چہرہ ڈھکا جاتا تھا۔ پر اس کی رنگت صاف تھی۔

وہ اس کی طرف مسکراہٹ اچھالتا شیشے آگے جا کھڑا ہوا اور آدھے بالوں کو جوڑے میں باندھنے لگا۔ بالوں سے فارغ ہونے کے بعد اس نے ڈریسنگ پر پڑے بینڈز کو اٹھا کا ایک ایک کرتے ہاتھ پر باندھا۔ پھر گلے میں چینز پہننے لگا جب وہ لب دباتی اس کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

"! یہ مت پہنیں آج پلیز"

بول تو چکی تھی پر ڈر بھی لگ رہا تھا کہ اس کی شامت نہ آ جائے۔

"! جو حکم میری رانی"

وہ سینے پر ہاتھ رکھتا اس کے آگے جھک کر عاجزی سے بولا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ پر اس کی ہنسی کی بریک تب لگی جب وہ ایک دم جھکتا اس کے گلابی گالوں پر لب رکھ گیا۔

"!بے شرم"

اس کا پیچھے ہوتے ہی وہ باہر کی طرف دوڑ لگا گئی جب کہ وہ اس کی حرکت پر قہقہہ لگا کر رہ گیا۔

"!میری معصوم محبت"

وہ محبت سے کہتا اس کے پیچھے باہر کی طرف چل دیا۔

وہ صحن میں آیا تو وہ تیار کھڑی تھی۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر گھر سے باہر نکل آیا۔ باہر نکل کر دروازہ بند کر کے تالا لگانے لگا جب کہ نوریہ گلی میں نظریں دوڑا رہی تھی۔

راجہ تالا لگانے کی بعد اس کے پاس آیا اور اس کی کندھے پر پڑی چادر اس کے سر پر ڈال دی۔

راجہ نہیں چاہتا کے اس کی رانی کے حسن پر کسی اور کی نگاہ تک پڑے۔ رانی" "کے تن اور من پر صرف راجہ کو حق حاصل ہے۔

اس کی شدت پسندی پر نوریہ جھرجھری لے کر رہ گئی۔

"ہم کہاں جارہے ہیں۔"

وہ اس کی بات ٹالتی ہوئی بولی۔

وہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے پیدل چل رہے تھے۔

"!جان جائے گی میری رانی اتنی جلدی بھی کیا ہے"

اس کی بات پر وہ سر ہلاتی اپنے سر سے پھسلنے والی چادر سہی کرنے لگی۔

گلی سے نکل کر وہ میں روڈ پر آ گئے جب اچانک ایک لڑکا سامنے آیا۔اس سے پہلے کہ وہ نوریہ سے ٹکراتا راجہ اسے تیزی سے اپنے ساتھ لگا گیا۔

"ابے سا*لے اندھا ہے کیا؟ دکھتا نہیں بے کیا تیرے کو؟"

وہ ایک دم اس لڑکے پر گرجنے لگا جب کہ وہ لڑکا راجہ کو دیکھتے گھگھیا گیا۔

"بھائی معاف کر دو بھائی۔ میں تو اپنے دھیان میں جا رہا تھا آپ کو اور بھابھی جی کو دیکھ نہیں پایا۔ معاف کر دو راجہ بھائی۔"

نوریہ حیرت سے اس لڑکے کو راجہ سے خوف کھاتا دیکھ رہی تھی۔

"تیری تو میں۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ اس لڑکے کو مارنے کے لئے اس کی طرف لپکتا نوریہ جلدی سے راجہ کا بازو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام گئی۔

"چھوڑ دیں پلیز!"

اس کی آنکھوں اور لہجے میں التجہ دیکھ کر راجہ کو خود پر غصّہ آیا۔

"پہلی فرست میں کھسک لے یہاں سے۔"

راجہ کے کہنے کی ہی دیر تھی کہ وہ لڑکا گدھے کے سر سے سینگھ کی طرح وہاں سے غائب ہوا جب کہ نوریہ تو بس اس کی پھرتی ہی دیکھتی رہ گئی۔

اپنے ہاتھ پر سخت گرفت محسوس کرتی وہ سر اٹھا کر راجہ کی طرف دیکھنے لگی۔
"چلیں؟"

اس کے پیار سے پوچھنے پر نوریہ بھی ہلکی سی مسکراہٹ چہرے پر سجاتی اثبات میں سر ہلا گئی۔

وہ دونوں سامنے کھڑی ٹیکسی میں بیٹھ کر ایک حسین دن منانے نکل پڑے۔

راجہ اسے لئے ایک ڈھابے پر آیا تھا جب کہ نور یہ حیرت سے ارد گرد کا ماحول دیکھ رہی تھی اس کے لئے یہ سب بالکل نیا تھا۔وہاں کرسیوں اور میز کی جگہ تخت پڑے تھے جن پر گاؤ تکیے رکھے گئے تھے۔

راجہ اسے لئے ایک تخت کی طرف بڑھ گیا۔وہ جوتے اتارتا اوپر ہو کر بیٹھا تو اس کی دیکھا دیکھی وہ بھی اپنا جوتا اتار کر بیٹھ گئی۔

اس پر نظر پڑتے ہی ایک آدمی تیزی سے ان کی طرف آیا۔

"سلام راجہ بھائی! کیسے ہیں آپ؟ کیا کھانا پسند کریں گے آج؟"

اس کے سوالوں سے نوریہ کو اندازہ ہوا کہ راجہ پہلے بھی یہاں آتا رہا ہوگا۔ اس نے یہ بھی نوٹ کیا تھا کہ اس آدمی نے ایک دفعہ بھی نوریہ پر نظر نہیں ڈالی۔ وہ راجہ کی طرف دیکھنے میں مگن تھی جواب آرڈر بتا رہا تھا اس آدمی کو۔

چند منٹوں بعد ہی دو لڑکے آئے اور ان کے آگے دستر خوان سجانے لگے۔ جب کھانا چنا گیا تو وہ لڑکے واپس چلے گئے جب کہ راجہ نوریہ کی طرف متوجہ ہوا۔

راجہ نے ایک پلیٹ میں فرائیڈ فش سجا کر اس کے آگے رکھی اور خود بھی اس کی طرف کھسک گیا۔

"کھانا شروع کرو میری رانی !"

وہ روٹی کے نوالے میں مچھلی کا ٹکرا رکھ کر پاس پیالی میں پڑی چٹنی میں وہ نوالا ڈبو کر اس کے منہ میں ڈال گیا۔

نوریہ اب تک الجھی ہوئی نظروں سے اسے ہاتھ سے مچھلی توڑتے دیکھ رہی تھی کیوں کہ اس نے ہمیشہ چھری کانٹے سے ہی مچھلی کھائی تھی وہ بھی کیچپ کے ساتھ۔ پر حیرت انگیز طور پر اسے اس طرح کھانا بہت اچھا لگا تھا۔ یہ مچھلی بہت ذائقہ دار تھی۔ اس نے خود سے اعتراف کیا کہ اسے آج تک مچھلی کھانے کا اتنا مزہ نہیں آیا جتنا اس وقت آ رہا تھا۔

وہ ایک نوالا اسے کھلاتا اور ایک خود کھاتا۔ وہ بھی مزے سے اس کے ہاتھ سے کھاتی جا رہی تھی۔ اس کی لئے یہ خوبصورت احساس بالکل نیا تھا۔ حاشر نے آج تک اسے اپنے ہاتھ سے ایک نوالا بھی نہ کھلایا تھا۔

راجہ کا یوں توجہ اور محبت سے کھلانا نوریہ کو بہت لبھا رہا تھا۔

"بس!"

اس کے بولنے پر راجہ سر ہلا گیا۔

"ہاں ٹھیک ہے ابھی میٹھا بھی تو کھانا ہے نا!"

اس کی بات پر نوریہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔ کیا اسے نہیں پتا تھا کہ وہ میٹھا نہیں کھاتی۔ اسے میٹھا پسند نہیں۔ پھر اسے یاد آیا کہ وہ کیسے جانتا ہو گا۔ وہ دونوں تو اب ملے تھے۔

وہ مسکراتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگی جو مٹی کی پیالی میں کھیر ڈال رہا تھا

.

"منہ کھولو شاباش۔ آں کرو جلدی سے۔"

. وہ بالکل بچوں کی طرح اسے پچکار رہا تھا

"پر مجھے نہیں پسند۔"

وہ ناک چڑھانے لگی۔

"دیکھنا بہت مزے کی لگے گی۔ منہ تو کھولو نا میری جان۔"

وہ چمچ اس کے منہ کی طرف بڑھا گیا۔

"صرف آپ کی وجہ سے کھا رہی ہوں۔"

وہ منہ کھول گئی پر جتانا ضروری سمجھا۔

"ہاں میں جانتا ہوں میری جان میری ہر بات مانتی ہے۔"

اس کے بات پر وہ خوشی سے سر ہلا گئی۔

پھر وہ اسے یوں ہی پچکارتا ساری کھیر کھلا گیا۔

کھانے کے بعد وہ اسے لئے سنیما کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا ہم مووی دیکھیں گے ؟"

اس کی بات پر وہ مسکرا کر اس کی طرف دیکھتا اثبات میں سر ہلا گیا۔

ٹکٹیں لینے کے بعد دونوں نے وہاں سے پاپ کارن لئے اور اپنی سیٹوں کی طرف بڑھ گئے۔

مووی شروع ہوئے پندرہ منٹ گزر چکے تھے پر دونوں کو مزہ نہیں آرہا تھا۔ اگلی سیٹ پر بیٹھے لوگوں پر نظر پڑتے ہی نوریہ کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

اس نے راجہ کے ہاتھ میں دبا اپنا ہاتھ چھڑوایا اور لگی اپنا کام کرنے۔

راجہ آنکھوں میں حیرانی لئے اسے دیکھ رہا تھا جو اگلی سیٹ پر بیٹھی عورت کے لمبے پیچھے لٹکتے بالوں کو ایک سیٹ چھوڑ کر بیٹھے انکل کے مفلر کے ساتھ باندھ

رہی تھی۔راجہ نے اسے منع کرنا چاہا تو وہ جلدی سے انگلی ہونٹوں پر رکھتی اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرنے لگی۔

اس کے اشارے پر راجہ فرماں برداری سے خود بھی ہونٹوں پر انگلی جما کر اچھے بچوں کی طرح بیٹھ گیا۔

اپنی کاروائی مکمل کرنے کے بعد وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے نکل آئی۔

مووی میں دلچسپی تو دونوں کی ویسے ہی ختم ہو چکی تھی۔

باہر آنے کے بعد ان دونوں نے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھا اور ایک دم ہنسنے لگے۔راجہ کی ہنسی تو کچھ سیکنڈ کے بعد ختم ہو چکی تھی پر نوریہ بے طرح ہنستی چلی جا رہی تھی جب کہ راجہ مبہوت ہوتا اس کے کھلکھلاتے

چہرے کی طرف دیکھ رہا ہے تھا جس کی آنکھوں میں ہنسنے کے باعث آنسو آ چکے تھے۔

وہ ایک دم جھکتا اس کی پیشانی کو اپنے لمس سے مہکا گیا۔

اس کو حرکت سے نوریہ کی ہنسی کو بریک لگی تھی۔وہ بالوں کو بلاوجہ کانوں کے پیچھے اڑستی کنفیوز سی یہاں وہاں دیکھنے لگی۔

راجہ پھر سے اس کا نازک ہاتھ اپنے فولادی ہاتھوں میں مضبوطی سے تھام گیا۔

چلو واک کرتے اس حسین موسم کو وہ انگریزی میں کیا کہتے "
"ہیں۔۔انجوآئے۔۔۔ہاں انجوائے کرتے ہیں۔

وہ اسے ساتھ لیتا قدم بڑھا گیا جب کہ اس کی بات پر وہ پھر سے ہنس دی۔

وہ دونوں اب مسکراتے ہوئے ہاتھوں میں پکڑے رنگین شربتی گولے کھاتے کھاتے آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

نوریہ نے اپنی زندگی میں اتنا انجوائے کبھی نہیں کیا تھا آج سے پہلے۔ اسے یہ سفر بہت حسین معلوم ہو رہا تھا۔ وہ جان گئی تھی کہ سفر کہاں حسین ہوتا ہے۔ سفر کو حسین تو آپ کا ہمراہی بناتا ہے۔ وہ یہ بھی جان گئی تھی کہ عورت دولت یا شہرت نہیں مانگتی۔ عورت محبت بھی نہیں مانگتی۔ عورت وقت اور عزت مانگتی ہے۔ جو نوریہ کو حاشر سے نہیں راجہ سے مل رہی تھی۔

وہ جانتی تھی کہ راجہ کے ساتھ اس کا وقت بہت قلیل گزرنے والا ہے پر وہ یہ بھی جانتی تھی یہ وقت یادگار رہنے والا ہے اس کے لئے۔ ہمیشہ!

جس وقت پرندے اپنے آشیانوں کو لوٹ رہے تھے اسی وقت وہ دونوں بھی ایک حسین دن ایک دوسرے کی سنگت میں گزارنے کے بعد گھر کو واپس لوٹے۔

oooooooooo

باسم کے ہمراہ وہ دونوں آفریدی ولا پہنچے۔ باسم نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا تو ارسم ارمش کو باہوں میں اٹھائے باہر نکلا۔ جتنا اس کا چہرہ پر سکون تھا اتنا ہی ارمش کا خوف زدہ۔ وہ اپنے ماں باپ اور بھائی کی علاوہ بس گھر کے ملازموں کے ساتھ ہی رہی تھی بچپن سے۔ کچھ اپنے ساتھ ہوئے حادثے خوف اور کچھ نئے لوگوں کا سامنا کرنے کا خوف اس کے چہرے پر صاف واضح تھا۔

وہ اسے یوں ہی اٹھائے دھیرے قدم اٹھاتا لاؤنج میں داخل ہوا تو سب وہیں براجمان تھے۔ ایشا آفریدی اور فریحہ آفریدی دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کی طرف بڑھیں تو ارمش خوف زدہ ہوتی ارسم کی گردن میں اپنا منہ چھپا گئی۔

سب کی سامنے اس کی حرکت پر ارسم بے بسی سے باسم کی طرف دیکھنے لگا جو اس کی حالت پر بہت مشکل سے اپنی مسکراہٹ چھپا رہا تھا۔

"ارسم بیٹا انہیں صوفے پر بٹھاؤ۔"

ایشا آفریدی کے کہنے پر وہ اسے لئے صوفے کی طرف بڑھ گیا۔

اسے احتیاط سے بٹھا کر وہ پیچھے ہونے لگا تو وہ تیزی سے اس کا بازو اپنے کمزور ہاتھوں میں جکڑ گئی۔ وہ اس کے آنسوؤں سے تر چہرے کو دیکھتا اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا اور دوسرا ہاتھ اس کے چہرے پر لے جا کر اس کے آنسو صاف کرنے لگا۔

ایشا آفریدی اس کے ساتھ جب کہ فریحہ آفریدی سامنے پڑے صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"اس پیاری سی گڑیا کا نام کیا ہے؟"

وہ اس کے چہرے کو پیار سے تھپتھپاتی ہوئی پوچھنے لگیں۔

ارسم کے اشارے پر وہ ڈرتے ڈرتے ان کی طرف دیکھنے لگی۔

"!ارمش"

وہ جواب دے کر پھر سے ارسم کی طرف منہ کر گئی۔

"ارے ہماری گڑیا کا تو نام بھی بہت پیارا ہے۔ ہے نا فریحہ ؟"

وہ اس کی طرف پیار سے دیکھتی فریحہ آفریدی سے بھی رائے لینے لگی۔

"جی بھابھی ارمش گڑیا تو بہت پیاری ہے۔"

ان کی مسکراتی آواز پر ارمش نے ان کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر اس کی طرف ہی دیکھ رہی تھیں۔ یہ جلدی سے نظریں پھیر گئی۔

بیٹا میں ارسم کی ماما ہوں اور اب سے آپ کی بھی ماما ہوں۔یہ فریحہ آفریدی" ہیں آپ کی چھوٹی امی۔اپنے بابا اور چھوٹے بابا سے تو مل چکی ہیں نا آپ۔اور "باسم بھائی سے بھی۔

ان کی نرم آواز پر وہ سر ہلا گئی۔

"!ارے ہماری بہن سے ہمارا تعارف تو کسی نے کروایا ہی نہیں سو بیڈ"

انجان آواز کی سمت میں ارمش نے دیکھا تو ایک خوب صورت سے لڑکی ایک چھوٹی بچی کو اٹھائے کھڑی تھی۔

مومل مناہل کو گود میں لئے اس کی طرف بڑھی اور جھک کر اس کے گلے لگ گئی۔

"ارمش سویٹی میرا نام مومل ہے۔ویسے تو میں ارسم بھائی کی چھوٹی بہن ہوں پر تم تو چھوٹی سی گڑیا ہو اس لئے میں تمہاری بڑی بہن ہوئی۔اور یہ ہے آفریدی ولا کی چھوٹی سی جان مناہل۔"

وہ مسکراتی اپنا تعارف کرواکر مناہل کو اس کے سامنے کر گئی جو اپنی گول مٹول آنکھیں پوری کھولے گھر میں ہونے والے نئے اضافے کو دیکھ رہی تھی۔

"مما شی ڈول (مما کیا یہ گڑیا ہے)؟"

مناہل کی معصومیت سے پوچھے گئے سوال پر سب ہنس دیے۔

"!جی میری جان یہ ڈول ہیں"

وہ اس گال چوم گئی۔

"کس کی؟"

اس کی آنکھوں میں اشتیاق کے ساتھ الجھن تھی۔

"!ارسم چاچو کی"

اس کے شرارت سے کہنے پر ارسم اسے گھور کر رہ گیا۔

ارسم کے پہلو میں بیٹھی ارمش بے یقینی سے آفریدی ولا کی مکینوں کے میٹھے لہجے اور نرم رویے دیکھ رہی تھی۔

"ارسم بیٹا ارمش کو روم میں لے جاؤ تھک گئی ہو گی بیٹھ بیٹھ کر۔"

ایشا آفریدی کے کہنے پر ارسم سر ہلاتا کچھ جھجھک کر اسے پھر سے باہوں میں بھر گیا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"مینو جان چلو ہم بھی اپنے روم میں چل کر کھیلتے ہیں۔"

پاس کھڑے باسم کو بری طرح نظرانداز کرتے وہ اس کے پاس سے گزر کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

اس کی جانے کے بعد وہ غصّے سے مٹھیاں بھینچتا اپنے کمرے میں آ گیا۔
کمرے میں آنے کے بعد وہ غصّے سے یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہا تھا۔

سمجھتی کا ہے خود کو؟ اسے کیا لگتا ہے کہ مجھے اس کے نظرانداز کرنے سے "

" ! کوئی فرق پڑتا ہے ! نہیں ! بالکل بھی نہیں

وہ شیشے میں نظر آتے اپنے عکس کو دیکھ کر بولتا یہ بھول گیا تھا کہ اس کا یہ حال اس کے نظرانداز کرنے کی وجہ سے ہی ہو رہا تھا۔

"میری بیٹی ! ہاں میری بیٹی پر کیسے حق جتاتی ہے۔ ابھی بتاتا ہوں۔"

وہ تیش میں اس کے کمرے کی طرف بڑھا۔ اپنے غصّے میں وہ یہ بھی بھول چکا تھا کہ کسی کے کمرے میں جانے سے پہلے دروازہ ناک کیا جاتا ہے۔

وہ دروازے کا ہینڈل پکڑ کر ایک دم دروازہ کھول گیا پر سامنے نظر آتے منظر پر اس کی نظریں ٹھہر سی گئی تھیں۔

ooooooo

ارسم اسے لیے کمرے میں داخل ہوا اور اسے نرمی سے بیڈ پر لٹایا۔ اسے بیڈ پر لٹانے کے بعد وہ دروازے کی طرف گیا اور آہستگی سے دروازہ بند کر دیا۔ وہ واپس بیڈ کی طرف آیا تو وہ آنکھیں موند چکی تھی۔ وہ اس کی بالکل قریب بیٹھ کر ہولے ہولے اس کا سر دبانے لگا۔ وہ محبت بھری نظروں سے اس کی معصوم چہرے کو دیکھ رہا تھا پر اس کی آنکھوں کی کونوں سے نکلتی نمی کو دیکھتے تڑپ گیا۔

"میری جان! کیا ہوا کہیں درد ہے کیا؟"

اس کی متفکر آواز پر وہ دھیرے سے آنکھیں وا کر گئی۔

"بتائیں سوفٹی! کہیں درد ہو رہا ہے کیا میری جان کو؟"

وہ اس کی گالوں پر پھیلی نمی کو اپنے ہاتھوں سے صاف کرتا اس کی ازیت بھری آنکھوں میں دیکھتا پھر سے پوچھنے لگا۔

اب کے وہ شرمسار ہوتی دھیرے سے سر ہلا گئی۔

"کہاں درد ہے؟ مجھے بتائیں آپ۔"

وہ اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں بھر گیا۔

"پپ۔۔۔ پیچھے کمر۔۔۔پر۔"

وہ اٹک اٹک کر بولی تو اس کی بات سنتے ہی وہ اسے کندھوں سے تھام کر بیٹھا گیا۔

وہ اس وقت ہسپتال کی مخصوص لباس میں تھی۔ سفید کھلی سی شرٹ اور پجامے میں اس کا نازک کمزور سا وجود چھپ سا گیا تھا۔

ارسم اس کے پیچھے آ بیٹھا اور اس کی شرٹ پکڑ کر دھیرے سے اوپر اٹھائی۔ وہ جھجھک رہا تھا پر اس کی کمر پر نظر پڑتے ہی وہ تڑپ اٹھا۔ اس کی روح لرز گئی تھی۔

کمر کے وسط سے لے کر نیچے تک سگریٹ سے داگے جانے کے نشان تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے جلتا ہوا سگریٹ بہت بری طرح مسلا گیا ہو۔ زخموں کے اوپر جلد بھی چھیلی ہوئی تھی۔

وہ سرخ ہوتی نم آنکھیں بند کر کے خود پر ضبط کرنے لگا۔ اس نازک وجود کی تکلیف محسوس کرتے اس کا کلیجہ مسلا جا رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ چہرے پر پھیر کر اپنے تاثرات پر قابو پایا اور وہاں سے اٹھ کر الماری کی طرف بڑھ گیا۔ وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں مرہم کی ڈبی تھی۔

بغیر ایک لفظ بھی بولے اس نے ارمش کو پیٹ کی بل لٹایا اور اس کی شرٹ کھسکا کر زخموں پر مرہم رکھنے لگا۔

"سسس!"

اس کا ہاتھ زخم پر لگتے ہی وہ سسک اٹھی۔

"!ریلیکس میری جان سب ٹھیک ہے۔ہو گیا بس"

وہ اسے پچکارتا نرمی سے اس کے زخموں کی مسیحائی کرنے لگا۔

مرہم لگ چکی تو وہ سائیڈ ٹیبل پر رکھتا خود ہاتھ دھونے باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔
وہ واپس آیا تو وہ نڈھال سی کروٹ کے بل لیٹی ہوئی تھی۔وہ اس کی مقابل بیٹھ گیا۔ابھی وہ بیٹھا ہی تھا کہ کمرے کا دروازہ ناک ہونے لگا۔

"!یس"

اس کی اجازت پر دروازہ کھلا اور ایشا آفریدی ہاتھوں میں ٹرے تھامے اندر داخل ہوئیں۔

"!ارے ماما آپ !آئیں نا پلیز"

وہ جلدی میں اپنی جگہ سے اٹھتا انہیں جگہ دے گیا۔

بیٹھی بیٹا میں تو اپنی بیٹی کے لئے سوپ بنا کر لائی تھی۔ تمہارے لئے کھانا" "بھی لائی ہوں کھالو کمرے میں ہی۔

اسے بتاتی وہ ٹرے بیڈ پر رکھ گئیں۔

ارمش اٹھنے کی کوشش کرنے لگی تو ارسم نے جلدی سے آگے بڑھ کر اسے سہارا دے کر بٹھایا۔

ایشا آفریدی بہت غور سے ارمش کے چہرے پر پھیلی پریشانی کو دیکھ رہی تھیں۔شاید وہ اب تک ان سے خوف زدہ تھی۔

"ارسم تم کھانا کھاؤ میں اپنی بیٹی کو خود سوپ پلاتی ہوں۔"

وہ ارمش کے گال پر ہاتھ رکھتی پیار سے بولی تو ارسم جی اچھا کہہ کر کھانا شروع کر گیا۔ایشا آفریدی ارمش کے قریب بیٹھ کر سوپ کی پیالے میں سے چمچ بھرتی اس کی منہ کے پاس کر گئیں۔ارمش فوراً ارسم کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

ارسم کی طرف سے مثبت اشارہ ملنے پر وہ آہستہ سے منہ کھول گئی۔

جب تک وہ سوپ ختم کرتی ارسم بھی کھانا کھا چکا تھا۔

ایشا آفریدی نے ارمش کا ماتھا چوما اور ارسم کو اس کا خیال رکھنے کی تاکید کرتی کمرے سے چلی گئیں۔

"!سس۔۔۔ سنیں"

وہ جھجھکتی ہوئی اس سے مخاطب ہوئی۔

"!جی سنائیں"

وہ مسکرا کر گویا ہوا .

"یہ آنٹی پیار کیوں کر رہی تھیں؟"

لہجے کے ساتھ آنکھوں میں بھی معصومیت بھری تھی۔

"کیوں کہ یہ آنٹی نہیں ماما ہیں۔ ارسم اور ارمش کی ماما۔ اور ماما تو پیار ہی کرتی ہیں نا۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر نرمی سے سہلانے لگا۔

"کیا سچ میں ماما پیار کرتی ہیں؟"

اس کی آنکھیں میں موجود حسرت ارسم کو بہت چبھی۔

"جی میری جان سچ میں۔ابھی دیکھا ناماما پیار کر رہی تھیں اور ارمش تو ہے ہی بہت پیاری اس لئے ارمش سے سب پیار کرتے ہیں۔"

اس کی بات سنتی ارمش کی آنکھوں میں اب اداسی چھا گئی۔

"سب تو نہیں کرتے۔"

اب کی بار آواز اتنی کم تھی کہ اس کی اپنے کانوں تک بھی نہ پہنچ پائی۔

"چلیں میری جان کچھ دیر سو جائیں اب آپ ریسٹ کریں۔"

وہ اسے احتیاط سے لٹا کر اس پر کمبل اوڑھ گیا اور اس کے پاس ہی بیٹھ کر ہولے ہولے اس کا سر تھپتھپانے لگا۔

جب اس کے سونے کا یقین ہو گیا تو اٹھ کر ٹیرس کی طرف بڑھ گیا تاکہ ضروری کالز کر سکے۔

ooooooo

جہاں آرا غم و غصّے سے پاگل ہو رہی تھی۔ اتنے دن گزر چکے تھے مگر ارمش کا کہیں پتا ہی نہیں چل پا رہا تھا۔ زین بھی مارا مارا پھر رہا تھا پولیس بھی ڈھونڈ رہی تھی۔ ابھی تو جہاں آرا کا شوہر اس سب سے لاعلم تھا کیوں کہ وہ ملک سے باہر تھا۔ نہ جانے جب اسے علم ہوتا تو کیا قیامت آتی۔

"زین کچھ پتا چلا؟"

وہ لاؤنج میں داخل ہوتے زین کی طرف لپکی۔

"نہیں ماما"

وہ تھکا ہارا آیا تھا آتے ہی صوفے پر گر کر آنکھیں بند کر گیا۔

"نہ جانے آسمان نگل گیا یا زمین۔"

وہ اسے ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک چکا تھا پر وہ نا جانے کہاں جا چھپی تھی کہ مل ہی نہ رہی تھی۔

"اب کیا ہو گا زین؟ کیسے ڈھونڈیں گے ہم اسے اب۔ اتنے دن گزر چکے اب تمہارے ڈیڈی بھی آنے والے ہیں۔"

وہ سر ہاتھوں میں گرا کر بیٹھ گئی تھیں۔

"میں ڈھونڈ لوں گا اسے۔ہاں ڈھونڈ لوں گا ضرور میں۔"

وہ آنکھیں مسلتا کوٹ کندھے پر ڈال کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

○○○○○○

وہ تیش میں اس کے کمرے کی طرف بڑھا۔اپنے غصّے میں وہ یہ بھی بھول چکا تھا کہ کسی کے کمرے میں جانے سے پہلے دروازہ ناک کیا جاتا ہے۔

وہ دروازے کا ہینڈل پکڑ کر ایک دم دروازہ کھول گیا پر سامنے نظر آتے منظر پر اس کی نظریں ٹھہر سی گئی تھیں۔

وہ دشمن جاں ہلکی نیلی پلازو پینٹ اور سفید ٹی شرٹ پہنے ہوئے تھے اور بالکل ایسی ہی ڈریسنگ اس کی بیٹی نے کی ہوئی تھی۔ مومل نے کمر کی دائیں طرف مناہل کو اٹھا رکھا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ مناہل کے گرد مضبوطی سے اسے پکڑے ہوئے تھا جب کہ دوسرے ہاتھ میں اس کا موبائل موجود تھا جس سے وہ دونوں سیلفیاں لینے میں مصروف تھی۔

اسے تو اپنی بیٹی پر حیرت ہو رہی تھی جو چوں چراں کیے بغیر بہت مزے سے پیارے پیارے پوز دے رہی تھی۔

"اف یہ لڑکی میری معصوم بیٹی کو بگاڑ رہی ہے۔"

وہ مومل کی حسین صورت دیکھتا بڑبڑا کر رہ گیا جب کہ اس کی بالوں کی آبشار پر نظر پڑتے باسم کا دل پھر سے بے خود ہونے لگا۔ لمبے بال تو ہمیشہ سے ہی باسم آفریدی کی کمزوری رہے تھے اور سامنے موجود مومل آفریدی اس کی نفرت کا پرچار کرنے کے باوجود باسم آفریدی کی دلی خواہش کو اپنے وجود کا حصّہ بنائے کھڑی تھی۔

"شی از آ ٹرو راپنزل (She is a true rapunzal)"

باسم آفریدی کے دل نے پھر سے سرگوشی کی تھی پر وہ ڈپٹ کر دل نامی فسادی کو خاموش کروا گیا۔

نظریں گھماتے مناہل کی نظر اس پر پڑی تو چہچہا اٹھی۔

"پاپا!"

اس کی پاپا کی پکار پر موحل آنکھیں گھما کر رہ گئی۔

"مینو میری جان! میرا اتنا سارا پیار کافی نہیں کیا جو تم اپنے ڈریکولا پاپا کو یاد کر رہی ہو ہاں اسی لئے نا تا کہ وہ اپنی سرخ آنکھوں اور منہ سے آگ نکال کر مجھے بھسم کر دیں۔"

وہ مصنوعی غصّے سے اسے گھورتی ہوئی بولی تو مینو کھلکھلا کر ہنس دی جیسے اس نے اس بات کو بہت انجوائے کیا ہو جب کہ دروازے کے پاس کھڑے باسم آفریدی کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔

وہ مٹھیاں بھینچتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کے سر پر پہنچ گیا۔

تو میں ڈریکولا ہوں وہ بھی آگ اگلنے والا۔انٹرسٹینگ !ویری"

" !انٹرسٹینگ

اس کی سرد آواز اپنے بالکل نزدیک محسوس کرتی مومل کا رنگ ایک دم بدلا تھا۔

"ج۔۔۔۔جی؟"

اس کے سوالیہ لفظ کو اقرار سمجھتے باسم کا میٹر ایک دم ہی شارٹ ہوا تھا۔وہ اس کے ہاتھ سے مناہل کو لیتا زمین پر اتار گیا۔

جاؤ میری جان باسم چاچو سے چاکلیٹ لے کر آؤ۔وہ لائے ہیں آپ کے"

" لئے۔

چاکلیٹ ملنے کی خوشی میں وہ سب کچھ بھولتی خوشی سے باہر کی طرف بھاگی۔ اس کی یوں بے وفائی پر مومل بچارگی سے منہ بنا کر رہ گئی۔

باسم کا دھیان کمرے سے نکلتی مناہل پر پاتے وہ تیزی سے باتھروم کی طرف بڑھنے لگی پر اس سے بھی زیادہ تیزی سے باسم آفریدی اسے اپنی طرف کھینچ گیا۔اس کے ایک دم جھٹکا دینے پر اس نے اس کے سینے پر ہاتھ جمائے بمشکل خود کو اس کے کشادہ سینے سے ٹکرانے سے روکا۔

دل کی دھڑکن رفتار پکڑ چکی تھی۔دھڑکنوں نے ادھم ہی مچا دیا تھا۔

"اب بتاؤ کیا کہہ رہی تھی مجھے تم؟"

وہ سخت نظریں اس کے چہرے پر گاڑے کھڑا تھا۔

"کک۔۔۔کچھ بھی تو نن۔۔۔۔ نہیں۔ہاں یاد آیا! میں آپ۔۔۔آپ کی تعریف۔۔۔ہاں تعریف کر رہی تھی۔"

گڑبڑا کر بولتی وہ آخر میں ہونٹوں کو زبردستی مسکراہٹ میں ڈھال گئی۔

"ہاں جھوٹ بولنا تو تمہارا محبوب مشغلہ ہے۔کیوں سہی کہہ رہا ہوں نا؟"

اس کی طنز سے بھرپور بات پر وہ تڑپ ہی تو اٹھی تھی۔جانتی تھی اس کی محبت کی اقرار کو جھوٹا کہہ رہا ہے۔

باسم جانتا تھا کہ ابھی وہ جواب دے گی کہ نہیں اس نے باسم سے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا۔

"جی سہی پہچانا آپ نے بالکل۔ نادان تھی ناتو کچھ بھی بول دیتی تھی جذبات میں آکر۔ بچکانہ جذبات یو نو!"

دل کے درد کو چھپاتی ہونٹوں پر مسکان سجائے بولی تو وہ اس قدر کاری وار سے بلبلا اٹھا۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا دروازے پر ہونے والی دستک نے دونوں کا دھیان اپنی طرف سمیٹا۔

"مومل بی بی نیچے فارن صاحب آچکے ہیں۔ چھوٹی بی بی کہہ رہی ہیں کہ ان کے ساتھ لنچ پر جانے کے لئے اگر آپ تیار ہو چکی ہیں تو نیچے آجائیں۔ وہ انتظار کر رہے ہیں۔"

ملازمہ فریحہ آفریدی کا پیغام دے کر وہاں سے چلی گئی۔

جب کہ مومل ایک دم کچھ سوچتی اپنا بازو اس کی گرفت سے چھڑوا گئی۔

"سوری آپ سے مزید بات نہیں کر سکتی کیوں کہ مجھے اپنے ہسبنڈ ٹو بی کے ساتھ لنچ پر جانا ہے۔"

دل جلاتی مسکان سمیت گویا ہوتی شیشے کی طرف متوجہ ہوئی تو دل کیا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ وہ تب سے اس حلیہ میں باسم کے سامنے کھڑی

تھی۔ شرم سے زمین میں گڑتی وہ بھاگتی ہوئی باتھ روم میں بند ہوئی جب کہ اس کی آخری بات پر اس کا خون کھول اٹھا۔

غصّے سے بھناتا وہ کمرے ص س نکل گیا۔ اب اس کا رخ ڈرائنگ روم کی طرف تھا۔

OOOO

وہ فاران سے ملتا اس کے سامنے صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھا تھا۔ اسے یہ فاران نامی بلا سے اچھی وائیبز نہیں آرہی تھیں۔ پتا نہیں اس کے گھر والے اس قدر ماڈرن کیوں ہو گئے تھے کہ اکیلی جوان لڑکی کو ایک انجان مرد کے ساتھ بھیج رہے تھ۔ بیشک دونوں کا رشتہ طے ہو چکا تھا پر فاران کو وہ اتنی اچھی طرح بھی نہ جانتے تھے کہ اس کے کہنے پر اپنی بیٹی کو چپ چاپ اس کے ساتھ بھیج دیں۔

اسے رہ رہ کر اپنے گھر والوں پر غصہ آ رہا تھا پر اس کے پاس ایسا کوئی حق محفوظ نہیں تھا جو اس کو روک پاتا۔

"السلام علیکم!"

مومل کی آواز پر وہ چونک کر اپنی سوچوں سے باہر آتا اس کی جانب دیکھنے لگا

کچے پیلے رنگ کی لونگ شرٹ اور کیپری پر ہم رنگ دوپٹہ ایک کندھے پر رکھے لمبے بالوں کو جوڑے میں قید کیے ہلکے سے میک اپ میں وہ حسین ترین لگ رہی تھی۔اسے دیکھتے ہی فاران ٹرانس میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہا تھا۔وہ اس کی خوب صورت سراپے سے نظریں نہیں ہٹا پا رہا تھا جسے دیکھتے باسم بے چین ہونے لگا۔

وعلیکم السلام! کیسی ہیں آپ؟"۔"

اس کے پوچھنے پر وہ مسکراتی ہوئی سر ہلا گئی۔

"چلیں؟"

اس کی پوچھنے پر وہ پھر سے سر ہلاتی باہر کی طرف بڑھ گئی تو وہ بھی باسم سے ہاتھ ملتا اس کے پیچھے چل دیا۔

باسم اپنا ماتھا مسلتا وہیں صوفے پر بیٹھ گیا۔

اسے وہاں بیٹھے گھنٹہ ہو چکا تھا۔دل کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔اسے یہ سب اچھا نہیں لگ رہا تھا۔اسے سامنے سے مناہل آتی دکھائی دی تو اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔وہ جلدی سے مناہل کو اپنی گود میں اٹھا گیا۔

"پاپا! میلی ماما تہاں؟"

وہ روہانسی آواز میں بولی تو اس کے منہ سے مومل کے لئے ماما کا لفظ سن کر نا جانے کیوں پر دل دھڑکا ضرور تھا۔

"بیٹا وہ تو میری جان کو اکیلا یہاں چھوڑ کر ایک گندے انکل کے ساتھ چلی گئی۔"

اس سے توقع کے عین مطابق وہ زور و شور سے رونا شروع ہو چکی تھی۔ بغیر اسے چپ کروائے اس نے جیب سے موبائل نکال کر جلدی سے مومل کے نمبر پر کال ملائی۔ پہلی بیل پر ہی کال اٹھالی گئی تھی۔

"کہاں ہو تم اور کب تک واپس آؤ گی۔ اسی لئے میں اپنی بیٹی کو تمہارے نزدیک نہیں آنے دیتا تھا کیوں کہ تمہارے دل میں تو محبت صرف کچھ عرصے کے لئے جاگتی ہے اور تم پھر سے سب بھول جاتی ہو۔ پر تم نے میری ایک بھی نہ سنی اور میری بیٹی کو اپنے قریب کر لیا۔ اب اسے اپنا عادی بنا کر خود سیر سپاٹے پر نکل گئی ہو۔"

وہ موبائل کان سے لگاتا شروع ہو چکا تھا جب کہ اس کی باتیں سنتی مومل دھک سے رہ گئی۔

وہ باسم کو چڑانے کے لئے فاران کے ساتھ گھر سے نکل تو آئی تھی پر اب سخت پچھتا رہی تھی۔ بھلا باسم کو کیا فرق پڑتا اس سب سے۔ اپنی بیوقوفی پر جی بھر کے تاؤ آرہا تھا۔ زیادہ ملال تو اس بات کا تھا کہ مناہل کو اکیلا چھوڑ آئی تھی گھر پر۔

راستے میں اس کے اور فاران کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی پر اس کی گہری نظریں خود پر پاتے وہ جھنجھلا سی گئی تھی۔ عجب سنکی بندہ تھا!

ریسٹورنٹ پہنچ کر وہ پہلے سے ریزرو ایک ٹیبل پر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔

مومل کا سامنے بیٹھے بندے میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا پر سامنے بیٹھے بندے کا سارا انٹرسٹ صرف مومل میں ہی تھا۔

ابھی ان کی بات پکی نہ ہوئی تھی بلکہ دونوں گھر والوں کا کہنا تھا کہ پہلے دونوں بچے ایک دوسرے کو مل کر جان لیں تب ہی بات آگے بڑھائی جائے۔اسی لئے وہ دونوں آج ایک ساتھ یہاں موجود تھے۔لنچ آرڈر کرنے کے بعد فاران موмل سے اس کی پسند ناپسند کے متعلق چھوٹے چھوٹے سوال پوچھنے لگا جن کے وہ بیزاری سے جواب دے رہی تھی۔

جیسے ہی ٹیبل پر پڑا اس کا موبائل بجا وہ نام دیکھے بغیر جلدی سے موبائل اٹھا کر کان سے لگا گئی پر مقابل کی آواز اور باتیں سن کر وہ دھک سے رہ گئی۔رہی سہی کسر پیچھے سے آتی مناہل کی روتی آواز نے پوری کر دی تھی۔

وہ بغیر کوئی جواب دیے تیزی سے اپنا بیگ پکڑتی وہاں سے اٹھی وار باہر نکلتی چلی گئی جب کہ فاران اسے آوازیں دیتا رہ گیا۔وہ بھی جلدی سے پیسے ٹیبل پر رکھتا اس کے پیچھے لپکا پر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی وہ رکشے میں بیٹھی وہاں سے چلی گئی جب کہ اس کی حرکت پر وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔

وہ گھر پہنچی تو مناہل لاؤنج میں باسم کے پاس منہ بسور کر بیٹھی تھی۔اسے دیکھتی وہ تیزی سے اس کی طرف بھاگی۔

مومل نے اسے اپنی باہوں میں بھینچے اس کے پھولے پھولے گالوں پر زور دار قسم کے بوسے دے جس پر مناہل ہنستی ہوئی اس کی گردن میں منہ چھپا گئی۔اس نے سامنے بیٹھے باسم کو اگنور کیا اور مناہل کو اٹھائے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

باسم صوفے پر پر سکون انداز میں بیٹھا ان دونوں کی طرف دیکھ رہا جہاں مناہل منہ بسورتے ہوئے مومل سے شکایت کر رہی تھی جس کہ جواب میں یہ اسے گدگدا کر کھلکھلانے پر مجبور کر رہی تھی۔دھیرے دھیرے وہ دونوں اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔

رات نوریہ کافی تھک چکی تھی اسی لئے گھر آتے ہی سو گئی۔اب اس کی آنکھ کھلی تو اکیلی ہی بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔اس نے سامنے دیوار پر ٹنگی گھڑی میں وقت دیکھا تو نو بج چکے تھے۔

بالوں کو جوڑے میں لپیٹ کر وہ بیڈ سے اتری اور پاس پڑے سلیپرز پہن کر باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔اس نے ایک نظر اپنے بند موبائل پر ڈالی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔لاؤنج میں آتے ہی اسے کچن سے کھٹر پٹر کی آوازیں آنے لگی تو وہ متجسس ہوتی کچن کی طرف بڑھ گئی۔

سامنے نظر آتے منظر کو دیکھ کر اس کی آنکھیں پھیل گئیں جہاں راجہ کھڑا کھڑا ناشتہ بنا رہا تھا۔کالی شرٹ کے بازو فولڈ کے گھٹنوں سے پھٹی ہوئی کالی ہی پینٹ پہنے اور بالوں کی پونی بنائے وہ بہت تیزی سے ہاتھ میں موجود باؤل میں موجود انڈہ پھینٹ رہا تھا۔انڈہ اچھی طرح پھینٹ کر اس نے چلھے پر

موجود فرائے پین میں ڈالا اور دوسرے چلھے پر موجود ساس پین اتار کر اس میں پکتی چائے شلف پر پڑے بڑے بڑی کپوں میں انڈیلنے لگا۔

انڈہ جب سہی طرح پک چکا تو اس نے شیشے کی پلیٹ اٹھائی اور چمٹے سے انڈہ اتار کر نفاست سے اس پلیٹ میں رکھا۔ یہ سارا کام ختم کرنے کے بعد اس نے نوریہ کو اٹھانے کی غرض سے باہر کی طرف رخ کیا تو اسے دروازے میں ایستادہ پایا۔

اسے دیکھتے ہی راجہ کے سنجیدہ چہرے پر جیسے سو واٹ کا بلب جل اٹھا۔

"اٹھ گئی میری رانی۔"

وہ کہنے کے ساتھ آگے بڑھتا اس کا ماتھا چوم گیا۔

"جج۔۔۔جی۔"

وہ سرخ پڑتی سر جھکا گئی۔

"میں ناشتہ بنا چکا ہوں۔ باہر تو سردی ہے اندر بیڈ پر ہی جا کر بیٹھو میں ناشتہ لگاتا ہوں۔"

وہ اس کا سرخ پڑتا گال تھپتھپا کر بولتا پیچھے ہٹ کر برتن اٹھانے لگا۔

میں ہیلپ کروں پلیز؟"۔"

اس کے پوچھنے پر وہ مڑ کر اسے دیکھنے لگا جو کنفیوز سی انگلیاں مڑوڑ رہی تھی۔

نہیں میری رانی! آج کے دن اس غلام کو موقع دو اپنی خدمات کا۔اس کے "

"بعد یہ گھر تمہیں ہی تو سنبھالنا ہے۔

اس کی مسکرا کر کہنے پر وہ سر ہلاتی وہاں سے نکل آئی۔

"ایک تو اس آدمی کے ڈائلا گز! بندہ فضول میں ہی خفت زدہ ہو کر رہ جاتا۔"

وہ بڑبڑا کر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

ناشتہ بے حد مزے کا بنا تھا۔راجہ نے اتنے پرفیکٹ پراٹھے بنائے تھے کہ نوریہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں وہ پراٹھے دیکھ کر۔وہ تو اتنے گول اور پرفیکٹ پراٹھے بنانے کا صرف خواب ہی دیکھ سکتی تھی۔اس نے کہاں کیے تھے کبھی ایسے کام۔

ناشتہ کرنے کے بعد راجہ اسے لئے چھت پر چلا آیا. ٹھنڈے موسم میں ایسی چمکیلی دھوپ کا نکل آنا بھی نعمت ہی ہوتا ہے۔

وہ دونوں چھت پر موجود چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ نوریہ بہت اشتیاق سے اس پاس موجود گھروں کی چھتوں پر نظر ڈال رہی تھی۔ کچھ لوگ ان ہی کی طرح چھت پر بیٹھے دھوپ سے لطف اندوز ہورہے تھے تو کچھ عورتیں کپڑے دھو کر سوکھنے کے لئے دھوپ میں ڈال رہی تھیں۔ نوریہ کے لئے یہ ماحول نیا مگر دلچسپ تھا۔

اپنے ہاتھ کو مضبوط گرفت میں پاتے اس نے گردن موڑ کر راجہ کی طرف دیکھا تو اس کی محویت دیکھ کر وہ نظریں جھکا گئی۔ وہ اس قدر گہری نظروں سے دیکھتا تھا کہ اس کی نظریں نوریہ کو خود میں گڑتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔

"میری طرف دیکھو میری رانی!"

اس کی گھمبیر آواز پر وہ جھجھکتی ہوئی دھیرے سے گالوں پر سجدہ ریز پلکیں اٹھا گئی پر اس کی بولتی ہوئی نگاہوں کی تاب نہ لاتے پھر سے لرزتی پلکیں گرا گئی۔اپنی شہادت کی انگلی اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر اس کا چہرہ اٹھاتا وہ اس کی لرزتی ہوئی پلکوں پر پھونک مار گیا۔وہ اپنی سنہری آنکھیں زور سے مینچ گئی۔

وہ دھیرے سے اس کے بلکل نزدیک کھسک آیا۔وہ جھجھکتی ہوئی پیچھے ہٹنے لگی تو وہ اس کی کمر کے گرد اپنا بازو لپیٹتا اسے اپنی طرف کھینچ گیا۔وہ دونوں میں فاصلہ رکھنے کے لئے تیزی سے اپنا نازک ہاتھ اس کے سینے پر جما گئی۔

"سب دیکھ رہے ہوں گے۔"

اس کا اشارہ آس پاس موجود گھروں کی چھتوں کی طرف تھا۔

"راجہ کسی کے باپ سے بھی نہیں ڈرتا۔تم کیوں اتنا ڈرتی ہو۔"

ایک بازو نے اس کی نازک کمر کو جکڑ رکھا تھا جب کہ دسرے ہاتھ کی انگلی سے اس کو خم دار پلکوں کو چھوتا وہ اس کے ہوش اڑانے لگا .

"نن۔۔ نہیں تو۔ میں۔۔۔۔ میں کیوں ڈرنے لگی۔"

وہ خود کو مضبوط ثابت کرنے لگی پر لرزتی ہوئی آواز نے ساتھ نہ دیا۔

"مالٹے کھاؤ گی؟"

ایک دم اس کی بات بدلنے پر وہ آنکھیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"رکو میں بس یوں گیا اور یوں آیا۔"

اس کے گال پر چٹکی بھرتا وہ نیچے چلا گیا جب کہ اس کی حرکت پر وہ پھر سے سرخ پڑ گئی۔

پانچ منٹ بعد وہ واپس آیا تو وہ دونوں پاؤں اوپر کر کے ایزی ہو کر بیٹھی تھی۔

اس نے ہاتھ میں موجود tokri درمیان میں رکھی اور خود بھی پاؤں اوپر کر کے اس کے مقابل بیٹھ گیا۔

ٹوکری میں مالٹوں کے اوپر پڑی پلیٹ اٹھا کر سائیڈ پر رکھی۔

"چلو ریس لگاتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کون زیادہ مالٹے چھیلتا ہے۔"

وہ دونوں بازو اوپر چڑھا کر بولا تو وہ بھی پر جوش ہوتی تیزی سے سر ہلا گئی۔

"تھری۔۔۔ٹو۔۔۔ون۔۔۔۔گو"

نوریہ کے کہتے ہی دونوں نے تیزی سے مالٹے چھیلنے شروع کردیے۔

نوریہ بہت نفاست سے ایک ایک مالٹا چھیل رہی تھی جب کہ راجہ تیزی سے ہاتھ چلاتا آگے بڑھ رہا رہا۔

"میں جیت گیا۔"

سارے مالٹے چھیلے گئے تو وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر چہکا۔

نوریہ جس کا پورا دھیان اپنے ہاتھ میں پکڑے مالٹے کو چھیلنے کی طرف تھا اس کی فتح کی اعلان پر اس نے راجہ اور اس کے چھیلے گئے مالٹوں پر گیا تو اس کا منہ صدمے سے کھل گیا۔

یہ کیا کیا آپ نے۔مالٹوں کو چھیلنے کی بات ہوئی تھی انھیں زخمی کرنے کی"

"نہیں۔آپ نے تو بے چارں کو شدید زخمی کر دیا۔

اس کی آواز میں بھی صدمہ تھا۔

میری جان بات تو مالٹے چھیلنے کی ہوئی تھی نہ کہ نفاست کی۔ تمہیں کس "

" نے بولا تھا کہ اس قدر محبت سے چھیلو۔

اس کی چڑاتی ہوئی آواز پر وہ منہ بسور کر رہ گئی۔

"!آپ کتنے بڑے چیٹر ہیں راجہ "

وہ اسے شرم دلاتی بولی۔

اف یار! تمہارے منہ سے اپنا نام سن کر کس قدر اچھا لگتا ہے مجھے اگر تم "

جان جاؤ تو باخدا منہ چھپاتی پھرو گی۔ تمہارے یہ نرم و نازک سے لب جب

میرے نام میں ڈھلتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے خوش نما پھول جھڑ

رہے ہوں۔ یا جیسے خوش رنگ تتلیاں ارد گرد اڑتی پھر رہی ہوں۔ جی چاہتا

" ہے کہ تمہارے یاقوتی لبوں سے اپنا نام چن کر خود میں جزب کر لوں۔

اس کی گھمبیر تا لئے خوب صورت آواز میں بولے جانے والے الفاظ نوریہ کی

جان لبوں پر لے آئے تھ وہ لال گلابی ہوتی چہرہ ہاتھوں میں چھپا گئی۔

"!میری جان "

وہ اس کے ہاتھ پیچھے کرتا اس کے ماتھے پر بوسہ دے گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی پیش قدمی کرتا نیچے داخلی دروازہ بری طرح دھڑ دھڑایا گیا۔

راجہ بدمزہ ہوتا پیچھے ہٹا۔

"میں دیکھتا ہوں کون ہے۔"

اس کے بتانے پر وہ یوں ہی سر جھکا کر اثبات میں سر ہلا گئی تو وہ نیچے کی طرف بڑھ گیا۔ نیچے آکر راجہ نے دروازہ کھولا تو سامنے موجود شخص کو دیکھتے اس کے تاثرات ایک دم تن گئے۔

oooo

مومل اس وقت آئینے کے سامنے بیٹھی اپنے بال سنوار رہی تھی۔ سامنے نظر آتے اپنے عکس پر نظریں جمائے وہ کہیں اور ہی گم تھی۔

"کاش روزینہ ان کی زندگیوں میں کبھی آئی ہی نہ ہوتی۔"

یہ وہ بات تھی جو کئی سالوں سے مومل کے دماغ میں آتی رہتی تھی۔ اسے روزینہ سے نفرت تھی جس نے باسم کو اس سے چھین لیا۔ پر یہ نفرت بھی

اس دن اپنی موت آپ ہی مر گئی جس دن اسے احساس ہوا کہ باسم آفریدی تو کبھی اس کا تھا ہی نہیں۔ وہی بس اس کے پیچھے پاگل تھی۔

بچپن میں لڑائی کے بعد ایک دوسرے سے کہا کرتے تھے کہ لڑائی لڑائی معاف کرو اللہ کا گھر صاف کرو۔ تب اس بات کا اتنا شعور نہیں تھا پر اب پتا چلا کہ یہاں اللہ کے گھر سے مراد بیت المقدس نہیں بلکہ انسان کا دل ہے۔ اللہ کے گھر کو حسد اور بغض کے اندھیرے میں ڈبو کر ہم اپنی زندگی میں اجالے کی امید کس بنا پر رکھ سکتے ہیں۔ اللہ کا قرب چاہیے تو اپنے دل کو ایک دوسرے کے لئے حسد، بغض اور نفرت سے پاک کرنا پڑے گا۔

یہ سب سوچ کر مومل کے دل میں روزینہ کی لئے کسی قسم کا کوئی جذبہ نہ بچا تھا۔

کچھ سوچ کر وہ اٹھی بیڈ پر پڑا دوپٹہ شانوں پر ڈالا اور لاؤنج کی طرف بڑھ گئی۔

باسم، ارسم ایشا آفریدی اور فریحہ آفریدی بیٹھے چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ مناہل اور ارمش سو رہی تھیں۔

وہ جا کر ایشا آفریدی اور فریحہ آفریدی کے درمیان بیٹھ گئی۔ اسے ایک نظر دیکھنے کے بعد باسم اپنے موبائل میں گم ہو چکا تھا۔

"ماما مجھے آپ سے بات کرنی تھی۔"

وہ ایشا آفریدی کے کندھے پر سر کر بیٹھی تو وہ اس کا ماتھا چوم گئیں۔

"ہاں بولو! ضرور کوئی پھلجھڑی ہی چھوڑنی ہو گی۔"

ان کی بات پر وہ شکایتی نظروں سے سے ایشا آفریدی کی طرف دیکھنے لگی۔

دیکھ رہی ہیں نا اپنی دیورانی کی طرف۔ مجھے تو لگتا ہے میں ان کی سگی اولاد ہی نہیں۔ سہی سہی بتائیں کہیں آپ نے مجھے بچپن میں ان کو گود میں تو نہیں ڈال دیا تھا۔"

اس کی بات پر جہاں فریحہ آفریدی کی تیوری چڑھی وہیں ایشا آفریدی اور ارسم آفریدی ہنس دیے۔

نہیں چڑیل تم ہماری بہن بلکل بھی نہیں بلکہ ہم تمہیں کچرے کے ڈھیر "
سے اٹھا کر لائے تھے. ہم تو دو بھائی تھے پر چھوٹی امی کی کوئی اولاد نہیں تھی
". اس لئے تمہیں انہوں نے رکھ لیا

ارسم کے چڑانے پر وہ رونی صورت بنا گئی۔

ارسم بھائی آپ تو بس مجھ سے جلتے ہی رہیئے گا۔آپ سے زیادہ پیار مجھے جو "
" ملتا ہے۔اسی لئے جلتے ہیں آپ۔

اس کی کڑھنے پر وہ قہقہہ لگا دیا۔

"میری جان تم چھوڑ و اسے یہ بتاؤ تم کیا بات کرنے والی تھی اپنی ماما سے۔"

ایشا آفریدی کے پوچھنے پر وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

بڑی ماما مجھے یہ کہنا تھا کہ ۔۔۔۔۔۔ میں شادی کے لئے تیار ہوں۔آپ "
" فاران کی فیملی کو ہاں کر دیں۔مجھے پسند ہیں وہ۔

اس کی بات پر وہاں بیٹھے سب افراد کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا کہ سب ہی جانتے
تھے اس کی دلچسپی اس رشتے میں بلکل سفر ہے۔

"پر تم تو کہہ رہی تھی کہ انکار کر دیں ہم۔"

فریحہ افریدی بالآخر بول پڑیں۔

جی لیکن اب میں ہی کہہ رہی ہوں کہ مجھے یہ رشتہ منظور ہے آپ ہاں کر" دیں۔

وہ اپنا جواب سناتی وہاں سے اٹھ گئی۔

"پر مجھے یہ رشتہ بلکل بھی منظور نہیں۔"

باسم افریدی کی سنجیدہ آواز نے اس کے بڑھتے قدم روکے۔

آپ کو شادی کرنی ہے کیا؟ نہیں نا۔ تو برائے مہربانی اپنا فرمان اپنے پاس" "سنبھال کر رکھیں۔

اس کی بات پر وہ لب بھینچ کر رہ گیا پر دل ہی دل میں اس کی ہمت کو داد دینا نہ بھولا جو باسم آفریدی کو اس طرف جواب دے رہی تھی۔

اپنی بات کہہ کر وہ ایک پل وہاں نہ رکی اور تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

کمرے میں آکر بیڈ پر گرتی وہ بے طرح رو دی۔ کتنا مشکل ہوتا ہے اپنی محبت سے دستبردار ہونا یہ اسے آج پتا چلا تھا۔

محبت سے دستبرداری تپتے ہوئے کوئلوں پر ننگے پیر چلنے کے برابر تکلیف دہ ہوتی ہے یا پھر اس سے بھی زیادہ روح فرسا۔

دروازے کی ہینڈل گھومنے کی آواز پر وہ تیزی سے اٹھ بیٹھی اور اپنے آنسو صاف کرنے لگی۔

دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز پر اس نے دروازے کی طرف دیکھا تو وہ دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں پھنسا کر کھڑا سرد نظروں سے اسے دیکھنے میں مصروف تھا۔

اس کی آنکھوں کے سرد پن کو محسوس کرتے اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ پیدا ہو گئی۔

اس نے نامحسوس انداز میں اپنے گلے میں پڑا دوپٹہ درست کیا۔

"کیا لینے آئے ہیں آپ یہاں میرے کمرے میں؟"

اس کے پوچھنے پر وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اس کی طرف بڑھنے لگا۔ اسے اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر وہ بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس سے چار قدم کے فاصلے پر رک کر وہ اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگا جو اس کے سامنے تن کر کھڑی تھی۔ اسے اس کے انداز پر سچ میں حیرت ہو رہی تھی پر وہ کہاں جانتا تھا کہ عورت جب ٹوٹ کر دوبارہ واپس جڑتی ہے تو اس میں چٹان سے بھی زیادہ مضبوطی آن سماتی ہے۔

"! بڑی دلیر ہو گئی ہو"

! پتا نہیں طنز تھا یا تعریف

"! آپ ہی تو چاہتے تھے کہ بہادر بنوں میں۔ تو بن گئی بس"

وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے جیسے مقابلے کے لئے کھڑی تھی۔

"بہت مانتی ہو مجھے کیا؟"

اس کے پوچھنے پر وہ استہزائیہ ہنس دی۔

"نہیں! اپنے فائدے کی باتوں پر عمل کرتی ہوں بس۔"

وہ کہتی ایک قدم مزید پیچھے ہو گئی۔

"مطلب خود غرض ہو اب تک۔ ہمیشہ کی طرح۔ *

"جی بالکل۔ آپ کی ہی کزن ہوں۔"

.اس کی بات اور انداز پر وہ مٹھیاں بھینچ کر خود پر ضبط کرنے لگا

"رشتے کے لئے اقرار کی وجہ بتاؤ۔ کل تک تم اس رشتے سے انکاری تھی اور آج اس لڑکے سے ایک ہی ملاقات کے بعد ایسا کیا جادو ہو گیا کہ تمہارا انکار اقرار میں بدل گیا۔"

اس کی بات پر توہین کے احساس سے مومل کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

"مائنڈ یور اون بزنس پلیز! میں نے کسی کو اتنا حق نہیں دیا کہ میرے پرسنلز میں انٹرفیئر کرے۔"

دل کر رہا تھا پھوٹ پھوٹ کر رو دے پر اس ستمگر کے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔

انٹرسٹنگ! ویری انٹرسٹنگ! چلو پھر دیکھ لیتے ہیں مس مومل کہ کون کس کی پرسنلز میں انٹرفیئر کرتا ہے اور کس حد تک کرتا ہے۔ جسٹ ویٹ اینڈ واچ!"

وہ اٹل لہجے میں کہتا دو قدم آگے بڑھ کر اس کے گال کو چھوتے بالوں کی لٹ کو پھونک مار گیا پھر سیٹی کی دھن بجاتا پینٹ کی جیبوں میں دوبارہ ہاتھ اڑسے باہر کی طرف بڑھ گیا جب کہ وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

وہ اس بندے کی سوچ کو سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ نہ جانے کیا چاہتا تھا اب جو ایسی حرکتیں کرتا پھر رہا تھا اب۔

○○○○○○

ارسم کمرے میں واپس آیا تو وہ اٹھ کر بیٹھ چکی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ ایک دم ڈر کر دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ ارسم نے بغور اس کے چہرے کے بدلتے رنگوں کو دیکھا تھا۔

"اٹھ گئیں میری جان آپ؟"

وہ نرم مسکراہٹ چہرے پر سجائے اس کے سامنے آن بیٹھا۔

"جی۔"

وہ کہتی انگلیاں مڑوڑنے لگی۔

"کچھ کہنا چاہتی ہیں کیا؟"

اس کے نرمی سے پوچھنے پر اس کی غزالی آنکھوں میں نمی جما ہونے لگی پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ نمی آنسوؤں کی شکل میں گالوں پر پھسلنے لگی۔

اسے یوں روتے دیکھ کر وہ تڑپ کر اس کے مزید قریب ہوتا اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام گیا۔

"آپ مجھے پریشان کر رہی ہیں سوفٹی! بتائیں تو سہی کہ کیا پریشانی ہے۔"

"ہسبنڈ! مجھے واش روم جانا ہے۔"

اس کی آواز میں شرمندگی اور بے بسی محسوس کرتا وہ نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔

آپ بس اتنی سی بات کے لئے رو رہی تھیں اور میں اتنا پریشان ہو گیا کہ نا"

"جانے ایسے کون سی بات ہے جس نے میری چھوٹی سی جان کو رلا دیا۔

وہ نفی میں سر ہلا کر کہتا آگے بڑھ کر اسے باہوں میں بھر گیا۔

اسے باتھ روم کے باہر کھڑے ہو کر اس نے پہلے وہیں اپنا جوتا اتارا اور پھر اسے زمین پر کھڑا کر گیا۔ اسے کھڑا کرنے کے بعد وہ جھک کر اس کے پاؤں میں اپنے جوتے پہنانے لگا جب کہ وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہاں مرد کا ایسا روپ پہلے دیکھا تھا۔

"آپ فریش ہو کر آجائیں میں یہیں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔"

اس کے لفظ فریش پر وہ ناسمجھی سے اس کی طرف دیکھنے لگی پر پھر سر ہلا کر اندر چلی گئی۔

فارغ ہو کر باہر آئی تو وہ وہیں دروازے کے باہر کھڑا موبائل میں بزی تھا۔ اسے دیکھ کر اس نے موبائل جیب میں رکھا اور اسے پھر سے باہوں میں بھر گیا۔

اسے بیڈ پر بٹھا کر اچھے سے بلینکٹ سے کوور کرنے کے بعد جوتا پہن کر خود ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔ بیڈ کی طرف واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ہیئر برش موجود تھا۔

وہ آکر اس کے پیچھے بیٹھتا اس کے الجھے ہوئے بال کھول گیا۔ اس کے بال بہت خوب صورت تھے۔ مومل کے بالوں سے زیادہ خوب صورت بال اس نے آج تک کسی کے نہ دیکھے تھے۔ وہ ہمیشہ سوچتا تھا کہ اس کی بیوی کے بال بھی ایسے ہی خوب صورت ہوں۔

ارمش کے بال مومل جتنے لمبے تو نہ تھے پر بہت حسین تھے۔ اس کی بالوں اور آنکھوں کا رنگ سنہری تھا۔ جو اس پر بہت جچتا تھا۔

اس کی الجھے بال کھولنے کے بعد وہ نرمی سے اس کے بال سلجھانے لگا۔ اس کے بال سلجھانے کے بعد انھیں ڈھیلی سی چوٹی میں باندھ دیا۔ مومل کے لاڈ اٹھانے کا ہی نتیجہ تھا یہ جو وہ بالوں کی چوٹی بنانا سیکھ گیا تھا۔ مومل اکثر سے اپنے بال اس سے بنواتی تھی۔

"یہ آپ نے کیسے کیا؟"

وہ آنکھوں میں اشتیاق سموئے پوچھنے لگی۔وہ ہمیشہ بالوں کو ڈھیلی سی پونی میں ہی قید کرتی تھی۔اس کے بالوں کو پہلی دفعہ کسی نے چوٹی میں باندھا تھا اور اسے یہ بہت دلچسپ لگ رہا تھا۔

"ہاتھوں سے کیا میری جان!"

وہ اس کی معصومیت پر ہنس دیا۔

"سوفٹی! آپ مجھ پر یقین کرتی ہیں کیا؟"

اس کے پوچھنے پر وہ جھٹ سے ہاں میں سر ہلا گئی۔

"کتنا؟"

اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں مضبوطی سے تھام کر پوچھا۔

"اس دنیا میں سب سے زیادہ!"

اس کے زور دینے پر وہ ہلکا سا مسکرا دیا۔

"کتنا؟"

اس کے پھر سے پوچھنے پر وہ اس کی گرفت اپنے ہاتھوں پر سخت پڑتی محسوس کر کہ دوبارہ سر ہلا گئی۔

"پھر مجھے بتائیں کہ آپ کو اغوا کس نے کروایا تھا؟"

اس نے کسی زیادتی کا نہیں صرف اغوا کا پوچھا تا کہ مزید خوف زدہ نہ ہو پر اس کے پوچھتے ہی اس کا رنگ ایک دم زرد پڑ گیا۔

"مجھے صرف اس کا نام بتائیں۔ وہ کون تھا؟"

وہ سنجیدہ چہرہ لئے اس کے سامنے بیٹھا اسے پھر سے اس ازیت میں دھکیل گیا۔

OOOO

"راجہ کون ہے باہر؟"

وہ اس کے پیچھے ہی نیچے آ گئی اور اسے اب تک دروازے کے سامنے کھڑا دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"کمرے میں چلو میں آتا ہوں کچھ دیر میں۔"

وہ مڑ کر اسے دیکھتا سنجیدگی سے بولا تو وہ سر ہلاتی وہاں سے جانے لگی پر کانوں میں پڑتی شناسا سی آواز نے اس کے قدم زنجیر کر دیے۔

"واہ بھئی واہ! نکاح سے پہلے تو رونا دھونا ہی ختم نہیں ہو رہا تھا اور اب یوں ہار سنگھار کیے بڑے عیش سے رہا جا رہا ہے۔اپنے عارضی شوہر کے ساتھ اتنا دل لگ گیا ہے جو اپنے مستقل شوہر کو بھول بیٹھی!"

وہ راجہ کی سائیڈ سے گزرتا نوریہ سے کچھ فاصلے پر آ کھڑا ہوا۔اس کے زہر میں ڈوبے الفاظ نوریہ کے کان لہولہان کر رہے تھے۔اس کا رنگ پیلا پڑ چکا تھا۔

"ویسے آپس کی بات ہے۔کسی اور کی قربت میں رہ کر تم مزید حسین۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنا جملہ پورا کر پاتا راجہ ضبط کھوتا اسے گردن سے دبوچ کر ایک جھٹکے میں پیچھے دیوار کے ساتھ لگا گیا۔

"سالے تجھے کہا تھا نا کہ راجہ سے پنگا مت لینا پر لگتا ہے تجھے اپنی جان پیاری نہیں۔اور میری ایک بات پہلی اور آخری دفعہ سن لے! جو شخص راجہ کی

ملکیت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے تو راجہ اسے پھر کچھ اور دیکھنے کے قابل
* بھی نہیں چھوڑتا۔ جان پیاری ہے تو نکل لے یہاں سے۔
حاشر کی آنکھوں میں اپنی سرد آنکھیں گاڑ کر بولتا وہ اسے سچ میں خوف زدہ کر
گیا۔
"!چھ۔۔۔ چھوڑ دیں پلیز"
نوریہ کی ترنم آواز پر راجہ نے چہرہ موڑ کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ایک
جھٹکے سے حاشر کی گردن چھوڑ دی۔ وہ سرخ چہرہ لئے اپنی گردن سہلانے
لگا۔
"تم اچھا نہیں کر رہے راجہ تم دونوں بالکل اچھا نہیں کر رہے۔"
غم و غصے سے کہتا وہ اس گھر سے نکلتا چلا گیا۔
اس کے جاتے ہی نوریہ بھاگتی ہوئی کمرے میں بند ہو گئی۔
راجہ آنکھیں سکیڑ کر اس سمت دیکھنے لگا جہاں وہ غائب ہوئی تھی۔

وہ بھاری قدم اٹھاتا کمرے کی طرف بڑھا اور جا کر بیڈ کے پاس کھڑا ہو کر اسے دیکھنے لگا جو سر گھٹنوں میں دیے بیٹھی تھی۔

"میری رانی!"

اس کی پکار میں محبت ہی محبت تھی۔اتنی محبت کہ نوریہ بے ساختہ اس کی ایک پکار پر ہی سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگی پر اس کی آنکھوں کی تپش محسوس کرتی اگلے ہی پل آنکھیں جھکا گئی۔

وہ ایک گھٹنا فولڈ کر کے بیڈ پر بیٹھ گیا۔اس کے سرد ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر دھیرے دھیرے رگڑتا انہیں گرم کرنے لگا۔

"تم میری بیوی ہو! میری عزت! میرے نکاح میں ہوتے ہوئے میری بیوی کسی تیسرے انسان کے لئے آنسو بہائے یا کسی تیسرے کا تصور بھی ذہن میں لائے یہ بات میرے لئے بالکل بھی قابل قبول نہیں۔سمجھی!"

اس کی سرد آواز پر وہ سر ہلا گئی۔اس نے آج پہلی دفعہ راجہ کا یہ روپ دیکھا تھا جس سے وہ سچ میں خوف زدہ ہو چکی تھی۔

اس کے سر ہلانے پر راجہ کے تاثرات بدلے اور وہ مسکرا کر اس کے نزدیک ہوا۔

اس کے نزدیک ہوتے ہی وہ اپنا مضبوط بازو اس نازک حسینہ کی کمر میں ڈالتا اسے اپنے نزدیک کھینچ گیا۔

اس اچانک افتاد پر وہ راجہ کے سینے سے جا ٹکرائی۔ خوشبوؤں میں بسا نازک سراپا راجہ کے حواسوں پر بری طرح چھانے لگا تھا۔ وہ نوریہ کے بالوں میں ہاتھ پھنسائے ہلکا سا جھٹکا دے کر اس کا چہرہ اپنے مقابل کر گیا۔

وہ سب کچھ بھول کر اب راجہ کی قربت میں شرم سے دوہری ہو رہی تھی۔

اس کی نگاہیں روح تک اترتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"میری رانی!"

اس کی بوجھل آواز میں پکار پر نوریہ کی ہتھیلیاں نم ہو گئیں اور لرزتی پلکیں گالوں پر سایہ فگن ہو گئیں۔

اس کے لرزتے کانپتے گلابی بھرے بھرے لب راجہ کے حلق میں کانٹے اگا گئے۔

دل پر قابو کھوتا وہ جھک کر بہت نرمی سے اس کے شربتی لبوں کا جام پینے لگا۔
نوریہ کا دل اچھل کر حلق میں آ چکا تھا.اس کی بے اختیاری نوریہ کی جان پر بن آئی تھی۔

اپنے کندھوں پر نوریہ کی سخت گرفت محسوس کرتے وہ خود پر بمشکل قابو پاتا اسے اپنے لمس سے تو آزاد کر گیا پر اپنی گرفت مزید مضبوط کر گیا۔
وہ اتنی سی عنایت پر ہی بے حال ہوتی اس کے سینے پر سر رکھتی اپنی بکھرتی سانسوں کو سمیٹنے لگی۔

"میری جان کا اتنی سی شرارت پر یہ حال ہے تو جب۔۔۔"
راجہ کے جملہ مکمل کرنے سے پہلے ہی وہ تیزی سے اس کے لبوں پر ہاتھ جما گئی.اس کی خفت سے سرخ پڑتی رنگت اور لرزتی پلکیں دیکھ وہ قہقہہ لگا کر اسے خود میں بھینچ گیا۔

"ارے! ہمارا مقابلہ تو بیچ میں ہی رہ گیا۔"

مالٹوں کی بابت یاد آتے وہ اس کے مقابل چہرہ کرتا بولا۔ وجہ نوریہ کی شرم دور کرنا تھی۔

"جی نہیں! کوئی بیچ میں نہیں رہ گیا۔ میں نے اچھے سے چھیلے تھے جب کہ آپ نے تو جان ہی چھڑوائی تھی بس۔ اس لئے میں جیتی ہوں اور آپ ہار گئے ہیں۔"

وہ بھی شیر ہوتی ناک سکوڑ کر جتا گئی۔

"واقعی میں ہار ہی تو گیا ہوں۔ جانتی ہو کیا؟ تم پر اپنا دل! اور یہ بھی جانتی ہو کہ اس ہار کے بدلے مجھے کیا ملا؟ تم! کیا کسی شکست کا اتنا حسین انجام ہو سکتا ہے!"

اس کی بوجھل آواز کانوں میں پڑتے وہ شرم سے لال پڑتی بے وجہ ہی بال کانوں کے پیچھے اڑسنے لگی۔

"چلو اب جا کر ان مالٹوں کو ٹھکانے لگاتے ہیں۔"

وہ ھنستا ہوا اس کے ہاتھ تھامے اسے ساتھ لئے چھت کی طرف چل دیا۔

OOOOO

"مجھے صرف اس کا نام بتائیں۔ وہ کون تھا؟"

وہ سنجیدہ چہرہ لئے اس کے سامنے بیٹھا اسے پھر سے اس ازیت میں دھکیل گیا۔

آپ ہمیں چھوڑنا چاہتے ہیں نا۔ ہم آپ کو گندی لگتی ہیں نا۔ انہوں نے " "ہمیں گندا کر دیا اس لئے ہم آپ کو اچھی نہیں لگتی۔

ارسم تو اس کی بات پر تڑپ اٹھا تھا۔ وہ بے یقینی سے اس کی طرف دیکھنے لگا جو آنسو بہاتی بری طرح اپنے لب کچل رہی تھی۔

"سوفٹی آپ ایسا کیسے سوچ سکتی ہیں؟"

وہ اس کی بات پر افسوس کر رہا تھا۔ پر قصور اس معصوم کا بھی نہیں تھا۔ وہ حد درجہ معصوم تھی۔ اس گرد و پیش سے واقف نہ تھی جس ازیت سے گزرنا پڑا۔

آپ اگر نہیں بتانا چاہتی آپ نہ بتائیں۔ پر اتنا ہمیشہ یاد رکھیئے گا۔ ارسم" آفریدی کے لئے دنیا کی سب سے اچھی اور پاک لڑکی ارمش ارسم آفریدی ہے۔ ارمش آفریدی ارسم آفریدی کے لئے سراپا محبت ہے۔ میری محبت ہی اگر میری محبت کی تذلیل کرے یہ میرے لئے بالکل بھی قابل برداشت "نہیں۔ سمجھ رہی ہیں آپ؟

اس کے پوچھنے پر وہ تیزی سے سر ہلا گئی۔

وہ اس کے پاس سے اٹھ کر جانے لگا تو وہ پھرتی سے اس کا بازو اپنے دونوں ہاتھوں میں جکڑ گئی۔ وہ سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"مت جائیں پلیز ہمیں ڈر لگتا ہے۔"

اس کی آواز میں بے بسی محسوس کرتا وہ لب بھینچ گیا۔اس کی گرفت سے نرمی سے اپنا بازو چھڑوایا اور بیڈ کی دوسری طرف بڑھ گیا۔اپنی جگہ لیٹنے کے بعد وہ اسے نرمی سے کھینچتا اپنے سینے پر گرا گیا۔

سب کچھ ذہن سے نکال کر صرف اپنے ہسبنڈ کے بارے میں سوچیں اور "سو جائیں۔میں ہوں نا سب ٹھیک کر دوں گا۔"

وہ اس پر بلینکٹ سہی کرتا اس کے بالوں میں دھیرے سے انگلیاں چلا کر اس کے دماغ کو سکوں پہنچانے کی کوشش کرنے لگا جو کہ کامیاب ٹھہری تھی۔

چند منٹ کے بعد ہی وہ اس کے سینے پر سر رکھے اور دونوں بازو اس کے گرد باندھے نیند کی وادی میں اتر چکی تھی۔

اس کی پیشانی کو چھوتا وہ بھی اپنی آنکھیں موند گیا۔

○○○○○

شام کے سائے پر پھیلانے لگے تو اس نے گھڑی پر نظر ڈال کر وقت دیکھا۔

اس نے گھنٹہ بھر پہلے دریہ کو کال کر کے بلایا تھا جواب تک نہ آئی تھی۔ ابھی

وہ یہی سوچ رہی تھی جب دریہ کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"السلام علیکم! کیسی ہو چڑیل؟"

اس کے شرارت سے پوچھنے پر مومل اسے گھور کر اس کے گلے لگ گئی۔

وعلیکم السلام! دری بہت بدتمیز ہو تم! ارسم بھائی کی زبان بولنے لگی تم"

"بھی۔

اس کا اشارہ چڑیل کہنے کی طرف تھا۔ اس کے چڑنے پر دریہ کھلکھلا کر ہنس

دی۔

پہلے یہ بتاؤ کہ ہماری چھوٹی سی پرنسس کہاں ہے بھئی میں نے تو اسے بہت"

"مس کیا۔ اتنی پیاری باتیں کرتی ہے یار۔

اس کے یوں اشتیاق سے بولنے پر مومل اسے گھور کر رہ گئی۔

"ماشاءاللہ نہیں بولا جاتا کیا۔ نظر لگاؤ گی میری جان کو تم۔"

وہ اس کے بازو پر تھپڑ مار گئی جس کے جواب میں دریا اسے گھورنے لگی۔

"ویسے وہ سو رہی ہے کچھ دیر پہلے ہی سلایا میں نے اسے۔"

اس کے بتانے پر وہ سر ہلا گئی اور بغور اس کے چہرے کو دیکھنے لگی۔

"مومل کیا پریشانی ہے اب۔ اتنی اپ سیٹ کیوں لگ رہی ہو؟ اس رشتے سے خوش نہیں ہو کیا؟"

دریہ کی فکرمندی سے پوچھنے پر وہ گہری سانس بھر کر رہ گئی پھر اسے باسم کی ساری گفتگو بتانے لگی۔

"وہاٹ! یہ سب کیا ہے اب یار! باسم بھائی چاہتے کیا ہیں اب۔ جب تم نے محبت کا اظہار کیا تب نفرت کا اظہار کر کے چلے گئے۔ اب جب تم اپنی لائف میں سیٹل ہونا چاہ رہی ہو تو یہ نیا ڈرامہ شروع کر کے بیٹھ گئے۔"

وہ باسم کی باتیں سنتی بھڑک ہی اٹھی تھی۔

"مجھے بھی یہی سمجھ نہیں آرہا یار کہ وہ چاہتے کیا ہیں اب۔ محبت تو وہ مجھ سے مر کے بھی نہیں کر سکتے پھر یہ سب کیوں کر رہے ہیں۔"

وہ خود کو بہت بے بس محسوس کر رہی تھی۔

"تم کیا چاہتی ہو مومل۔ کیا تم اب بھی باسم بھائی سے محبت کرتی ہو؟"

وہ کھوجتی ہوئی نگاہیں اس کے چہرے پر ٹکا کر مستفسر ہوئی۔

جانتی ہو دریہ! محبت ایک ایسی آگ ہے جو ہمارے قلب کی دیمک زدہ" لکڑی کو بھی ہمیشہ سلگائے رکھتی ہے۔ان کی محبت کی کوئی نہ کوئی چنگاری آج بھی میرے راکھ زدہ دل میں موجود ہے۔ میں اس حقیقت کا نہ اقرار کر سکتی ہوں اور نہ اظہار! پر اس شخص نے میرا دل بہت بری طرح توڑا ہے دریہ۔ اگر میں ان ٹکروں کو سمیٹنے بیٹھوں تو میرے اپنے ہاتھ ہی لہولہان ہو

"! جائیں۔ میں کیا کروں دریہ

اس کی آنسو بھری آنکھوں کو دکھ سے دیکھتی دریہ اسے اپنے ساتھ لگا گئی۔

"میں اب جو کہوں گی مومل تمہیں ویسا کرنا ہے بس۔ سمجھی؟"

اس کے سر ہلانے پر دریہ دھیرے دھیرے اس کے کانوں میں ساری بات کھولنے لگی۔

بات مکمل کرتے وہ پیچھے ہٹ کر مومل کا چہرہ دیکھنے لگی جو تذبذب کا شکار تھا۔

"آر یو شیور دریہ ؟"

وہ کچھ کنفیوز سی تھی۔

"!یس آئی ایم ہنڈریڈ پرسنٹ شیور"

وہ یقینی بھرے لہجے میں بولی۔

اس سے پہلے وہ کچھ اور بات کرتی ارسم وہاں چلا آیا۔

وہ سلام کرتا ان کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا جب کہ اسے روبرو پاتے دریہ کا دل بے طرح دھڑکنے لگا۔ اداس چہرہ ایک دم کھل اٹھا تھا۔ وہ اسے دیکھنے کی طلب لے کر وہاں آئی تھی پر یہ نہیں جانتی تھی کہ دل کی حسرت یوں بھی پوری ہو جائے گی۔

"مومل یار تمہاری کچھ ہیلپ چاہیے تھی۔"

وہ دریہ سے سلام دعا کے بعد مومل سے مخاطب ہوا۔

جی کہیں ارسم بھائی کیا ہیلپ چاہئے ؟"۔"

وہ اپنا غم سائیڈ پر کرتی اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

کیا تم میرے ساتھ مارکیٹ چل سکتی ہو ابھی؟ ایکچولی مجھے ارمش کے لئے" ڈریسز اور باقی ضرورت کی چیزیں لینی ہیں۔ مجھے تو ان چیزوں کا اتنا آئیڈیا نہیں اگر تم ساتھ چلو تو اچھا ہو جائے گا۔ ابھی وہ سوئی ہیں تو میں نے سوچا ہم "جلدی سے مارکیٹ سے ہو آتے ہیں۔ کیا خیال ہے؟

اس کے یوں ہچکچا کر پوچھنے پر وہ بخوشی سر ہلا گئی۔

یاہ شیور وائے ناٹ! مناہل بھی سوئی ہی دو گھنٹے سے پہلے تو نہیں اٹھے گی" "تب تک ہم واپس آجائیں گے ایزیلی۔

اس کے جواب پر وہ مطمئن ہوتا سر ہلا گیا جب کہ دریہ الجھن بھری نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

ارے دریہ میں تمہیں بتانا بھول ہی گئی۔ ارسم بھائی نے شادی کرلی ہے اور" دریہ ان کی مسز کا نام ہے۔ بہت پیاری سی اور چھوٹی سی ہے وہ۔ ابھی تو سو "رہی ہیں ورنہ میں ملواتی ان سے تمہیں۔

وہ اپنی دھن میں ہی بولتی جا رہی تھی جب کہ دریہ کا وجود زلزلوں کی زد میں آچکا تھا۔اس کے سر پر سارے آسمان ایک ایک کر کے ٹوٹ چکے تھے۔وہ بے یقین سی ساکت کھڑی تھی۔

ارسم کی نظر اس پر پڑی تو وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔اس کی چہرے سے وہ اس کے اندر کی حالت جان گیا تھا پر وہ اس معاملے میں بالکل بے بس تھا۔وہ اس پیاری سی لڑکی کی چاہت سے واقف تھا پر دل پر کس کا زور چلتا ہے۔وہ زبردستی اسے اپنے دل کی مکین نہیں بنا سکتا تھا۔اس کا دل تو ارمش کی امانت تھا ازل سے ہی۔پھر کیسے اس کی امانت میں خیانت ہوتی۔

"دریہ تم بھی چلو ہمارے ساتھ۔"

مومل کے کہنے پر وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"دری تم ٹھیک ہو؟

اس کی پیلی پڑتی رنگت دیکھ کر مومل پریشانی سے استفسار کرنے لگی۔

ہاں۔۔۔ہاں میں ٹھیک ہوں بس ایک دم سر درد کرنے لگ گیا۔ تم لوگ "

"! جاؤ مجھے ابھی گھر پہنچنا ہے رات ہونے والی ہے۔ پھر ملیں گے۔ اللہ حافظ

دل کی درد پر قابو پانا مشکل لگنے لگا تو وہ ایک دم الوداع کہتی وہاں سے نکل آئی

جب کہ مومل حیران پریشان سی اس کی ایک دم بگڑتی حالت کو سوچنے لگی۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی آنسوؤں کا طوفان اُمڈ آیا۔ دل درد سے پھٹ رہا تھا۔

"! یا اللہ"

تکلیف بھری پکار میں اس قدر تڑپ تھی کہ ارسم آفریدی اگر جان جاتا تو

جان سے جاتا۔

گھومتے ہوئے سر کو جکڑ کر حواس قابو میں لاتی وہ گاڑی کا رخ گھر کی طرف کر

گئی۔ اسے جلد از جلد گھر پہنچنا تھا ورنہ اس کی حالت کہیں پہنچنے کی قابل نہ

رہتی۔

شام کو الوداع کرتی رات نے بہت دکھ سے اس پیاری سی لڑکی کو دیکھا تھا۔

○○○○○

راجہ شام سے کہیں گیا تھا۔اب رات کے گیارہ بج رہے تھے پر اس کا کوئی اتا پتا نہیں تھا۔وہ پریشانی سے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔راجہ کا نمبر بھی بند جا رہا تھا۔وہ تھک ہار کر بیڈ پر بیٹھی ہی تھی کہ باہر سے کھڑاک کی آواز آئی۔

"شکر آ گئے!"

وہ خوشی سے کہتی اٹھ کر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی۔وہ بیڈروم کا دروازہ کھول کر جیسے ہی باہر نکلنے لگی سامنے نظر آتے شخص کو دیکھ کر اس کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔وہ اس وقت یہاں کیا کر رہا تھا۔

"کیسی ہو ڈارلنگ؟"

طنزیہ مسکراہٹ چہرے پر سجائے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنسائے وہ اس سے چند قدم کی دوری پر کروفر سے کھڑا تھا۔

"آپ۔۔آپ اس وقت یہاں کیا کر رہے ہیں حاشر! آپ پلیز جائیں یہاں سے راجہ ابھی گھر نہیں ہیں۔"

وہ ہچکچا کر کہتی نہ محسوس انداز میں قدم پیچھے کر گئی۔

"اوہ! راجہ گھر نہیں ہیں۔ واہ بھئی بڑی عزت دی جا رہی ہے ایک گلی کے ٹٹ پنجی کو۔"

اس کے کہنے پر وہ ناگواری سے چہرہ موڑ گئی۔

"مائنڈ یور لینگوئج حاشر! شوہر ہیں میرے وہ! مجھے بالکل اچھا نہیں لگے گا اگر کوئی میرے شوہر کے متعلق برے الفاظ استعمال کرے۔ آپ پلیز اس وقت چلے جائیں یہاں سے راجہ کی موجودگی میں آئیے گا۔"

حاشر تو حیرت سے اس کے بدلے ہوئے روپ کو دکھ رہا تھا۔

"بہت زبان چل رہی ہے تمہاری ہاں! واپس تو میرے پاس ہی آنا ہے تمہیں۔"

اس کی بات پر وہ سر جھٹک گئی۔

"اچھا یہ بتاؤ کام کہاں تک پہنچا؟"

وہ اب کام کی بات کی طرف آیا۔

"کون سا کام؟"

اس کی آنکھوں میں الجھن تھی۔

وہی کام جس کے لئے اس موالی سے شادی کی اور کون سا کام؟ اتنے دن "گزر گئے ابھی تک کوئی گڈ نیوز نہیں ملی کیا؟ دیکھنے میں تو اچھا خاصہ ہٹا کٹا ہے

"وہ موالی؟

اس کی گھٹیا بات سنتے نوریہ کا چہرہ غصے اور ضبط سے سرخ پڑ گیا۔

آپ ابھی اور اسی وقت نکل جائیں یہاں سے راجہ بس آنے ہی والے ہیں"

"مجھے کال کر کے بتا چکے ہیں کچھ دیر پہلے کہ میں بس پہنچ رہا ہوں۔

وہ بہت ضبط کرتے جھوٹ بول گئی۔اسے حاشر کا یوں راجہ کی غیر موجودگی میں آنا بلکل بھی مناسب نہیں لگا تھا۔

میں ویسے بھی جا رہا ہوں بس پر جلد از جلد مجھے یہ خوش خبری چاہئے اب "سمجھی !"

وہ ہرگز اس بدتمیز گنڈے کے منہ لگ کر اپنا منہ نہیں تڑوانا چاہتا تھا اس لئے اپنے خوف کو ظاہر کے بغیر اس پر چڑھائی کرتا وہاں سے نکلنے لگا۔ راجہ کی غیر موجودگی کو یقینی بنا کر آیا تو دیوار پھلانگ کر تھا پر اب واپس دروازے سے جا رہا تھا۔

اس کے باہر نکلتے ہی نوریہ نے تیزی سے دروازہ بند کیا اور کمرے میں جا کر دروازہ اندر سے لاک کر لیا۔

اب وہ بیڈ پر بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔ اسے حاشر سے بالکل بھی ایسی امید نہیں تھی۔ کتنی بدتمیزی کر کی گیا تھا وہ آج۔

وہ یوں ہی آنسو بہانے میں مگن تھی جب کمرے کا دروازہ کھلا۔ اب کہ وہ جانتی تھی کہ کون ہو اس لئے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اس کی خوشبو ہی اس کی آمد کا پتا دیتی تھی۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو سامنے نظر آتے منظر کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا جہاں وہ دشمن جاں آنسو بہاتی جا رہی تھی۔ وہ اپنی حالت کی پرواہ کیے بغیر تیزی سے اس کی طرف لپکا۔

"!میری جان"

اس کی میٹھی پکار کانوں میں پڑی تو نوریہ کا دل کیا کہ بھاگ کر اس کی پناہوں میں خود کو چھپا لے پر خود پر ضبط کرتی بیٹھی رہی۔

وہ آکر اس کے سامنے بیٹھتا اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام گیا۔

"کیا ہوا میری رانی کی آنکھوں میں یہ آنسو کیوں؟"

وہ بے قراری سے پوچھ رہا تھا۔

"کچھ نہیں بس میرا دل کر رہا تھا۔"

وہ تھوڑا سا کسمسا کر بولی۔

"رونے کا دل بھی کرتا ہے کیا؟"

لہجے میں حیرت واضح تھی۔

"جی کرتا ہے رونے کا دل۔ ہم لڑکیوں کا کرتا ہے۔ کیوں کہ ہمارا دل نازک ہوتا ہے۔ آپ مرد کیا جانیں یہ دل کی باتیں کیوں کہ آپ کے سینے میں نازک دل کی جگہ سخت پتھر فٹ ہوا ہوتا ہے۔"

وہ خفگی سے بولتی اسے حیران کر رہی تھی۔

"پر بیگم وجہ تو پتا چلے کہ اس سخت پتھر دل والے انسان نے ایسا کون سا جرم سرزد کر دیا ہے کہ نازک دل والی حسینہ آنسو بہانے پر مجبور ہو گئی۔"

وہ محبت سے پوچھتا اس کے گیلے گال اپنے ہاتھوں سے صاف کرنے لگا۔

"رہنے دیں بس۔ آپ کو بتانے سے کیا فائدہ ہونا۔ غلطی میری ہی نکلنی ہے۔"

وہ اس کے ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹانے لگی پر راجھکی گرفت مزی مضبوط ہو گئی۔

"نہیں بھئی میں تو اپنی زندگی میں یہی سیکھا ہوں کہ غلطی ہمیشہ مرد کی ہوتی ہے۔ نازک دل عورت بھلا کہاں کوئی غلطی کر سکتی ہے۔ خاص طور پر بیوی

نامی ہستی تو کبھی غلط ہو ہی نہیں سکتی۔ سارا قصور شوہر نامی مخلوق کا ہی ہوتا

ہے۔"

اب کہ اس کی آنکھوں میں شرارت چمک رہی تھی پر نوریہ اس کی باتوں کو سنجیدہ لیتی اثبات میں سر ہلانے لگی جسے دیکھ راجہ سے اپنی مسکراہٹ پر قابو پانا مشکل لگنے لگا پر ظاہر کرواکر اسے مزید ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے اپنی مسکراہٹ کا گلا گھونٹ گیا۔

وہ اسے کہنی سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ گیا۔

"میں جانتا ہوں کہ میری جان میرے لیٹ آنے پر رو رہی ہے۔"

وہ اس کے سر کے پیچھے ہاتھ رکھ کر اس کا سر اپنے سینے سے ٹکا گیا۔

"اگر اپنا کارنامہ جانتے ہیں تو مجھ سے پوچھ کیوں رہے ہیں پھر؟"

اس کے انداز میں خفگی سمٹ آئی۔

اچھا نا میری جان! کام سے گیا تھا۔ آئندہ کبھی اتنی دیر تک گھر سے باہر "

نہیں رہوں گا رات میں۔ اب تو معاف کردے میری رانی!"

اس کے یوں منانے پر نوریہ کی پیٹ میں تتلیاں اڑنے لگیں۔ کتنا اچھوتا اور دلفریب احساس تھا کہ کوئی اسے منا رہا تھا۔ حاشر اس کام کو فضول سمجھتا تھا اور اس کے بقول اس کے پاس ان بچوں والے چونچلوں کے لئے وقت نہیں تھا فضول۔

اس کی خاموشی پر راجہ نے اس کے گرد باہوں کا گھیرا تنگ کرتے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"ٹھیک ہے پر یہ پہلی اور آخری دفعہ تھا۔ آئندہ آپ کی یہ غلطی معاف نہیں کی جائے گی۔ سمجھے آپ؟"

اس کے رعب سے پوچھنے پر وہ آنکھوں میں شرارت لئے معصوم بچوں کی طرف ہاں میں سر ہلا گیا جب کہ اس کی ایسی شکل دیکھ کر نوریہ مشکل سے ہی اپنی ہنسی پر قابو پا سکی۔

"پیچھے ہٹیں اب سونا ہے مجھے کافی رات ہو چکی آپ بھی سو جائیں اب۔"

وہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھتی اسے پیچھے ہٹنے کا بولنے لگی کیوں کی اس کی قربت نوریہ کی جان نکال رہی تھی۔

سونے کو بھول جاؤ میری رانی! اتنی سرد رات ہو اور حق حلال کا محبوب" "پاس ہو تو کون کافر سونے کے بارے میں سوچ گا۔

کانوں میں پڑتی اس کی شریر سرگوشی نوریہ کے رونگٹے کھڑے کر گئی۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی راجہ کا فون بجنے لگا۔ موقع پاتے ہی نوریہ اس کی گرفت سے نکل کر بیڈ کی طرف بھاگی۔ اس کی پھرتی حیرت سے دیکھتا وہ موبائل کی طرف متوجہ ہوا اور پھر اس کا خیال کرتے موبائل لے کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

کال ختم کرنے کے بعد وہ کمرے میں واپس آیا تو اسے کمبل میں دبکے سوتے ہوئے پایا۔ وہ اس کے نزدیک ہو کر غور سے دیکھنے لگا تو معلوم ہوا کہ وہ سچ میں سو رہی ہے۔ اس کی چالاکی پر وہ اسے گھور کر رہ گیا پھر گہرا سانس بھرتے لائٹ بند کرتا خود بھی کمبل میں گھس کر اسے نرمی سے اپنی طرف کھینچ کر

اس کا سر اپنے سینے پر رکھتا اسے خود میں بھینچ گیا۔نازک بدن کا احساس جذبات کو بیدار کر رہا تھا۔

"اف راجہ کیا زندگی ہے تیری! شادی شدہ ہو کر بھی کنوارہ۔"

وہ خور پر افسوس کرنے کے بعد اپنی آنکھیں سختی سے بند کیے سونے کی ناکام سی کوشش کرنے لگا۔

ooooo

یوں ہی وقت گزرتے مومل آفریدی کی شادی کا دن بھی آن پہنچا تھا۔ارمش کی طبعیت سنبھلتے ہی مومل کی شادی اور ارسم کا ولیمہ فکس کر دیا گیا تھا۔

سنہری عروسی لباس میں سر تا پیر سجی وہ بیڈ پر بیٹھ کر اپنے حنائی ہاتھوں کی لکیروں کو گھورنے میں گم تھی۔

وہ جو کہتا تھا کہ تمہاری شادی فاران سے نہیں ہونے دوں گا اب بہت مزے سے اس کی شادی کی تیاریاں کر رہا تھا۔

اس نے بہت سال باسم کی بے رخی برداشت کی تھی پر اب اس سے بچھڑنے کی تکلیف حد سے سوا تھی۔ آج وہ کسی اور کے نام ہو جاتی تو باسم آفریدی کی سوچ اس کا خیال بھی مومل آفریدی پر حرام ہو جاتا۔ وہ کسی کے نکاح میں رہ کر کسی اور کی یاد کو دل و دماغ کی زینت نہیں بنا سکتی تھی۔

پر اس کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ مناہل سے بچھڑنا تھا۔ وہ اس کی بغیر کیسے رہے گی؟ اور مناہل اس کے بغیر کیسے رہے گی؟

یہ سوچتے ایک آنسو اس کی آنکھ سے بہتا بے مول ہوتا چلا گیا۔

"مما"

میٹھی سی آواز پر مومل نے دروازے کی طرف دیکھا تو سامنے ہی اس کی چھوٹی سی شہزادی کھڑی تھی۔ سفید گھیر دار پاؤں تک لمبی فراک پہنے اور کندھے تک آتے نیم گھنگھریالے بالوں پر تاج لگائے وہ سچ میں شہزادی ہی لگ رہی تھی۔

"آجاؤ میری جان۔"

وہ دھیرے سے مسکراتی اس کی طرف ہاتھ بڑھا گئی تو مناہل بھاگتے ہوئے اس کے حصار میں سما گئی۔

"مما یو لک ویلی بیوتیفل"

(مما آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں)

اپنی توتلی زبان میں اس کی تعریف کرتی وہ مومل کو اتنی پیاری لگی کہ وہ بے ساختہ اس کے گالوں پر اپنے لب رکھ گئی۔

"مما کی جان آپ مما سے بھی زیادہ پیاری لگ رہی ہیں"

اس کی بات پر مناہل اپنے خرگوش والے دانت دکھا کر ہنسنے لگی۔

"!مناہل"

بھاری گھمبیر آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو وہ تیزی سے اپنی بھیگی آنکھیں صاف کر گئی۔

"یس پاپا"

(جی پاپا)

مناہل کا جواب سنتے وہ مضبوط قدم اٹھاتا کمرے میں داخل ہوا اور بلکل اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

" جان دادو بلا رہی ہیں آپ کو۔ جاؤ شاباش دادو کی بات سنو جا کر۔ "

وہ نرمی سے اس کے بال سہلاتا ہوا بولا۔

"او کے پاپا"

وہ باسم کو جواب دے کر مومل کی طرف پلٹی اور اس کا ہاتھ چوم کر تیزی سے باہر بھاگ گئی۔

اس کو موجودگی اور گہری نظریں خود پر محسوس کر کے مومل کی سینے میں ساکت پڑا دل پھر سے شور مچانے لگا۔

" کیسی ہو؟ "

اس کے سوال پر مومل نے آنکھیں اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا تو اس کی آنکھیں باسم آفریدی کی آنکھوں سے جا ٹکرائیں۔

" بہت خوش! "

ہونٹوں کو مسکراہٹ میں ڈھال کر اک ادا سے بولی۔

"ہاں وہ تو نظر آرہا ہے۔ تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں۔"

اس کی طنزیہ بات پر وہ پھر سے اس کی جانب دیکھنے لگی جو مسکرا کر اس کی جانب ہی دیکھ رہا تھا۔

"! خیر۔ بربادی مبارک ! اوپس میرے کہنے کا مطلب کہ شادی مبارک"

وہ اس کے کان کے نزدیک جھکتا اس کی سماعت میں زہر انڈیلنے لگا۔

اس کی بات پر مومل کا رنگ فق ہو گیا۔اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دے پاتی فریحہ آفریدی کمرے میں داخل ہوئیں۔

باسم بیٹا بارات آگئی ہے جلدی سے آجاؤ آپ اب ارسم اکیلا تو مہمانوں کو"

"اٹینڈ نہیں کر سکتا۔

ان کی بات پر وہ سر ہلا گیا۔

"جی چھوٹی امی میں دیکھتا ہوں۔"

وہ مسکرا کر کہتا کمرے سے باہر نکل گیا جب کہ مومل آفریدی کا دل پھر سے تاریکی میں ڈوب گیا۔

ooooo

وہ پریشان سی شیشے کے آگے بیٹھی تھی۔ دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز پر اس نے پلٹ کر جلدی سے دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے وہ اندر داخل ہوا تھا۔ بلیک ٹیکسیڈو پہنے بال جیل سے سیٹ کیے دائیں ہاتھ میں رولیکس کی گھڑی باندھ رہا تھا۔ وہ اسے بہت پیارا لگا۔

"ہسبنڈ!"

اس کی میٹھی پکار ارسم کے کانوں میں پڑی پر وہ جان کر انجان بن گیا۔

"سنیں!"

اس کی روہانسی آواز پر وہ مزید بے پرواہی کا ڈرامہ نہ کر سکا۔

"جی سنائیں!"

"یہ دیکھیں اس آپی نے مجھے کیا بنا دیا۔ میں عجیب سی لگ رہی ہوں۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ میری گردن بھی اکڑ گئی ہے اور مجھ پر کسی نے بہت زیادہ وزن ڈال دیا ہے۔"

اس کی روہانسی اور جھنجھلائی آواز پر اس نے بے ساختہ نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور پھر کچھ اور دیکھنے کے قابل نہ رہا۔

وہ بلا کی حسین تھی۔ اس کو حد درجہ معصومیت اور کم عمری اسے مزید دلکش بناتی تھی۔ وہ سادگی میں بھی ارسم آفریدی کو گھنٹوں خود کو تکنے پر مجبور کر دیا کرتی تھی اور اب یوں کیل کانٹوں سے لیس ہو کر ارسم آفریدی کی دل پر قیامت ہی ڈھا رہی تھی۔

ہلکے گلابی رنگ کے گھیر دار شرارے اور بھاری کام والی لمبی کرتی پر اسی رنگ کا جالی دار دوپٹہ بہت نفاست سے سر پر ٹکایا گیا تھا۔ سنہری بالوں کو بلو ڈرائی کر کے دائیں کندھے پر آگے رکھا گیا تھا۔ بھاری نگینے جڑا ڈائمنڈ نیکلیس کسی اژدھے کی طرح گردن سے لپٹا ہوا تھا جب کہ اس سے میچ کرتے جھمکے

کانوں کی زینت بنے ہوئے تھے۔ گورے چٹے ہاتھوں پر حنا عجب بہار دکھلا رہی تھی۔ وہ شرار ہاتھوں سے تھام کر اپنی جگہ سے اٹھی تو ہاتھوں میں پڑی چوڑیاں بج اٹھیں جن کا مدھر ساز ارسم آفریدی کی سماعت میں رس گھول گیا۔اس کے سراپے سے نظریں سرکتی ہوئیں اس کے چاند سے چہرے پر گئیں تو ارسم آفریدی کا دل ڈولنے لگا۔ سنہری آنکھوں کو گلابی اور سنہری رنگ سے ہی سجایا گیا تھا۔ خم دار پلکیں مسکارے سے بوجھل تھیں جب کہ گلابی گالوں کو مزید گلابی کر دیا گیا تھا۔ تیکھی ناک ہر قسم کے زیور سے پاک تھی۔ نظریں سرکتی ہوئیں مزید کچھ نیچے گئیں تو تیز گلابی رنگ سے سجے مسلسل ہلتے نازک ہونٹ ارسم آفریدی کے گلے میں کانٹے اگا گئے۔

وہ سرتاپیر شعلہ بنی ارسم آفریدی کے جذبات کی دہکا رہی تھی۔

ہسبنڈ میں کب سے کچھ کہہ رہی ہوں آپ کو آپ جواب کیوں نہیں دے رہے۔"

وہ اس کے یوں اچانک میوٹ ہو جانے اور اپنی باتوں کا جواب نہ پاتے ہوئے دو قدم آگے بڑھا کر اس کا بازو ہلانے لگی۔

"ہا۔۔ہاں ! کیا کہہ رہی تھیں آپ ؟"

وہ ہوش میں آتا خشک پڑتے لبوں پر زبان پھیر گیا۔

"!ہاہ"

صدمے سے ارمش کا منہ کھل گیا۔

میں کب سے بولی جارہی ہوں اور آپ اب گھنٹے بعد پوچھ رہے ہیں کہ میں" "کیا کہہ رہی تھی۔

اس کی بات پر ارسم شرمندہ ہو کر اس کے صدمے سے چور چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔

سوری میری جان میں کچھ اور سوچ رہا تھا اب بتائیں آپ کیا کہہ رہی" "تھیں۔میں ہمہ تن گوش ہوں۔

وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر عاجزی سے اس کے آگے تھوڑا جھکتا ہوا بولا۔

"!ہمہ تن گوش؟ پر آپ تو ارسم ہیں نا"

اس کی بات پر وہ نا سمجھی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

آپ نے ابھی خود تو کہا کہ میں ہمہ تن گوش ہوں جب کہ آپ کا نام تو ارسم"

"ہے۔

وہ سمجھداری سے اسے بتانے لگی جب کہ اپنی بیوی کی سمجھداری پر ارسم

آفریدی عش عش کر اٹھا۔

"واہ بھئی آپ تو بہت زہین ہیں سوفٹی۔"

اس کے طنز کی تعریف سمجھتی وہ خوشی سے ہاں میں سر ہلانے لگی جب کہ

ارسم سے مسکراہٹ چھپانا مشکل ہو گیا۔

آپ میرے لئے اللہ کی طرف سے ایک خوب صورت انعام ہیں جس کا""

"شکر میں زندگی بھر ادا نہیں کر سکتا۔

وہ بے ساختہ جھک کر اس کے ماتھے پر محبت اور عقیدت کے پھول کھلا گیا۔

"اب چلیں؟ باہر سب ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔"

وہ اس کا نازک ہاتھ اپنے مظبوط ہاتھ میں تھام کر متسفسر ہوا۔

"پر یہ سب بہت بھاری ہے۔ میں گر جاؤں گی۔"

وہ اپنے لباس کی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی۔

میں ہوں نا۔ ارسم آفریدی ارمش آفریدی کو زندگی کے کسی بھی موڑ پر" گرنے نہیں دے گا۔ اگر کبھی کسی موڑ پر ارمش آفریدی لڑکھڑائی تو ارسم "آفریدی فوراً اسے تھام کر خود سے نزدیک تر کر لے گا۔

وہ دوسرے ہاتھ سے اس کا گال نرمی سے سہلا کر اس کی آنکھوں میں دیکھتا اسے حسین جذبے میں جکڑ رہا تھا۔ وہ مسکراتی ہوئی اثبات میں سر ہلا گئی تو وہ اسے احتیاط سے اپنے ساتھ لئے باہر کی طرف بڑھ گیا۔

ooooo

راجہ صحن میں تخت پر لیٹا کچن کی کھڑکی سے نظر آتی اپنی رانی کو دیکھ رہا تھا جو آٹا گوندھنے کی ناکام سی کوشش کر رہی تھی۔ دو دن راجہ نے اسے آٹا

گوندھنا سکھایا تھا اس کی ضد پر اور آج راجہ کو زبردستی کچن سے باہر بھیج کر وہ آٹے کے ساتھ زور آزمائی کرنے میں مگن تھی۔

کچے پیلے رنگ کا ہلکے سے کام والا جوڑا پہنے جامنی دوپٹہ کمر کی گرد کسے وہ بہت دھیان سے آٹا گوندھنے میں لگی ہوئی تھی۔

چوٹی میں بندھے بالوں کی کوئی آوارہ لٹ اس کو عارضوں کو چھوتی تھ وہ آٹا لگی انگلیوں سے ہی اسے پیچھے کر دیتی جس کی وجہ سے اس کے بالوں اور گالوں پر بھی آٹا لگ چکا تھا پر پرواہ کسے تھی۔

"میری رانی!"

راجہ کی پکار پر وہ چونک کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی پھر اس کا اشارہ سمجھتی ہاتھ آٹے سے نکال کر باہر آ گئی۔

"جی"

وہ جواب دیتی اس کے نزدیک آ کھڑی ہوئی .

"بہت پیاس لگی ہے یار پانی پلا دے۔"

وہ اپنی زبان لبوں پر پھیرتا ہوا بولا تو وہ اثبات میں سر ہلاتی واپس کچن کی طرف چل دی۔ اسے دیکھتا وہ مسکرا کر آنکھیں بند کر گیا۔

"راجہ! یہ لیں پانی۔"

اس کے منہ سے اپنا نام سنتے راجہ کا دل پھر سے بے ایمان ہونے لگا پر وہ خود پر قابو پا گیا۔ آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھتے راجہ کو صدمہ ہی لگ گیا جہاں وہ آٹے سے لتھڑے ہاتھوں سے گلاس پکڑے کھڑی تھی۔

اس کی نظروں کا مرکز اپنے ہاتھوں کو دیکھ کر نوریہ شرم اور خفت سے زبان دانتوں تلے دبا گئی۔

"سس۔۔۔ سوری"

کہنے کے ساتھ ہی وہ تیزی سے کچن کی طرف واپس مڑ گئی۔ دو منٹ بعد واپس آئی تو دھلے ہوئے صاف ہاتھوں میں ٹرے تھام رکھی تھی جس میں پڑا شیشے کا گلاس پانی سے لبریز تھا۔

راجہ گلاس تھام کر دو گھونٹ پانی پی کر گلاس ٹرے میں واپس رکھ کر لیٹ گیا۔ وہ مڑ کر کچن میں جانے لگی تو وہ اس کی کلائی اپنے ہاتھوں میں جکڑ گیا۔

اس کے سخت ہاتھوں کا لمس اپنی کلائی پر محسوس کرتی وہ دھک سے رہ گئی۔

اس کا لمس ہر بار اس کے نازک وجود میں پھریریاں دوڑا دیتا تھا۔ وہ دھیرے سے پلٹی اور آنکھیں ذرا سی اٹھا کر راجہ کی طرف دیکھا تو وہ جان لٹاتی نظروں سے اسے تکنے میں مصروف تھا۔ وہ اس کی روح میں اترتی نظروں کی تپش سے لرزتی پلکیں عارض پر جھکا گئی۔

"مجھے آٹا گوندھنا ہے۔"

وہ اس کی گرفت سے اپنی کلائی چھڑائے بغیر بولی۔

"گوندھ لینا پر پہلے شوہر کی طرف تو دھیان کر لو۔ شوہر بیمار پڑا ہے اور تمہیں کاموں سے ہی فرصت نہیں۔"

اس کی بات سنتی اور لہجے میں نظر آتی خفگی دیکھ کر نوریہ ساری شرم و حیا بالائے طاق رکھے تیزی سے اس کی نزدیک تر آگئی اور دوسرے ہاتھ میں

موجود ڈرے زمین پر رکھ کر وہ ہاتھ راجہ کے ماتھے پر رکھے اس کا بخار چیک کرنے لگی۔

"بخار تو نہیں لگ رہا۔ کیا محسوس کر رہے ہیں آپ۔ کہاں درد ہو رہا ہے؟"

اس کی خود کے پریشانی دیکھ کر راجہ کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"میں نے کب کہا کہ بخار ہے؟ میرا سر بہت درد ہو رہا ہے۔"

وہ کہہ کر ایک ہاتھ سے اپنی پیشانی مسلنے لگا۔

ایسا کرتی ہوں پناڈول دے دیتی ہوں آپ کو اس سے سر درد کا آرام آ"

"جائے گا۔

اس کے پریشانی سے کہنے پر وہ نفی میں سر ہلا گیا۔

نہیں مجھے کوئی دوائی نہیں کھانی۔ بس میرا سر دبا دو میں ٹھیک ہو جاؤں"

"گا۔

وہ اس کا ٹھنڈا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ گیا تو وہ اس کی بات پر عمل کرنے کے لئے اس کے سرہانے بیٹھ گئی اور اس کی پیشانی پر جمے ہاتھ کو حرکت دیتی اس کا سر دبانے لگی۔

تھوڑی دیر گزرنے کے بعد وہ اب ہلکا ہلکا کراہنے لگا اور اپنا سر اس کی گود میں رکھ گیا۔ وہ شرم کیا محسوس کرتی الٹا اس کی حالت پر حواس باختہ ہو گئی۔

"راجہ! زیادہ درد ہے کیا؟ اٹھیں ہم ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔"

اس کے کراہنے پر وہ جھک کر دھیرے سے اس کی پیشانی پر لب رکھ کر بولی۔

اس کے لمس کی مسیحائی وہ روح تک اترتی محسوس کرتا رخ موڑ کر اپنا چہرہ اس کے پہلو میں چھپاتا اس کے گرد بازو لپیٹ گیا۔

اس کی اس حرکت سے نوریہ کے بدن میں پھریری سی دوڑ گئی۔ اس کی سانسیں سینے میں اٹکنے لگیں پر راجہ کی حالت کو ذہن میں رکھتی وہ ضبط کرتی بیٹھی اس کا سر دباتی رہی۔

ٹھنڈے ہاتھوں کالمس بہت سکون بخش تھا جسے محسوس کرتا وہ نیند میں جانے لگا۔

اس کی بھاری ہوتی سانسوں کو محسوس کر کے وہ پھر سے جھک کر اس کی پیشانی پر لب رکھ گئی اور مسکراتی ہوئی اس کا بازو کھول کر اٹھنے لگی تاکہ کھانا بنانے کی کوشش کر سکے۔

ابھی وہ تخت سے نیچے پیر دھرتی اس سے پہلے ہی اس کی غیر موجودگی محسوس کر کے آنکھیں کھولتا اسے اپنی طرف کھینچ گیا اور اسے سہی طرح تخت پر لٹاتے خود اس کے سینے پر سر رکھتا دونوں بازو اس کی کمر کے گرد سختی سے باندھ کر آنکھیں بند کر گیا جب کہ وہ اس اچانک افتاد پر دل کر بڑھتی ہوئی دھڑکنیں شمار کرتی رہ گئی۔

"مجھے اس وقت سکون چاہئے جو صرف تمہاری قربت میں ہے۔"

بوجھل آواز میں کہتا وہ اس کے خوبصورت ابھار پر لب گیا اور اس کا ایک ہاتھ تھام کر اپنے بالوں پر رکھ گیا۔اس کا بھیگا لمس اور گرم سانسیں اپنی گردن پر

پڑتی محسوس کرتی وہ سرخ رنگت لئے کپکپاتا ہوا ہاتھ اس کے گھنے اور لمبے بالوں میں چلانے لگی جو اس وقت پونی کی قید سے آزاد تھے۔
وہ نیند کی وادی میں گم ہوا تو وہ بھی کچھ پر سکون ہوتی آنکھیں بند کر گئی۔

ooooo

بارات آچکی تھی۔ کچھ دیر بعد ایشا آفریدی اور فریحہ آفریدی برائیڈل روم میں داخل ہوئیں۔
"مومل چلو بیٹا نکاح کا وقت ہو گیا ہے۔"
فریحہ آفریدی کے کہنے پر وہ اپنے دل پر پتھر رکھتی اٹھ کھڑی ہوئی اور ان دونوں کے ساتھ اسٹیج کی طرف بڑھ گئی جہاں اسٹیج کے درمیان میں پھولوں کا پردہ بنا کر دولہا اور دلہن کی الگ الگ جگہ مختص کی گئی تھی۔ باسم کی نظر جب سامنے سے آتی گھونگھٹ اوڑھے مومل پر پڑی تو وہ اپنا رخ موڑ گیا۔
"!ماما"

مناہل دوڑتی ہوئی اس کی طرف آئی اور اس کی ٹانگ سے چمٹ گئی۔ وہ اپنی ماں اور بڑی ماں کے ساتھ چلتی ہوئی اپنے لئے مختص کی گئی جگہ پر بیٹھ گئی۔

دل کی تکلیف حد سے سوا تھی۔

"! نکاح شروع کریں مولوی صاحب"

اپنے باپ کی آواز میں یہ کلمات سنتے وہ اپنے دل کو اور مضبوط کرنے لگی اور پاس بیٹھی مناہل کا ہاتھ سختی سے اپنے ہاتھوں میں تھام گئی۔

آج اس کی یک طرفہ محبت کا آخری دن تھا۔ کون جانتا تھا کہ مومل آفریدی نے باسم آفریدی کا ہجر کس عذاب میں کاٹا تھا۔ اسے کس طرف رب کے سامنے گڑگڑا کر مانگا تھا۔ اس نے سنا تھا کہ سچے دل سے مانگی گئی ہر دعا قبولیت کا درجہ رکھتی ہے پر اس کو دعا نہ جانے کیوں نہیں پوری ہوئی۔ شاید اسے مانگنے کا سہی طریقہ نہیں آیا۔ اس نے یہ ب پڑھا تھا کہ اللہ انسان کی آنکھوں میں ٹھہرے آنسوؤں کے ایک قطرے کے گرنے سے پہلے ہی اس کی دعا قبول کرلیتا ہے پر اس نے تو باسم آفریدی کے ہجر میں ساری ساری رات رو

کر بھی اللہ سے اس کے رجوع کی دعائیں مانگی تھیں پھر کیوں نہیں انھیں قبولیت ملی۔ یہ سب سوچتے مومل آفریدی کا دل تکلیف سے تڑپ رہا تھا پر وہ پگلی یہ بھول گئی تھی کہ اللہ کی گھر میں دیر ہے پر اندھیر نہیں۔ کبھی وہ لے کر آزماتا ہے تو کبھی دے کر۔

"رکیں مولوی صاحب اتنی جلدی کس بات کی ہے؟"

نسوانی آواز پر ہال میں ایک دم خاموشی چھاگئی۔ تقریب میں موجود جہاں ہر شخص تجسس لئے آنے والی لڑکی کو دیکھ رہا تھا وہیں اس لڑکی کی آمد آفریدی ولا والوں کو ناگوار گزری تھی۔

اس سے پہلے کہ کوئی اور کچھ بولتا وہ خود ہی بول اٹھی۔

"دلہن کے والد صاحب سامنے آئیں۔"

ان کے آگے بڑھنے پر وہ خود بھی دو قدم آگے بڑھی۔

انکل میں فاران کی یونیورسٹی کی دوست تھی۔اس سے پیار کرتی تھی۔اس" نے کہا یہ بھی مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔ہم دونوں نے شادی کا پلان بنایا تو

ایک دن فاران نے مجھے اکیلے میں ملنے بلایا۔اس کی محبت میں اندھی ہو کر میں بھی ماں باپ کی عزت کی پرواہ کیے بغیر اس سے ملنے پہنچ گئی۔اس نے ریلیشن بنانے کے لئے مجھے فورس کیا اور جب میں نہیں مانی تو زبردستی کرنے لگا۔میں بہت مشکل سے اپنی عزت بچا کر وہاں سے بھاگی۔ہم لڑکیاں جب ماں باپ کی زندگی بھر کی محبت بھول کر چند دن کے آئے لڑکے کو ترجیح دے کر ماں باپ کی عزت رولتی ہیں تو ہمارے پلے بھی کچھ نہیں بچتا۔ہم نا جانے کس طرح سوچ لیتی ہیں کہ جو آسائشیں ہمیں دینے میں ہمارے والدین ہمیں زندگی کے بیس پچیس سال لگے وہ ایک غیر آدمی ایک دن میں ہمیں دے دے گا۔جو اولاد ماں باپ کی عزت رولتی ہیں اس کے پلے پھر کچھ نہیں بچتا۔نہ عزت نہ مان نہ وقار اور نہ ہی سکون۔یہ سب میں بھگت چکی ہوں۔"

وہ کہتی چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر رو دی تو ارسل آفریدی نے اس کی سر پر ہاتھ رکھ کر حوصلہ دیا۔

"مجھے ہمارے ایک کامن فرینڈ سے پتا چلا کہ فاران کی ایک لڑکی سے شادی طے ہو چکی ہے اور وہ اس کے ساتھ بھی مخلص نہیں۔ وہ اسے ملنے کے لئے بھی غلط مقصد سے کہیں لے کر گیا پر اس لڑکی کی جلدی میں کہیں جانا پڑا اور وہ اس کے کہنے پر بھی نہ رکی۔ میں بہت مشکل سے پتا کر کے یہاں تک پہنچی ہوں۔"

اس کی بات مکمل ہوتے ہی باسم تیش سے فاران کی طرف لپکا اور اس پر پل پڑا اور اسے لاتوں اور مکوں سے بے حال کر دیا۔ اسے دیکھتا ارسم بھی اس پر پل پڑا۔

ارسل آفریدی پہلے ہی پولیس کو کال کر چکے تھے۔ پولیس کے آتے ارسل آفریدی نے بہت مشکل سے انہیں الگ کیا۔

"چھوڑیں پاپا! اس خبیث کو زندہ نہیں چھوڑوں گا میں آج۔ اس نے مومل کے متعلق ایسا سوچا بھی کیسے۔ باسم آفریدی اس کا وہ حال کرے گا کہ گلی کے کتے بھی اس کی حالت سے خوف زدہ ہوں گے۔"

وہ بپھرا ہوا شیر بنا ہوا تھا۔فاران کو پولیس لے گئی تو باراتی بھی واپس جانے لگے۔

ماحول تھوڑا شانت ہوا تو ارسل آفریدی نے ویٹرز کو کھانا لگانے کا کہا۔لوگ سب کچھ بھولتے کھانے میں گم ہو گئے۔

وہ بے یقین سی بیٹھی تھی۔اتنے کم وقت میں کیا سے کیا ہو گیا تھا۔چند پل اس کی زندگی کا رخ پلٹ چکے تھے۔

باسم آفریدی کوٹ سے نادیدہ سلوٹیں جھاڑ کر مرکزی کرسی پر جا بیٹھا۔

"چلیں مولوی صاحب نکاح شروع کریں۔"

اس کی بھاری آواز نے آفریدی ولا کے تمام افراد پر سکتہ طاری کر دیا۔

"باسم ہوش میں ہو؟"

وہ اسے ایسے دیکھنے لگے جیسے اس کی دماغی حالت پر شبہ ہو۔

میں بالکل ہوش میں ہوں پاپا۔آپ بیٹھیں اور اپنے بیٹے کا نکاح انجوائے کریں۔"

"میں آپ کو صاف اور واضح الفاظ میں بتاتا ہوں کہ باسم آفریدی ابھی اور اسی وقت مومل آفریدی سے نکاح کا خواہاں ہے۔اگر کسی کو کوئی اعتراض ہے تو وہ میرے سامنے آئے ."

اس کے مضبوط لہجے پر سب خاموش تھے۔

وہ اٹھ کر چلتا ہوا ارسم آفریدی اور فریحہ آفریدی کے سامنے سر جھکائے کھڑا ہو گیا۔

"چاچو اور چھوٹی امی کیا آپ دونوں بخوشی مجھے اپنی فرزندی میں قبول کرنے کو تیار ہیں؟"

اس کے یوں مان دے کر پوچھنے سے فریحہ آفریدی خوشی سے نم آنکھیں لئے اس کے سر پر ہاتھ رکھ گئیں کہ ان کی برسوں کو خواہش بر آ رہی تھی اور ارسل آفریدی اسے اپنے سینے سے لگا کر اس کا کندھا تھپتھپا گئے۔

اسے اپنا جواب مل چکا تھا۔

آفریدی ولا کا ہر فرد بے پناہ خوش اور رضامند تھا اس فیصلے سے پر جس کی مرضی مطلوب سے اس سے تو کسی نے اس کی رائے لی ہی نہ تھی۔

"پر مجھے قبول نہیں ہے۔"

اس کی آواز پر سب نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا جو اپنا لہنگا دونوں ہاتھوں کی چٹکیوں میں تھامے اپنی جگہ سے کھڑی ہو چکی تھی۔

"میں اس رشتے پر ایک فیصد بھی رضامند نہیں اور نہ ہی ایسا کوئی رشتہ مجھے قبول ہے۔"

وہ بلند آواز اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں اپنا فیصلہ سناتی کسی ریاست کی شہزادی کی طرح ہی معلوم ہو رہی تھی۔ آفریدی ولا کا ہر فرد ہی سکتے میں تھا جب کہ وہ اپنا فیصلہ سنا کر واپسی کے لئے مڑ گئی۔

○○○○○

"میں اس رشتے پر ایک فیصد بھی رضامند نہیں اور نہ ہی ایسا کوئی رشتہ مجھے قبول ہے۔"

وہ بلند آواز اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں اپنا فیصلہ سناتی کسی ریاست کی شہزادی کی طرح ہی معلوم ہو رہی تھی۔ آفریدی ولا کر ہر فرد ہی سکتے میں تھا جب کہ وہ اپنا فیصلہ سنا کر واپسی کے لئے مڑ گئی۔

ابھی اس نے ایک قدم ہی بڑھایا تھا کہ باسم آفریدی لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کے سر پر پہنچتا اسے کہنی سے پکڑ کر جھٹکا دے کر گھما گیا۔ وہ اچانک اس کے پھرتی بھرے کارنامے پر سنبھل نہ سکی اور اس کے سینے سے ٹکرا گئی۔

"آہ"

اس کی پیشانی اس کے مضبوط سینے سے ٹکرائی تو مومل کی منہ سے سسکی نکل گئی۔ دونوں آنکھیں سختی سے میچے سرخ لب باہم پیوست کیے دونوں مٹھیوں میں باسم آفریدی کا کوٹ دبوچے وہ اس کے حصار میں کھڑی تھی۔

"چلو میرے ساتھ۔"

اس کے دونوں ہاتھوں سے کوٹ چھڑا کر وہ اسے بازو سے تھام کر اپنے ساتھ گھسیٹنے لگا۔

چھوڑیں مجھے کہیں نہیں جانا آپ کے ساتھ۔آپ کو سمجھ نہیں آرہی"

"چھوڑیں مجھے۔

وہ اس گرفت سے اپنا بازو چھڑوانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی پر باسم آفریدی کے حصار سے نکلنا آسان تو نہ تھا۔

مجھے تم سے صرف ایک بات کرنی ہے اور ہر حال میں کرنی ہے۔اس کے"

"بعد تمہیں چھوڑ دوں گا۔

اس کی بات پر وہ لب بھینچ گئی۔آخری الفاظ نامعلوم اذیت سے دوچار کر گئے تھے۔

"باسم آفریدی تم میرے تھے ہی کب جو کہ اب مجھے چھوڑ دو دے۔"

وہ دکھ سے سوچ کر رہ گئی۔

آفریدی ولا کے کسی فرد نے انھیں روکنے کی کوشش نہ کی تھی کیوں کہ

جانتے تھے کہ باسم آفریدی سب ٹھیک کردے گا۔

وہ اسے لئے ڈریسنگ روم میں آیا اور اپنے پیچھے دروازہ بند کرتے اس کا بازو

اپنی گرفت سے آزاد کردیا۔

"جو بھی بات کرنی ہے جلدی کریں مجھے واپس جانا ہے۔"

وہ چہرہ موڑ کر سنجیدگی سے بولی۔

چلی جانا۔ ضرور چلی جانا۔ تمھیں عمر بھر سامنے بیٹھا کر تمھیں تکتے رہنے کا"

". ارادہ بھی نہیں میرا

اس کی بات مومل آفریدی کے سینے میں موجود گوشت کے لوتھڑے پر

بہت بری طرح چبھی تھی۔

"ہنہ! مجھے ایسا کوئی گھٹیا شوق لاحق بھی نہیں۔"

دل پر قابو پاتی وہ اس کے سامنے ہنکار بھر کر رہ گئی۔

دیکھو لڑکی ! گھما پھرا کر بات کرنے کا عادی نہیں ہوں میں ۔ جو بھی بات " کرتا ہوں سینہ ٹھوک کر کرتا ہوں ۔ اب بات یہ ہے کہ زندگی گزارنے کے لئے مجھے ایک عدد بیوی اور میری بیٹی کو ایک عدد ماں کی ضرورت ہے ۔ کسی نہ کسی کو تو یہ ذمہ داری دینی ہی ہے تو سوچا تم کیوں نہیں ۔ میرے خیال میں "تم یہ ذمہ داری احسن طریقے سے نبھا لو گی ۔ کیا خیال ہے ؟

وہ پینٹ کی جیبوں میں دونوں ہاتھ پھنسائے بے فکر مگر سرد لہجے میں کہتا اس کو دن میں تارے دکھا گیا ۔

سمجھ کیا رکھا ہے آپ نے مجھے ہاں ! جب چاہا تذلیل کر دی دھتکار دیا اور " "جب چاہا اپنے فائدے کے لئے استعمال کر لیا ۔ چاہتے کیا ہیں آپ ؟

اس کی بات پر وہ چیخ اٹھی ۔

میں جو چاہتا ہوں تمہیں بتا چکا ہوں ۔ تم پر کوئی زبردستی نہیں ۔ میں نے کہا " نا کہ مجھے ایک بیوی اور میری بیٹی کو ایک ماں کی ضرورت ہے ۔ اب ظاہر سی بات ہے تم اگر انکار کرو گی تو میں رک تو نہیں جاؤں گا ۔ دنیا میں بہت سی

اور لڑکیاں ہیں جو ہنستے ہنستے باسم آفریدی پر جان دے سکتی ہیں۔ان کے لئے یہ آفر تو سونے میں تولنے والی ہے۔ باسم آفریدی کے لئے وہ اس کی بیٹی کو بہت ہنسی خوشی قبول بھی کریں گی اور سنبھال بھی لیں گی۔ "! سمجھی

اس کی بات پر مومل کو تو سکتہ ہی ہو گیا۔آخر کیا چیز تھا یہ انسان۔

میری بلا سے ایک چھوڑ دس سے شادی کریں میرے جوتے کو بھی نہیں" "پرواہ۔

نخوت سے کہتی وہ سر جھٹک گئی البتہ دل زوروں سے دھڑک رہا تھا۔

کیا وہ باسم آفریدی کے پہلو میں پھر سے کسی اور کو برداشت کر پائے گی؟ پر اس کے سامنے بے مول نہیں ہونا چاہتی تھی دل کا راز کہ کر۔

چلو ٹھیک ہے۔مجھے لگتا ہے در یہ بیسٹ رہے گی شادی کے لئے۔اس جیسی" سویٹ اور پولائیٹ لڑکی مجھے اور میری بیٹی کو اچھے سے سنبھال لے گی۔آئی "! بیٹ

اس کی بات پر مومل کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ کتنا شاطر انسان تھا۔

.اس کی دوست کو اس کے مقابل لانا چاہتا تھا

"اور ایک بات میں اور کلئیر کر دوں۔ میری شادی کے بعد تمہارا مناہل سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ میں اپنی بیوی اور بیٹی کو لے کر واپس چلا جاؤں گا۔ ناؤ چوائس از یورز! (فیصلہ اب تمہارا ہے) اوپس سوری! تم تو اپنا فیصلہ سنا چکی ہو

"نا۔ چلو ریسٹ کرو تم میں جا کر دریہ کے پیرنٹس کو اپروچ کرتا ہوں۔

مزے سے بات پوری کرتا وہ سیٹی کی دھن بجاتا دروازے کی طرف بڑھ گیا جب کہ مومل کا سر چکرانے لگا۔ دل کی دھڑکن سست پڑ گئی۔

"!رکیں پلیز"

اس سے پہلے کہ وہ دروازے سے باہر قدم رکھتا وہ اسے آواز دے کر روک گئی۔ مناہل اس کی جان تھی وہ کس طرح اس سے دور رہ سکتی تھی۔ مومل کی جان بستی تھی اس میں۔ وہ تبسم چہرے پر سجائے رخ موڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگا جو نم آنکھیں اور سرخ رنگت لئے نا جانے ضبط کی کس انتہا پر تھی۔

"میں مومل سے دور نہیں رہ سکتی پلیز! مجھے۔۔۔۔میں مناہل کی ماں کا عہدہ سنبھالنے کے لئے تیار ہوں۔"

اس کی بات پر وہ دو قدم چل کر آگے آیا۔

"اور میری بیوی کا کیا؟"

اس کے سوال پر وہ ایک پل کے لئے اس کی سرد آنکھوں میں دیکھتی جھرجھری لے کر نظریں پھیر گئی۔

"آپ سے نکاح کے بعد ہی مجھے مومل کی ماما کھلائے جانے کا قانونی لائیسنس میسر آئے گا۔"

اس کی بات پر وہ سمجھتے ہوئے سے ہلا گیا۔

"چلو سب انتظار کر رہے ہوں گے۔"

وہ لہنگا تھام کر اٹھی جب کہ وہ اس پر ایک گہری نظر ڈال کر موبائل نکالتا کسی کو میسج کرنے کے ساتھ ہی اسے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا باہر گھر والوں کی

طرف بڑھ گیا۔ وہ بھی سن ہوتے دماغ کے ساتھ اس کی تقلید میں باہر کی طرف بڑھ گئی۔

سب گھر والوں کو خوشی کے ساتھ حیرت بھی ہو رہی تھی مومل کے یوں آسانی سے مان جانے پر۔

وہ اسٹیج پر بیٹھی تو اسے دریہ اپنی طرف آتی دکھائی دی۔ وہ ساری صورت حال سے واقف اب مومل کے اقرار کی وجہ پوچھ رہی تھی۔ مومل پوری بات اسے بتا کر اس کا ذکر خوب صورتی سے گول کر گئی۔

اور پھر بالآخر چار سال کا لمبا اور ازیت بھرا ہجر کاٹنے کے بعد مومل آفریدی کو باسم آفریدی کا ساتھ میسر آچکا تھا۔ وہ باسم آفریدی کے نام لکھ دی گئی تھی۔ نکاح کے بعد دونوں کپلز اسٹیج پر بیٹھے تھے۔

باسم آفریدی کے چہرے سے کسی بھی بات کا اندازہ لگانا مشکل ہو رہا تھا جب کہ مومل کے چہرے پر آسودگی نظر آرہی تھی۔ وہ پاس بیٹھی مناہل کے چھکنے پر آسودگی سے مسکراتی اس کے سوالوں کے جواب دے رہی تھی۔

دریہ ارسم کے اشارے پر اس کی طرف بڑھی۔اس نے اب تک ارسم کی بیوی کو نہ دیکھا تھا. وہ دل مضبوط کرتی ان دونوں کی طرف بڑھی۔

"السلام علیکم! کیسے ہیں آپ؟"

وہ دونوں کو مشترکہ سلام کرتی ارسم سے حال دریافت کرنے لگی۔

"اللہ کا شکر! آپ کسی ہیں؟"

"جی ٹھیک!"

کہنے کے ساتھ ہی اس نے نظر اٹھا کر بہت ضبط سے ارمش کی طرف دیکھا اور اسے یہ ماننے میں کوئی عار محسوس نہیں ہوئی کہ ارسم آفریدی ارمش آفریدی جیسی لڑکی ہی ڈیزرو کرتا تھا۔ معصومیت اس کے چہرے سے ٹپک رہی تھی۔وہ اسے چھوٹی سی موم کی گڑیا لگ رہی تھی۔

"ارمش آفریدی! میری بیوی!"

ارسم اسے ارمش کی طرف تکتا دیکھ کر اس کا تعارف کروانے لگا۔

"بہت پیاری ہیں ماشاءاللہ۔ اللہ پاک آپ دونوں کو ہمیشہ۔۔ ہمیشہ ساتھ خوش رکھے۔ آمین!"

وہ بہت محبت اور خلوص سے کہتی ارمش کا ہاتھ تھام کر اس کی پشت پر عقیدت سے لب رکھ گئی۔

وہ بھلا ارسم آفریدی کی محبت کے لئے کس طرح اپنے دل میں نفرت رکھ سکتی تھی۔ ہاں اس نے ارسم آفریدی کی آنکھوں میں وہی جذبات دہکتے ہوئے دیکھے تھے جو وہ اپنی آنکھوں کے عکس میں دیکھا کرتی تھی۔ اس نے ارسم آفریدی کے چہرے پر وہی روشنی پھوٹتی ہوئی دیکھی تھی جو روشنی اس کے اپنے چہرے پر پھوٹتی تھی جب وہ ارسم آفریدی یا اس کے خیال سے روبرو ہوتی تھی۔

ارسم دنگ سا اس کی عقیدت کو دیکھ رہا تھا۔ ایک لمحہ پورا ہونے سے پہلے ہی اس کے چہرے سے نظر ہٹا کر ارمش کے چہرے پر جما گیا۔ ہاں! یہ حق صرف اور صرف ارمش کا ہی تھا۔

خود پر مزید ضبط نہ کر پاتے دریہ انہیں جلدی سے الوداع کہتی تیزی سے اسٹیج سے اتر گئی۔اس کے آنکھوں کی نمی اور سرخی سوچتے ارسم آفریدی کا دل بوجھل ہو گیا پر اپنی جان حیات پر نظر پڑتے ہی دل سرشار ہو گیا۔

"آپ کو کچھ چاہئے جان ؟ایزی ہیں نا آپ ؟"

وہ اس کا سرد پڑتا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر دھیرے دھیرے سہلاتا فکرمندی سے پوچھنے لگا جس پر وہ مسکراتی ہوئی اثبات میں سر ہلا گئی۔

○○○○○○○

"یا اللہ !"

اس کے منہ سے دلسوز پکار نکلی تھی۔آنسوؤں سے گال تر تھے آنکھیں پر نم تھیں۔آنسو لڑیوں کی صورت بہتے ہے چلے جا رہے تھے۔اس کی دل سوز پکار پر درو دیوار کانپ اٹھے تھے۔

"یا اللہ کیوں ؟"

وہ زمین پر بیٹھی اپنے بال مٹھیوں میں جکڑ گئی۔

"یااللہ تو جانتا تھا کہ وہ میرا نصیب نہیں پھر کیوں اس کی الفت میرے دل میں ڈالی۔ کیوں میرا دل اس کی طرف راغب کیا۔ کیوں میری آنکھوں کو اس کے خواب دکھائے۔ اور اللہ تو تو بے پرواہ ہے۔ جو چاہے کر سکتا ہے۔ ہر چیز تیرے ایک کن کی منتظر ہے۔ یااللہ میرے دل سے اس انسان کی محبت نوچ لے۔ اگر یہ نہیں ممکن تو میرا دل نوچ لے۔ مجھے سراب کے پیچھے نہیں بھاگنا۔ مجھے شر سے بچالے۔ مجھے غاسب بننے سے بچالے۔"

وہ تڑپ تڑپ کر روتی اپنے خالق سے فریاد کر رہی تھی۔

"یااللہ مجھے صرف اپنا بنالے۔ مجھے شر سے بچالے۔"

سسکتی ہوئی دریہ پر نیند کا غلبہ غالب آنے لگا اور نیند کی دیوی نے اسے اپنے پروں میں چھپا کر تھپکی دینی شروع کر دی۔

بیشک یہ اللہ کی رحمت ہی ہے ہم پر کہ جب ہم بہت سارو لیتے ہیں تو ہمارا ذہن پر سکون ہو جاتا ہے اور نیند کی دیوی ہمیں اپنی آغوش میں سمیٹ لیتی ہے۔ بیشک رحمان بہت ہی رحیم ہے۔

○○○○○

دروازہ کھٹکنے کی آواز پر ایک دم راجہ کی آنکھ کھلی۔اس کی نظریں سیدھا نوریہ کی حسین چہرے سے جا ٹکرائیں جو نیم والبوں کے ساتھ نیند کے مزے لے رہی تھی۔وہ اب تک اس کے سینے پر سر رکھے لیٹا ہوا تھا۔راجہ نے اپنا سر دھیرے سے اٹھایا نوریہ نیند میں دھیرے سے کسمسائی۔

"اٹھ جاؤ میری جان بھوک نہیں لگ رہی کیا؟اٹھو شاباش۔"

وہ اس کے گال پر بکھرے بال پیچھے کرتا نرمی سے پچکارنے لگا۔

وہ دھیرے سے مسکراتی اٹھ بیٹھی۔

"کیا ٹائم ہوا؟"

وہ بال سمیٹتی جھجھک کر پوچھنے لگی کیوں کہ وہ اس کے بالکل ساتھ جڑ کر بیٹھا تھا۔

"رات کے نو بج رہے ہیں۔"

اس کے بتانے پر نوریہ کی آنکھیں کھل گئیں۔

"اف! اتنا وقت ہو گیا اور پتا ہی نہیں چلا مجھے تو کھانا بنانا تھا۔ آپ کا سر درد کیسا ہے؟"

اس کے یوں بوکھلا یا دیکھ کر اس کے ہاتھ تھام گیا۔

"بس بس میری رانی کیا ہو گیا۔ میرا سر درد تو تمہاری قربت پاتے ہی فرار ہو گیا۔"

اس کی بوجھل سر گوشی پر وہ سرخ پڑتی پلکیں جھکا گئی۔

"اور رہی بات کھانے کی، وہ میں ابھی باہر سے لے آتا ہوں۔"

وہ کہنے کے ساتھ ہی خود تخت سے اٹھتا اس کی طرف ہاتھ بڑھا گیا۔

وہ شرماتی ہوئی اپنا نازک ہاتھ اس کے مضبوط مردانہ ہاتھ میں تھما گئی۔

وہ اسے ساتھ لئے کمرے میں آیا۔

"ہاتھ منہ دھو کر برتن لگاؤ میں بس یوں گیا اور یوں آیا۔"

وہ اپنے ہاتھ میں دبے اس کے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیتا کمرے سے باہر نکل گیا۔ وہ بھی مسکراتی ہوئی انگڑائی لیتی باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

کھانا کھانے کے بعد وہ برتن کچن میں رکھنے لگی تو وہ بھی اس کے روکنے کے باوجود اس کی مدد کرنے لگا۔

فارغ ہو کر وہ باہر نکلنے لگی تو وہ اس کی کلائی تھام گیا۔ وہ دھڑکتے دل اور گلابی پڑتی رنگت کے ساتھ دھیرے سے پلکوں کی جھالڑ اٹھا کر اس کی چہرے کی طرف دیکھنے لگی جن کی معنی خیزی اور آنکھوں سے جھلکتے جذبات کچھ اور ہی کہانی بیان کر رہے تھے جن سے وہ آنکھیں چرانے لگی۔

"میری رانی!"

اس کی جذبات سے بوجھل آواز نے نوریہ کی خم دار پلکوں کو لرزنے پر مجبور کر دیا۔

"جی!"

وہ کانپتے ہوئے ہاتھ سے بالوں کی آوارہ لٹ کو کانوں کے پیچھے اڑسنے لگی جو اس کے گالوں کو چھیڑتی شرارت خانی کر رہی تھی۔

"میری ایک فرمائیش مانے گی۔"

وہ کی اس کی کلائی پر اپنی انگلیاں پھیرتا اسے مسلسل کانپنے پر مجبور کر رہا تھا۔

"بول!"

وہ اس کی چپی کر اپنے دوسرے ہاتھ کی شہادت کی انگلی اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر اس کا چہرہ اونچا کرتا اس کی لرزتی جھکی پلکوں پر پھونک مار گیا۔

"جج۔۔۔۔جی مانوں گی۔"

اس کے کترانے شرمانے پر وہ زیر لب مسکرا دیا۔

"میں چاہتا ہوں کہ آج کی رات ہماری تکمیل کی رات ٹھہرے۔ روحوں کے ملاپ کی رات ٹھہرے۔ تم بن سنور کر میرے جذبات میں تغیانی پیدا کرو اور پھر اپنے قرب کی ٹھنڈک سے میرے بھڑکتے ہوئے دل پر پھوار برسا دو۔ کرو گی میری فرمائیش پوری؟"

اس کے بوجھل اور شریر الفاظ نوریہ کے جسم میں چیونٹیاں دوڑا گئے۔ زبان گنگ تھی۔ اس کے ہاتھ کا دباؤ محسوس کر کے وہ اقرار میں سر ہلاتی اس کے سینے میں منہ چھپا گئی۔ اس کے اقرار نے راجہ کے وجود میں سرشاری بھر دی۔

تو پھر جاؤ الماری میں ایک کالے رنگ کا بیگ دھرا ہے۔ وہ دیکھ لو اور اپنا پور "پور سجا دو۔"

وہ اسے کہتا دھیرے سے اسے اپنے حصار سے آزاد کرتا چھت کی طرف بڑھ گیا جب کہ وہ لبوں پر شرمیلی مسکان سجائے چھت کو جاتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

گھنٹہ گزر جانے کے بعد اس نے کمرے میں پیر رکھا تو کمرے کا ماحول دیکھتا ٹھٹھک کر دہلیز پر ہی رک گیا۔ ہوش تھوڑے بحال ہونے پر اس نے پشت پر موجود دروازہ دھیرے سے لاک کر دیا اور قدم قدم بڑھاتا بیڈ کی طرف بڑھنے لگا جہاں وہ سرخ لباس میں خود بھی لال پڑ رہی تھی۔ لال لباس پہنے

لبوں پر سرخی بکھیرے، قاتل آنکھوں میں کاجل کی دھار ڈال کر انھیں مزید قاتل بنائے، کالی زلفوں کو درمیان سے مانگ نکال کر کھلا چھوڑے اور کانوں میں سنہری آویزے پہنے وہ راجہ کا تن من دھڑکا گئی تھی۔ اس کا ہوش ربا حسن اور توبہ شکن سراپا اس کے اعصاب پر بہت شدت سے اثر انداز ہوا تھا۔ نائٹ بلب کی ہلکی سی روشنی میں بھی اس کا زاہد شکن سراپا دمک رہا تھا۔ وہ اس پر بھرپور نظر ڈال کر ڈریسنگ ٹیبل کی طرف قدم بڑھا گیا۔ شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے اپنی کلائی پر پہنی مردانہ بریسلٹس انگلیوں میں پہنی انگوٹھیاں اور گلے میں پہنی چینز اتار کر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ دیں۔ اس سب سے فارغ ہونے کے بعد اس نے بالوں میں بندھی پونی اتار کر باقی چیزوں کے ساتھ پھینکی اور اپنے قدم بیڈ کی طرف بڑھا گیا۔

واللہ! تمہارا یہ دلکش ترین روپ کہیں راجہ کی جان ہی نہ لے لے اوپر سے "تمہارا یوں شرمانا اف! تمہاری ہر ادا قاتلانہ ہے۔

وہ اس کے نزدیک تر بیٹھتا اپنے الفاظ کے لمس سے اسے جھینپنے پر مجبور کر گیا۔ وہ دھیرے سے اس کے نزدیک نیم دراز ہو کر اس کے سرخ پڑتے چہرے پر نظریں جما گیا۔

"اجازت ہے؟"

اس کی معنی خیز سرگوشی پر وہ شرم سے دوہری ہوتی بالا خر اثبات میں سر ہلا گئی۔

"شکریہ۔۔۔"

راجہ نے اسکے ہاتھ کو تھاما اور اسکی پشت پر ہونٹ رکھے۔۔۔

لائیٹ بجھادوں؟" وہ اس سے پوچھنے لگا۔۔ نوریہ کا چہرہ مزید سرخ" ہو گیا۔۔۔

کھڑکی بند کر دیں۔۔۔ سردی ہے۔۔" وہ نظریں چراتی بولی۔۔"

پر اگلے لمحے روم میں ایکدم اندھیرہ محسوس کر کے وہ سراسیمگی سے کمرے میں دیکھنے لگی۔۔۔

"!مجھ پر یقین رکھو میری جان"

وہ اس کا گال سہلا کر بولا تو نوریہ اپنا حلق تر کرتی اثبات میں سر ہلا گئی۔

"اجازت ہے؟" وہ اسکے کان پر جھکا اجازت طلب کر رہا تھا۔۔"

وہ آہستہ سے بہت ہمت مجمع کر کے سر اقرار میں ہلاتی اسکی گردن میں چہرہ

چھپا کر اسکے چوڑے سینے میں سمٹ گئی۔

اسکی گھنی مونچھوں تلے چھپے لبوں پر مسکراہٹ آگئی۔

وہ اسے تکیے پر آہستہ سے منتقل کرتا اس پر سایہ بن گیا۔

وہ اس کی پیشانی پر جھکا اور وہاں اپنی محبت کی مہر ثبت کر دی۔

اس کے مضبوط بانہوں کے تحفظ کو محسوس کرتی وہ جھینپتی ہوئی اس کی باہوں

میں چھپ گئی۔

رات قطرہ قطرہ پگھل رہی تھی جس کے ساتھ ہی نوریہ راجہ کی قربت اور

مضبوط حصار میں موم بن کر پگھلنے لگی۔

چاند بھی شرما کر بادلوں کی اوٹ میں جا چھپا اور سرد تاریک رات دونوں پر مہربان ہو گئی۔

○○○○○

"اف بہت تھک گئی میں۔"

وہ بیڈ پر گرتی آنکھیں موند گئی۔ فنکشن کے آخر پر جب باسم نے رخصتی مانگ لی تو مومل نے کافی ہنگامہ کھڑا کیا۔ وہ کسی صورت بھی رخصتی کے لئے رضا مند نہ تھی پر سب کے بہت زیادہ سمجھانے اور دباؤ پر لب بھینچتی اپنا سر اس فیصلے پر جھکا گئی۔

اس سارے میس میں کافی وقت لگ گیا تھا اس لئے ارمش کافی تھک چکی تھی۔ اس کی تھکاوٹ دیکھتے ارسم اسے کمرے میں چھوڑ گیا اور خود اسے کچھ دیر میں واپس آنے کا کہہ کر کمرے سے چلا گیا کیوں کہ اس کے دوست آئے ہوئے تھے جن کہ ساتھ کچھ وقت گزارنے کا خواہش مند تھا وہ۔

ارمش نے کبھی اتنے بھاری کپڑے اور زیور پہنے نہ تھے اس لئے کافی بے چین ہو رہی تھی پر پھر سستی سے وہیں پڑی رہی۔اس میں اتنی بھی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ اٹھ کر چینجنگ روم تک ہی چلی جائے اور جا کر خود کو اس سارے بوجھ سے آزاد کروالے۔

دوستوں سے فارغ ہوتے ہوتے اسے کافی وقت لگ گیا۔دو گھنٹے بعد جب وہ بامشکل جان چھڑوا کر کمرے میں آیا تو وہ اسے غیر آرام دہ حالت میں بستر پر آڑھی ترچھی لیٹی سوتی ہوئی دکھی۔

وہ اپنا ماتھا مسلنے لگا۔بھاری قدم اٹھاتا ہوا اس کی طرف بڑھا اور اسے بازو سے پکڑ کر نرمی سے اسے سیدھا کر کے لٹایا۔

سوفٹی! اٹھیں شاباش! کپڑے وغیرہ چینج کر کے ایزی ہو جائیں پھر سو" "جائیے گا۔

وہ اس کے پاس بیٹھتا ہولے سے اس کا گال تھپتھپانے لگا۔

"ممم۔۔۔"

وہ نیند میں کسمسائی اور اس کی موجودگی محسوس کرتی دھیرے سے مسکرادی اور اس کا ہاتھ تھام کر اپنے گال کے نیچے رکھ کر اس پر اپنا چہرہ ٹکا گئی۔

وہ اس کی معصوم سی ادا پر دل پر قابو کھوتا اس کے معصوم اور دلکش چہرے پر جھکا اور اس کی پیشانی کو اپنے لمس سے معتبر کرنے لگا۔اس کا لمس محسوس کرتی وہ پھر سے کسمسائی تھی۔

"اٹھ جائیں میری شہزادی اب!"

وہ پھر سے اس کے گال تھپتھپانے لگا تو اب کی بار وہ دھیرے سے آنکھیں کھول گئی۔

"مجھے نیند آرہی ہے ہسبنڈ میں سونا چاہتی ہوں۔"

وہ منہ بسور پھر سے آنکھیں بند کرنے لگی۔

"سو جایئے گا پر پہلے فریش ہو جائیں۔اٹھیں شاباش۔"

وہ کہنے کے ساتھ ہی اٹھ کر اسے بھی بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ کھڑا کر گیا اور اسے اپنے ساتھ لئے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھا۔اسے چیئر پر بیٹھانے کے

بعد ایک ایک کر کے اس کا زیور نرمی سے اتارنے لگا۔ زیور اتارنے کے بعد اس نے اس کے بالوں میں لگی پنز کو دھیرے س الگ کرنا شروع کر دیا۔ اس کے سنہری بال کندھوں پر بکھیر کر وہ ایک مسکراتی نظر اس کے چہرے پر ڈالتا الماری کی طرف بڑھ گیا۔

الماری سے اس کا نائٹ ڈریس نکال کر باتھ روم میں ہینگ کر کی آیا اور شو اسٹینڈ سے اس کے سلیپرز پکڑے اور پھر اس کی طرف بڑھا۔ اس کے قریب پہنچ کر اس کے دونوں پاؤں باری باری اپنے گھٹنے پر رکھتے اس کے گلابی خوب صورت پیروں میں پہنی گئیں سینڈلز اتارنے لگا۔ سینڈل اتار کر اس نے ارمش کے پاؤں میں سلیپرز پہنا دیے اور اس کا ہاتھ تھام کر اسے کھڑا کیا۔

شروع پر ارمش کو اس کی یہ حرکت بلکل اچھی نہیں لگتی تھی کہ وہ اس کے پیروں کو ہاتھ لگائے پر ارسم کا کہنا تھا کہ میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے کاموں میں شرم کیسی؟ وہ اس کی بیوی

ہے۔اس کے پیروں کو ہاتھ لگانے سے اس کا درجہ چھوٹا نہیں ہو جائے گا۔

اب تو ارمش کو بھی جیسے عادت ہو گئی تھی اس سب کی۔

وہ فریش ہو کر باہر آئی تو تب تک وہ بھی ڈریسنگ روم میں کپڑے بدل کر باہر آچکا تھا اور اب بیڈ پر بیٹھا موبائل میں مصروف تھا۔وہ ہلکا سا مسکراتی بیڈ کی دوسری طرف آکر بیٹھ گئی۔

ارسم موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھتا پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"کیا ہوا میری سوفٹی کو؟اداس کیوں ہیں۔"

وہ اس کی آنکھوں سے جھلکتی گہری اداسی کو دیکھتا تشویش سے استفسار کرنے لگا.

"نن۔۔نہیں تو۔اداس تو نہیں ہوں۔دیکھیں!خوش ہوں۔"

وہ ہڑبڑا کر کہتی پھر سے مسکرانے لگی۔

وہ اسے گہری نظروں سے تکتا رہا۔

آپ قلب ہیں ارسم آفریدی کا۔ آپ اداس یا پریشان ہوں گی تو مجھے کیسے پتا"

"نہیں لگے گا کہ میرا قلب تکلیف میں ہے۔ بتائیں شاباش۔

اس کا جملہ پورا ہوتے ہی وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

ارسم آفریدی اس کا ری ایکشن دیکھتا ایک دم بوکھلا گیا۔

"کیا ہوا ہے میری جان کیوں رو رہی ہیں۔"

وہ اس کے ہاتھ زبردستی چہرے کے آگے سے ہٹاتا اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں

میں تھام کر بے چینی سے پوچھنے لگا۔

"کچھ بھی تو نہیں۔"

وہ ہچکی دبا کر بولی۔

کچھ بھی نہیں تو پھر یہ پیاری سی آنکھیں اتنے قیمتی آنسو کیوں بہا رہی ہیں؟"

"ہاں !

وہ انگلی کی پور سے اس کا آنسو چن کر اس کی آنکھوں کے سامنے کر گیا۔ وہ

خاموشی سے آنسو بہاتی رہی۔

"بتائیں میری جان اپنے ہسبنڈ کو بھی نہیں بتائیں گی کیا۔؟"

اس کے یوں بے انتہا پیار سے پوچھنے پر وہ بے ساختہ اس کے سینے پر سر گئی اور آنسو بہانے کا عمل جاری رکھا۔

"ہسبنڈ!"

اس کی تکلیف سے پر بھیگی آواز میں اپنے نام کی پکار سنتے ارسم آفریدی کا دل ڈولنے لگا.

"جی ہسبنڈ کی جان بولیں! میں سن رہا ہوں۔ آپ اپنے دل کی ہر بات مجھ سے کہہ ڈالیں آج۔

"آپ کی ماما آپ سے کتنا پیار کرتی ہیں نا۔ آپ سے بھی اور باسم بھائی سے بھی۔ چھوٹی ماما بھی مومل سے کتنا پیار کرتی ہیں اور آپ کی ماما بھی۔"

وہ اس کی شرٹ مٹھی میں دبوچ گئی۔

"وہ آپ کی بھی ماما ہیں اور آپ سے بھی بہت پیار کرتی ہیں۔"

وہ اس کا دوسرا ہاتھ تھام کر اپنے لبوں سے لگا گیا۔

"پر میری ماما مجھ سے پیار کیوں نہیں کرتی؟ میں تو ان سے بہت زیادہ پیار کرتی ہوں۔ ان کی ہر بات بھی مانتی ہوں اور تنگ بھی نہیں کرتی۔ پھر وہ مجھ سے پیار کیوں نہیں کرتی ہسبنڈ؟"

وہ اس کے سینے میں منہ دے سسکنے لگی تو اس کی تکلیف اپنے دل میں محسوس کرتا ارسم لب بھینچ کر ہولے ہولے اس کی کمر سہلانے لگا۔

"آپ کو کس نے کہا کہ وہ آپ سے پیار نہیں کرتی؟ ماں تو محبت کا دوسرا نام ہے اور جتنا پیار ماں اپنے بچوں سے کرتی ہے اتنا پیار اس روئے زمین پر کوئی کسی سے نہیں کرسکتا۔ آپ کی ماما بھی آپ سے بہت پیار کرتی ہوں گی۔"

اس کی بات سنتے وہ دھیرے سے اس سے الگ ہوئی۔

سرخ چہرہ، متورم آنکھیں، گلابی گالوں پر پھسلتے شبنمی قطرے، سرخ ناک اور کچلنے کے باعث سرخ پڑتے ہونٹ۔ وہ اس حالت میں بھی ارسم آفریدی کا دل بری طرح دھڑکا گئی تھی۔ کیا کوئی روتے ہوئے اس قدر حسین بھی لگ سکتا ہے؟ وہ سوچ کر رہ گیا۔

وہ اس سے الگ ہوتی دو ہاتھ کے فاصلے پر ہو گئی۔

ارسم اسے ناسمجھی سے دیکھنے لگا۔ وہ اس سے نظریں چراتی خود پر ضبط کرتی اپنی دائیں ٹانگ سے شلوار اوپر کر گئی۔

اس کی ٹانگ کر نظر پڑتے ارسم کی آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئیں۔ گھٹنے سے نیچے ٹانگ پر جگہ جگہ کاٹے جانے کی نشان تھے یوں جیسے تیز دھاری چھری سے گہرے کٹ لگائے گئے ہوں اور لگ بھی کافی پرانے رہے تھے۔

"یہ۔۔۔"

ارسم کے الفاظ ہی گم ہو چکے تھے۔ وہ آنسو ایک ہاتھ سے صاف کرتی مڑی اور ارسم کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گئی۔ ارسم کے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی وہ ہاتھ پیچھے لاتی اپنی شرٹ کی زپ کھول گئی تو شرٹ دونوں کاندھوں کی طرف ڈھلک گئی اور اس کی کمر پر نظر پڑتے ہی ارسم کی روح فنا ہونے لگی۔ سفید کمر نیلے نشانوں سے بھری پڑی تھی۔ کچھ زخم نئے جب کہ باقی پرانے تھے۔

اسے پتا ہی نہ چلا اور اس کی آنکھوں میں چپکے سے نمی اتر آئی۔ اسے ساکت خاموش بیٹھے دیکھ کر وہ زپ بند کرتی اس کے مقابل آ بیٹھی۔

"آپ اب بھی کہیں گے کہ میری ماما مجھ سے پیار کرتی ہیں۔"

وہ آنسو بہاتی یاسیت سے پوچھنے لگی۔

"یہ تمہاری۔۔۔"

بے یقینی ایسی تھی کہ وہ اپنا جملہ بھی نہ پورا کر پایا۔ الفاظ کیسے حلق میں اٹک گئے تھے۔ وہ جو یہ سوچ رہا تھا کہ یہ ان درندوں کی حیوانیت ہو گی جنہوں نے اس معصوم کو توڑا تھا وہ اس کی آنکھوں کا پیغام اور الفاظ کا مطلب سمجھ کر ششدر رہ گیا تھا۔

کیا کوئی انسان اس قدر سنگ دل ہو سکتا ہے؟ بلکہ کیا کوئی ماں اس قدر ظالم ہو سکتی ہے۔

وہ اسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگا گیا تو وہ پھر سے بلک بلک کر رونے لگی۔ اس کے کندھے بھی ارسم آفریدی کے آنسوؤں سے بھیگ رہے تھے۔

وہ دونوں رو رہے تھے۔ایک اپنی قسمت کی ستم ظریفی پر تو دوسرا اپنی محبوب ہستی کی تکلیف اور ازیت پر۔

"!شش !سب ٹھیک ہو جائے گا۔میں ہوں نا"

وہ بھاری نم آواز میں اسے تسلی دیتا اس کی پیٹھ تھپتھپانے لگا۔کچھ دیر بعد جب ارسم آفریدی کو اس کے وجود کی ہلچل محسوس نہ ہوئی تو وہ جان گیا کہ وہ معصوم اپنی تکلیف زدہ سوچوں سے لڑتی نیند کی وادی میں جا چکی ہے۔

وہ اسے کسی نازک آبگینے کی طرح خود میں سمیٹ کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیتا اسے نرمی سے بیڈ پر ڈال گیا۔

دل میں محسوس ہوتی اس دشمن جان کی تکلیف ارسم آفریدی کی نیند چرا لے گئی اور شاید اسے آج کی طویل رات جاگ کر گزارنی تھی۔

○○○○○

وہ آنسو ضبط کرتی بیڈ پر بیٹھی تھی۔اس کے گھر والوں نے اس کی ایک بھی نا سنتے باسم کے کہنے پر اس کی رخصتی کر دی۔ وہ اپنے ماں باپ سے سخت خفا تھی جن کی نظر میں اپنی اکلوتی اولاد کی مرضی کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ کیا سوچا تھا اس نے اور کیا ہو گیا تھا۔ جس انسان کی محبت میں اپنی ذات کو بے مول کر دیا جب اس سے دوری پر صبر کر چکی تھی تو اللہ نے اس کا نصیب پھر سے اسی شخص کے ساتھ جوڑ دیا۔ وہ خود کو سخت بے بس محسوس کر رہی تھی۔

ایشاء آفریدی اسے بہت کچھ سمجھاتے باسم کے کمرے میں بٹھا گئی تھیں۔ باسم آفریدی کے کمرے میں اسی کے بستر پر بیٹھی وہ لایعنی سوچوں میں گھری ہوئی تھی۔

آخر میں یوں سج سنور کر بیٹھی اس انسان کے انتظار میں کیوں بیٹھی ہوں " "جس نے میری ذات کا تماشہ بنا کر رکھ دیا۔

اچانک یہ سوچ اس کے دماغ میں آئی تو وہ جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھی۔

اس نے ابھی ایک قدم ہی آگے بڑھایا تھا کہ کمرے کا دروازہ دھیرے سے کھلا اور پھر بند ہو گیا۔ مومل کی دھڑکن سست پڑنے لگی۔

اس نے قدم آگے بڑھانا چاہا پر پیر جیسے زمین کے ساتھ چپک گئے تھے۔

اسے بھاری بوٹوں کی دھمک اپنے قریب آتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اپنی سانس تک روک گئی۔

"...آہہ"

اس کے منہ سے بے ساختہ ایک چیخ نکل گئی جب اس نے اس کا بازو پکڑ کر اسے جھٹکے سے اپنی طرف موڑا۔

"چھ۔۔۔ چھوڑیں مجھے۔"

وہ کسمساتی ہوئی اپنا بازو اس کی مضبوط گرفت سے چھڑوانے کی ناکام سی کوشش کرنے لگی۔

وہ ایک لفظ بھی کہے بغیر اڈے اپنے ساتھ کھینچتا ہوا الماری کی طرف بڑھ گیا۔ ایک ہاتھ میں اس کا بازو یوں ہی دبوچے وہ دوسرے ہاتھ سے الماری جا دروازہ کھول کر اس میں لٹکتا ہوا ایک سوٹ نکال گیا۔

تمہارے پاس دس منٹ ہیں جن میں تم فریش ہو کر اپنا لباس بدل کر باہر" "آؤ گی۔

اس کے لباس پر موجود کسی اور کے نام کا لباس اس کے وجود میں شرارے دوڑا گیا تھا۔

وہ اس کے ہاتھ میں وہ لال رنگ کا لباس پکڑا کر اس کا بازو اپنی گرفت سے آزاد کر گیا۔

وہ اس کی بات لر صاف انکار کرنا چاہتی تھی پر اس قدر ہیوی کپڑوں میں خود بھی غیر آرام دہ محسوس کر رہی تھی اس لیئے کپڑے پکڑ کر چپ چاپ باتھ روم کی طرف رخ کر گئی۔

وہ دس منٹ کی بجائے تیس منٹ کے بعد کمرے میں داخل ہوئی تو اسے " آرام دہ کپڑوں میں بیڈ پر بیٹھے دیکھا۔اس کے باہر آنے پر وہ ایک گہری نظر اس پر ڈال کر سائیڈ ٹیبل پر پڑی سگریٹ کی ڈبی اور لیٹر اٹھا کر ایک سگریٹ سلگا گیا۔

اس کے ہاتھ میں موجود سلگتا ہوا سگریٹ دیکھ کر مومل حیرت سے بھری آنکھیں لیے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالتی تو ایک اس کے ہاتھ میں موجود سگریٹ پر۔

اس کی نظریں مسلسل خود پر محسوس کرتا وہ اپنی نظریں اس پر گاڑھ کر ایک آئبر واٹھا کر اس کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

اس کے دیکھنے پر وہ سٹپٹاتی ہوئی اپنی نظریں پھیر گئی۔

"مناہل کہاں ہے ؟"

وہ کمرے میں یہاں وہاں دیکھتی اس سے استفسار کرنے لگی۔

"!اپنی دادی کے پاس"

وہ ہنوز نظریں اس پر جمائے بھاری آواز میں گویا ہوا۔

"کیوں؟"

اس کے جواب پر وہ الجھ کر پوچھنے لگی۔

"تاکہ آج کی رات وہ ہمیں ڈسٹرب نہ کر سکے۔"

اس کی معنی خیز بات پر وہ سرخ پڑتی خفت زدہ چہرہ موڑ گئی۔

"کک۔۔۔کیا بد تمیزی ہے یہ۔"

وہ اسے گھور کر رہ گئی۔

"یہ میرا نہیں بلکہ مناہل کی دادی کا شاہی فرمان تھا۔ تم نے سوال کیا تو میں نے اس کا جواب دے دیا۔ اس میں کون سی بد تمیزی کی میں نے؟"

وہ سخت تیور لیے اس پر چڑھ دوڑا۔

"ہنہہ! آپ سے بات کرنا ہی فضول ہے۔"

وہ اس کے منہ سے جھڑتے پھول سننے کی کوشش کرنے لگا پر اس کی سرگوشی جتنی آواز سن نہ سکا بس اس کے ہلتے ہونٹ ہی دیکھ سکا۔

"کہاں جارہی ہو؟"

وہ دوپٹہ کندھوں پر ڈالتی کمرے کے دروازے کی طرف بڑھی تو وہ سیدھا ہوتا اسے آواز لگا گیا۔

"مناہل کو لینے."

وہ جواب دے کر پھر سے باہر جانے لگی جب اس کی آواز پر اس کے قدم پھر سے زنجیر ہوئے۔

"کیوں اس وقت اپنے ساتھ میری ذات کا بھی تماشہ لگانا چاہتی ہو باہر جا کر۔ چل کر کے کمرے میں پڑی رہو ویسے بھی اب تک وہ سو چکی ہو گی اس کی نیند خراب مت کرو۔"

اس کی سرد آواز میں سرد ہی الفاظ سنتی وہ لب بھینچ کر اپنے قدم واپس لیتی صوفے کی طرف بڑھ گئی۔ ایک بھی باغی نظر اس پر ڈالے بغیر وہ صوفے پر لیٹ کر کندھے پر پڑا دوپٹہ سر تک تان گئی۔

اس کی ایک ایک حرکت دیکھتا وہ پیچ وتاب کھا کر رہ گیا۔ صوفے سے نیچے گرے اس کے لمبے گھنے بال اس کو آج بھی اپنی لپیٹ میں لینے کیلئے کوشاں تھے جیسے۔ وہ نظریں پھیر کر ایک دم اپنا جگہ سے اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتا اس کے سر پر نا پہنچا۔

"اٹھو یہاں سے لڑکی! ہی کوئی فلم یہ ڈرامہ نہیں چل رہا جس میں تم میرے ساتھ صوفی صوفہ کھیلو گی۔ اٹھو یہاں سے اور بیڈ پر چلو۔"

وہ اس کے سر پر کھڑا اپنی بات پوری کرتا اچانک اس کے سر تک تانا ہوا دوپٹہ ایک جھٹکے سے کھینچ گیا تو اس کی آنکھیں سیدھا اس کی روتی ہوئی آنکھوں سے ٹکرائیں۔ وہ اسے روتا دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔

"کیا ہوا؟ کیوں رو رہی ہو؟"

وہ ایک دم بے چین ہوا تھا اس کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو دیکھ کر۔

"کچھ بھی نہیں۔"

وہ اس کے ایک دم دوپٹہ کھینچنے اور سوال پوچھنے پر در آئی اپنی حیرت چھپاتی آنکھوں صاف کرتی رخ موڑنے لگی جب وہ ایک دم جھکتا اسے اپنے مضبوط بازوؤں میں اٹھا گیا۔

اس کی حرکت پر وہ آنکھیں پھاڑے اس کا چہرہ دیکھنے لگی جس پر چھائے سخت تاثرات اسے کچھ بھی بولنے سے باز رکھ رہے تھے۔اس سو پہلے کہ وہ ہر بات کی نفی کرتی اپنی زبان کھولتی وہ اسے بیڈ پر لیٹا گیا۔

"اب جی بھر کر رولو کوئی تمہیں منع نہیں کرے گا۔"

وہ اپنی سنجیدہ آنکھوں اس کی بہتی ہوئی آنکھوں میں ڈال کر بولتا واپس اپنی جگہ پر جا کر لیٹ کر ایک اور سگریٹ سلگا گیا جب کہ اس کی بے حسی پر نئے سرے سے آنسو بہانے لگی۔

پندرہ منٹ بعد باسم نے چہرہ موڑ کر اس کی جانب دیکھا تو گالوں پر آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان لیے وہ نیند میں گم ہو چکی تھی۔وہ جانتا تھا کہ مومل نیند کی

کس قدر پکی ہے اس لے وہ اسے بازو سے پکڑ کر دھیرے سے اپنی طرف کھینچ کر اس کا سر اپنے بازو پر رکھ گیا۔

وہ نیند میں ہی تھوڑا سا کسمسائی اور منہ بسورتی اس کے سینے میں منہ چھپا گئی۔

اس نے اس کی شرٹ اپنی ایک مٹھی میں جکڑی تو باسم آفریدی کو لگا جیسے مومل آفریدی نے اس کا دل اپنی مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔ وہ اس کا امتحان بنی اس کے نزدیک تر آچکی تھی۔

باسم نے ایک بس نظر اس کے سوئے ہوئے وجود پر ڈالی اور خود پر قابو پاتا آنکھوں موند کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔

OOOOOO

صبح مومل کی آنکھ کھلی تو وہ اکیلی ہی بیڈ بلکہ کمرے میں موجود تھی۔ اس نے ایک نظر پورے کمرے پر دوڑائی اور اپنی درد کرتی آنکھوں کے کونوں کو انگلیوں کی پوروں سے دبانے لگی پھر وقت کا خیال کرتے بستر سے نکل آئی۔

وارڈروب کھولی تو اس میں وہ سب کپڑے لٹکے ہوئے تھے جو اس کی شادی کے لیے بنائے گئے تھے۔

اس نے آتشی رنگ کا ایک دبکے کے کام والا سوٹ نکالا اور شیشے کے سامنے کھڑی ہو کر وہ سوٹ اپنے ساتھ لگا کر دیکھنے لگی۔

وہ آتشی رنگ کی گھٹنوں سے کچھ اوپر تک آتی قمیض آتشی رنگ کی پینٹ کیپری اور ساتھ میں گولڈن رنگ کا آرگنزا کا دوپٹا تھا۔

اس نے اس سوٹ سے مطمئن ہوتے فریش ہونے کے لیے باتھ روم کا رخ کیا۔

فریش ہو کر جب وہ باہر آئی تب بھی کمرہ خالی تھا۔

وہ شیشے کے آگے کھڑی ہوتی جلدی سے بال سکھانے لگی۔ بال سکھا کر آدھے بال کیچر میں باندھتی وہ باقی بال پیچھے کھلے چھوڑ گئی۔ بالوں سے فارغ ہونے کے بعد اس نے چہرے کو ہلکے پھلکے میک اپ سے آراستہ کرنا شروع

کر دیا۔ سارے کام سے فارغ ہونے کے بعد اس نے ایک تنقیدی نگاہ اپنے عکس پر ڈالی۔

آتشی رنگ کے خوبصورت لباس میں گولڈن دوپٹہ دائیں کندھے پر سیٹ کیے، بال آدھے باندھ کر باقی پشت پر کھلے چھوڑے، کانچ سی آنکھوں کو کاجل سے مزید قاتل بنائے، کٹاؤدار نازک سے ہونٹوں پر گہری گلابی لپ سٹک لگائے اور کانوں میں بھاری جھمکے پہنے وہ حسین ترین لگ رہی تھی۔ بالکل نئی نویلی دلہن! اسے کچھ کمی سی محسوس ہوئی اپنی سونی کلائیاں دیکھتے۔ اس نے جیولری باکس سے کنگن نکال کر کلائیوں میں ڈال لیے۔ کنگن ڈالتے ہوئے اس کی نظر ڈریسنگ ٹیبل پر پڑے مخملی ڈبے پر گئی تو وہ اسے پکڑ کر کھول گئی۔

"واؤ!!!"

ڈبے میں موجود خوبصورت سالا کٹ، اس جیسے ہی خوبصورت ٹاپس اور ایک انگوٹھی دیکھ کر اس کے منہ سے بے اختیار واؤ نکلا تھا۔

"شاید ماما نے بنوائے ہوں"

ہی سوچ کر وہ لاکٹ اور انگوٹھی پہننے لگی البتہ کانوں میں وہی بھاری جھمکے رہنے دیے۔

اپنی تیاری پر ایک آخری نظر ڈالتی وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔

"ماما"

لاؤنج میں بیٹھی مناہل اسے دیکھ کر خوشی سے چیختی اس کی طرف لپکی۔

"آرام سے ماما کی جان! میں اپنے بیٹے کے پاس ہی آرہی ہوں۔"

اس کی بات پوری ہونے تک مناہل اس کے پاس پہنچ کر ہاتھ اس کی طرف بڑھا گئی تاکہ وہ اسے اٹھا سکے۔

"!میری جان"

وہ اسے گود میں اٹھا کر چٹاچٹ چوم گئی۔

اس کی نظر مناہل سے ہٹ کر وہاں موجود دوسرے افراد پر پڑی تو چہرے کو واپس سنجیدہ بناتی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی کھانے کی میز کی طرف بڑھنے لگے۔

کچھ رشتہ دار بھی اس وقت شادی کی وجہ سے گھر پر موجود تھے اس لئے وہ ان کی موجودگی میں کوئی تماشہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ابھی وہ ٹیبل سے پانچ قدم کے فاصلے پر تھی جب کانوں میں پڑتی آواز اس کی قدم روک گئی۔

ارے بھائی باسم جیسا بچا تو ہمارے پورے خاندان میں نہیں۔ اسے شادی" کے لئے یہی لڑکی ملی تھی کیا جس کی شادی کے دن ہی اس کے نصیب سیاہ ہو گئے۔ مانا کہ مومل خوب صورت ہے پر میری عاشی بھلا کم ہے کیا۔ باسم کی "نظر اس پر نہ پڑی بھابھی پر آپ تو غافل نہ تھیں اپنی بھتیجی سے۔

یہ باسم کی ممانی تھی جو پاس بیٹھی میک اپ کی دکان بنی اپنی بیٹی کی طرف اشارہ کرتی مومل کی ذات پر وار کر رہی تھی۔ ان کی بات پر مومل کا چہرہ

تاریک پڑ گیا۔ وہ خود پر ضبط کرتی واپسی کے لئے قدم اٹھانے لگی جب ایک مردانہ بازو اس کی کندھے کے گرد اپنا مضبوط حصار قائم کر گیا۔

مومل نے چونک کر گردن موڑے اس کی طرف دیکھا جو سرد تاثرات چہرے پر سجائے سامنے دیکھ رہا تھا۔ مومل نے کسمسا کر اس کی گرفت سے نکلنا چاہا تو وہ اپنا حصار مزید مضبوط کر گیا۔ اسے اپنے ساتھ لئے وہ تین قدم چل کر آگے آیا۔

ممانی! مومل کے نصیب سیاہ نہیں ہوئے تھے بلکہ میرے نصیب روشن کر" دیے گئے تھے مجھے مومل کا ساتھ دے کر۔ اگر مومل آفریدی کسی اور کے نصیب میں چلی جاتی تو باسم آفریدی کے بخت کس طرح روشن ہوتے۔

مومل آفریدی، باسم آفریدی کے بخت کا روشن ستارہ ہے۔ رہی بات خوب صورت ہونے کی تو باسم آفریدی کی نظر یہاں موجود اور کسی لڑکی پر پڑی ہی نہیں مومل کی سوا آج تک۔ ہاں اب پڑ چکی ہے پر کیا ہے نا کہ میری شادی ہو "چکی ہے اور باسم آفریدی کو وفا نبھانی بہت خوب آتی ہے۔

وہ سرد اور سخت لہجے میں اپنی ممانی کے ساتھ وہاں موجود سب لوگوں کو باور کرواتا ہوا بولا تو وہ بے یقینی سے اس کی طرف دیکھتی ہی رہ گئی۔اسے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس کے متعلق اس طرح بول سکتا ہے۔وہ جانتی تھی کہ وہ سب کے سامنے صرف اس کی عزت رکھنے کی خاطر یہ سب بول رہا تھا پر اس کی اس ادا نے مومل کا دل سرشار کر دیا تھا۔

"کیوں زوجہ سہی کہہ رہا ہوں نا؟"

وہ اس کی بے یقین آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑھ کر بولنے کے ساتھ اسے اپنے کچھ اور قریب کر گیا۔

وہ بھی اس کا بھرم رکھنے کی خاطر نظریں جھکا کر مسکراتی اثبات میں سر ہلا گئی کہ اس کی آنکھوں میں دیکھنا مشکل ترین امر تھا مومل کے لئے۔وہ دھیرے سے جھک کر مومل کی گود میں موجود مناہل گال پر لب رکھ گیا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ان تینوں کو ساتھ ہنستا مسکراتا دیکھ کر آفریدی ولا کے تمام مکینوں

نے ان کی بلا لیتے صدایوں ہی خوش رہنے کی دعا کی تھی جب کہ جلنے والے جل کر رہ گئے تھے۔

وہ آگے بڑھا اور مومل کے لئے کرسی کھینچ گیا۔ مومل بیٹھ کر مناہل کو اپنی گود میں بیٹھا گئی۔ ان کے بیٹھنے کے بعد باسم بھی ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

مومل نے سب کے سامنے اچھی بیوی ہونے کا فرض نبھاتے ہوئے کھانا پہلے باسم کو سرو کیا تو وہ اسے دیکھ کر رہ گیا جواب مزے سے اپنی بیٹی کے ساتھ باتیں کرتی اسے کھلانے میں لگی ہوئی تھی۔

"بس میرا پیٹ بھر گیا۔"

ارمش اپنی پلیٹ پیچھے کھسکا گئی تو ارسم اسے گھورنے لگا۔

چڑیا بھی اس کھانے سے زیادہ کھاتی ہے جتنا آپ کھا کر آپ کے مطابق"

"آپ کا پیٹ بھر چکا ہے۔

وہ بہت زیادہ ویک تھی اور اسے اچھی خوراک کی ضرورت تھی۔ وہ کھانے کے معاملے میں تنگ نہیں کرتی تھی پر ارسم دیکھ رہا تھا کہ شادی کے دنوں میں وہ بالکل ٹھیک سے نہیں کھا رہی تھی اسی لئے اسے ٹوک گیا۔

"پر مجھے بھوک نہیں ہے اب۔"

وہ کنی کترانے لگی۔

"بھوک نہیں پھر بھی کھائیں۔"

وہ اب کہ تھوڑے سخت لہجے میں بولا تو اس کے انداز پر ارمش کو رونا آنے لگا۔

بس بھی کر دو چھوٹی بچی بنا کر رکھا ہوا ہے تم لوگوں نے اسے۔ بھابھی" معاف کریے گا پر آپ لوگوں کی پسند پر دل راضی نہیں ہوا۔ چھوٹی بچی "تھوڑی ہے وہ جو ہر کو اس کے آگے پیچھے لاڈ اٹھانے میں لگا رہتا ہے۔

ان کی توپوں کا رخ اب ارمش کی طرف ہو گیا۔ انہیں ارسم کی اچانک شادی وہ بھی اتنی کم عمر لڑکی سے بہت کھٹک رہی تھی۔

ارمش کی آنکھوں میں چمکتے آنسو ارسم کا دل پگھلانے لگے پر وہ اس معاملے میں نرمی نہیں برت سکتا تھا۔

"یہ ختم کر کے کمرے میں آجایئے گا۔"

وہ سنجیدگی سے کہتا اپنی جگہ سے اٹھ کر کمرے کی طرف چلا گیا۔

"ہنہہ۔۔۔۔دونوں ہی زن مرید!"

وہ بڑبڑا کر کہتی سر جھٹک گئی۔

ایشا آفریدی اور فریحہ آفریدی ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئیں جب کہ ارمش آنسو پیتی کھانے کی کوشش کرنے لگی۔

ooooo

دن بہت ہی سبک رفتاری سے گزر رہے تھے۔راجہ کے سنگ زندگی بہت حسین ہوگئی تھی۔اس نے حاشر کا باب اپنی زندگی سے ہمیشہ کے لئے بند کر دیا تھا۔کہتے ہیں کہ عورت کبھی اپنی پہلی محبت نہیں بھولتی۔پہلی محبت کی

کسک ہمیشہ اس کے دل میں رہتی ہے پر میں کہتی ہوں کہ یہ بات غلط ہے۔
عورت تو بہت بھلکڑ مخلوق ہوتی ہے۔ اگر عزت، احترام اور قدر کرنے والا
دوسرا مرد زندگی میں آجائے تو وہ ذلّت، تذلیل اور بے قدری کرنے والے
پہلے مرد کے نقش کو بھی یاد نہیں رکھتی۔ اس کے حافظے میں صرف مان،
محبت اور عزت دینے والے مرد کا خاکہ ہی نقش ہو جاتا ہے اور وہ بھی ہمیشہ
کے لئے۔ عورت محبت کی بھوکی ضرور ہوتی ہے پر اس محبت سے بھی زیادہ
عورت عزت کی بھوکی ہوتی ہے اور یہ بات بہت کم مرد سمجھ پاتے ہیں۔
نوریہ بھی راجہ کی صحبت میں ہر چیز پا چکی تھی۔ مان محبت قدر اور عزت۔ اس
کا محرم، اس کا ہمسفر اس پر جان لٹاتا تھا، اس کی سانسوں سے سانسیں بھرتا تھا
اسے اور کیا چاہیے تھا۔ راجہ کو پا کر وہ سرخرو ہو چکی تھی۔
شروع میں اس کے دل میں جو ڈر تھا کہ راجہ کے ساتھ زندگی کے چند دن
کس طرح گزر سکیں گی یہ ڈر اب نہ جانے کہاں جا سویا تھا۔

دو مہینے پہلے جب ان دونوں نے اپنی نئی زندگی کا آغاز کیا تھا تب نوریہ نے راجہ سے اس کے گھر والوں کے متعلق پوچھا تھا جس پر اس نے بتایا کہ اس کے ماں باپ کا انتقال ہو چکا ہے اس کے بچپن میں ہی اور اس کا کوئی بہن بھائی بھی نہیں یوں وہ اس دنیا میں بلکل اکیلا ہے۔

اس نے راجہ کو کاروبار کا بھی کہا تھا کہ اس کے باپ کا بزنس سنبھال لے لیکن وہ صاف کہہ چکا تھا کہ نہ ہی اس کی اتنی تعلیم ہے کہ وہ یہ سب سنبھال سکے نہ ہی اسے اس بزنس میں انٹرسٹ ہے۔ یہ نوریہ کا بزنس ہے وہ جس طرح چاہے اسے مینیج کرے اسے کوئی اعتراض نہیں۔ نوریہ کے بہت زور دینے پر بھی وہ نہیں مانا تھا۔

اس کا کہنا تھا کہ اسے ایک فیکٹری میں اچھی جاب مل گئی ہے اس کے علم کے مطابق اور وہ اپنی آمدنی سے اپنی بیوی کی ہر خواہش پوری کرنے کی بھرپور کوشش کرے گا۔

وہ صبح نو بجے گھر سے جاتا اور شام چھے بجے واپس آتا۔

نوریہ نے آج اس کی پسندیدہ بریانی بنائی تھی اور اب خود بھی ہلکا پھلکا تیار ہو کر کب سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔ گھڑی سات کا ہندسہ عبور کر چکی تھی پر راجہ کا کوئی اتا پتہ نہ تھا۔اس کا نمبر بھی بند جا رہا تھا۔

وہ کمرے میں چکر لگا لگا کر تھک چکی تھی۔اسے اپنی طبعیت بھی خراب ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ تنگ آکر وہ بیڈ پر بیٹھ گئی اور اپنا سر ہاتھوں میں گرا گئی۔

"ٹرن!!!"

موبائل کی آواز پر اس کے جلدی سے موبائل پکڑ کر اوکے کا بٹن دباتے موبائل کان سے لگایا۔ جلدی میں وہ نام دیکھنا بھی بھول گئی تھی۔

"ہیلو راجہ کہاں ہیں آپ کب سے انتظار کر رہی ہوں آپ کا وقت دیکھیں کیا ہو گیا۔"

وہ بنا اگلے کی سنے بولتی چلی گئی۔

"نوریہ یہ میں ہوں۔حاشر!"

کانوں میں پڑتی آواز سن کر وہ چونک گئی۔

"!حاشر"

اس کے منہ سے سرگوشی کی مانند یہ نام نکلا تھا۔

"نوریہ پلیز کال بند نہ کرنا پلیز میری ایک بات سن لو بس پلیز۔"

اس سے پہلے کہ وہ کال بند کرتی حاشر کی التجائیہ آواز اس کے کانوں سے ٹکراتی اسے اس کی بات سننے پر مجبور کر گئی۔

"جلدی بولو جو بھی بولنا ہے۔"

وہ لہجہ سخت کر گئی۔

نوریہ میں تمہیں بہت مس کرتا ہوں۔ تم مجھے کس چیز کی سزا دے رہی" ہو۔ جب کہ ہم دونوں کے درمیان یہ طے ہو چکا تھا کہ ہمارا مقصد پورا ہوتے ہی تم واپس آجاؤ گی۔ اب تم نے اپنی راہ الگ کر لی ہے اور مجھ سے بات "کرنا بھی پسند نہیں کرتی۔ پلیز نوریہ میرے ساتھ ایسا مت کرو۔

اپنی بات کر کے وہ خاموش ہو چکا تھا جب کہ اس کی آواز میں آنسوؤں کی آمیزش محسوس کرتی وہ ساکت بیٹھی رہ گئی۔ حاشر اس کے لئے رو رہا تھا؟ وہ

سہی ہی تو کہہ رہا تھا۔ وہ دونوں یہ سب باتیں پہلے ہی ڈیسائیڈ کر چکے تھے پر

.راجہ کی محبت دیکھتے نوریہ نے اپنا راستہ بدل لیا تھا

تم مجھے صرف اس لئے چھوڑ رہی ہو کہ میں باپ نہیں بن سکتا پر نوریہ اس"

میں میرا کیا قصور ہے اگر اللہ نے مجھ سے یہ طاقت چھین لی ہے تو۔ مجھے اس

بات کی سزا کیوں دے رہی ہو تم جس میں میرا کوئی قصور ہی نہیں۔ پلیز

"میرے ساتھ ایسا مت کرو نوریہ۔

وہ نم آواز میں کہتا آخر میں باقاعدہ رونے لگا۔

دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز پر نوریہ ہوش میں آئی۔

"راجہ آ گئے میں آپ سے بعد میں بات کروں گی۔"

وہ تیزی سے کال بند کر کے موبائل سائیڈ پر رکھ گئی۔

"السلام علیکم! کیسی ہے میری رانی؟"

وہ کمرے میں داخل ہو کر سب سے پہلے حسب معمول جھک کر اس کا ماتھا

اپنے لمس سے سجا گیا۔

"وعلیکم السلام۔"

جواب دے کر وہ دوپٹہ سہی کرتی بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"لیٹ ہو گئے آپ آج۔"

وہ کہہ کر باہر جانے لگی جب وہ کھینچ کر اسے اپنے سامنے کر گیا۔

کیا ہوا میری رانی ناراض ہے کیا؟" وہ اس کی ٹھوڑی پکڑ کر اس کا چہرہ اوپر"

اٹھا کر پوچھنے لگا۔

"نہیں میں کیوں ناراض ہوں گی۔"

وہ کہہ کر اس کی گرفت سے آزاد ہونے کی کوشش کرنے لگی۔

اچھا نا سوری میری جان آج کے بعد پوری کوشش کروں گا کہ لیٹ نہ"

"ہوں۔اب مان جاؤ نا۔ چلو اپنی پیاری سی مسکراہٹ دکھاؤ مجھے۔

اس کے اتنے پیار سے کہنے پر وہ زبردستی مسکرانے لگی۔

"چلو کھانا لگاؤ میں بس ہاتھ منہ دھو کر آتا ہوں۔"

وہ اس کا چہرہ ہاتھ میں تھام کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیتا باتھ روم کی طرف چلا گیا تو وہ بھی گہری سانس بھرتی کچن کی طرف قدم بڑھا گئی۔

○○○○○

ارسم کو گئے ڈیڑھ ہفتہ ہو چکا تھا۔ اس کے میچ چل رہے تھے اور اس کا جانا ضروری تھا۔ اس کے جانے پر ارمش نے رو رو کر برا حال کر لیا تھا۔ ایشا آفریدی اور مومل نے بہت مشکل سے اسے سنبھالا تھا۔ مومل زیادہ وقت اس کے ساتھ ہی گزارتی تھی۔ مناہل بھی دن میں اس کو دھیان لگائے رکھتی۔ دن تو گزر ہی جاتا تھا پر اس کے لئے رات گزارنی بہت مشکل ہو جاتی تھی۔

اس کی رات ہوتے ہی گزرتی تھی۔

آج بھی اتنا وقت گزر چکا تھا پر اس کی کوئی کال نہ آئی تھی۔ ارسم اسے موبائل لے کر دے کر گیا تھا اور مومل نے اسے استعمال کرنا بھی سکھا دیا تھا۔

وہ ابھی باتھ روم سے نہا کر نکلی تھی جب اس کا موبائل بجنے لگا۔

وہ جانتی تھی کہ کس کی کال ہے کیوں کہ اس کے موبائل میں بس گھر والوں اور ارسم کا نمبر ہی تھا۔

وہ آہستہ سے چلتی سائیڈ ٹیبل کے پاس آئی جہاں موبائل پڑا ہوا تھا۔اس کی توقع کے مطابق ارسم کی ہی کال تھی۔

اس نے کال اٹھا کر موبائل کان کے ساتھ لگایا۔

"!السلام علیکم"

بھاری گھمبیر آواز اسے کانوں میں رس گھولتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

"!وعلیکم السلام"

دھیمی آواز میں جواب دے کر وہ لب کاٹنے لگی۔

"کیسی ہیں سوفٹی آپ؟"

وہ نرمی سے استفسار کرنے لگا۔

"میں ٹھیک ہوں؟"

وہ لب کاٹتی ہوئی جواب دہ ہوئی۔

"پکا نا؟"

وہ یقین دہانی کرنے لگا۔

جج۔۔۔جی پکا؟"

وہ لب بھینچ کر خود پر قابو پانے لگی۔

"پھر آپ کی آواز سے مجھے کیوں نہیں لگ رہا کہ آپ بالکل ٹھیک ہیں۔"

وہ اب کہ تھوڑا فکر مند ہوا۔

"! مجھے کیا معلوم"

آواز میں خفگی شامل تھی۔

تو اور کسے معلوم ہے پھر؟ ہاں! لگتا ہے کوئی اپنے ہسبنڈ کو بہت بری طرح"

"مس کر رہا ہے۔

وہ شرارت سے چمکتی آنکھیں لئے سوال کرنے لگا۔

"جی نہیں میں بلکل بھی مس نہیں کر رہی آپ کو۔"

وہ سختی سے اس کی بات کی نفی کر گئی۔

"پر میں نے آپ کا نام کب لیا۔ میں نے تو یہی کہا نا کہ لگتا ہے کوئی اپنے ہسبنڈ کو بری طرح مس کر رہا ہے یہ تو نہیں کہا کہ آپ مجھے مس کر رہی ہیں"۔

وہ چھیڑنے سے باز نہ آرہا تھا۔

"آ۔۔۔آپ۔۔۔"

اسے سمجھ نہ آئی کہ کیا بولے۔

"کیا میں؟"

وہ تھا کہ اس کی حالت سے انجان بولی جارہا تھا یا شاید اس کا دھیان بھٹکانا چاہ رہا تھا۔

دوسری طرف مکمل خاموشی چھا گئی۔

"سوفٹی؟"

ہیلو کیا میری آواز نہیں آرہی؟"۔"

چند سیکنڈ بعد موبائل کے سپیکر سے سسکیوں کی آواز ابھرنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ سسکیاں ہچکیوں میں بدل گئیں۔

سات سمندر پار بیٹھا وجود بوکھلا گیا۔

"ارمش کیا ہوا جان رو کیوں رہی ہیں آپ؟ پلیز مجھ سے بات تو کریں۔"

اس کے بے طرح رونے پر ارسم آفریدی بے قرار ہو اٹھا تھا۔

آپ کب آئیں گے ہسبنڈ میں بہت مس کرتی ہوں آپ کو۔ مجھے رات کو" نیند بھی نہیں آتی اکیلے۔ مجھے آپ کے بازو پر سر رکھ کر ڈھیر سارا سونا ہے "آپ کب لوٹیں گے۔ پلیز جلدی آجائیں۔

اس کے رونے اور مطالبے پر ارسم آفریدی کا بس نہ چل رہا تھا کہ اڑ کر اس کے پاس پہنچ جائے۔

اچھا آپ چپ تو کریں یار جانتی ہیں نا کہ آپ کو روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا" "میں۔ کیا آپ مجھے تکلیف دینا چاہتی ہیں؟

اس کے پوچھنے پر وہ جھٹ سے نفی میں سر ہلا گئی جیسے وہ سامنے بیٹھا اسے دیکھ رہا ہے۔

فون کے دوسری طرف موجود بھی جان چکا تھا اس کے عمل کو۔ وہ اس کی رگ رگ سے واقف ہو چکا تھا۔

"تو پھر جلدی سے رونا بند کریں اور اپنے آنسو صاف کریں۔"

اس کے کہنے پر وہ اپنے آنسوؤں پر قابو پاتی قمیض کی آستین سے آنسو پونچھنے لگی۔ چند منٹ کے بعد اس کی سسکیوں کی آواز تھم چکی تھی۔

گڈ گرل! اب سائیڈ ٹیبل پر پڑے جگ سے گلاس میں پانی ڈال کر پئیں"۔

اس کے کہنے پر اس کا دوسرا ہاتھ میکانکی انداز میں جگ کی طرف بڑھا اور پانی گلاس میں انڈیل گیا۔ جب وہ پانی پی کر گلاس واپس رکھ چکی تو موبائل سے آواز ابھری۔

"اب بات کریں۔ مجھے بالکل بھی اچھی نہیں لگتی آپ جب روتی ہیں۔"

اس کی شکایت پر وہ تڑپ ہی تو اٹھی تھی۔

کیوں؟ کیوں نہیں اچھی لگتی میں آپ کو۔ آپ تو کہتے تھے کہ ارمش سب "

"سے زیادہ اچھی لگتی ہے آپ کو۔

آنکھوں میں پھر سے نمی چمکنے لگی تھی۔

جی بالکل میں نے ایسا کہا تھا اور میں اب بھی اپنی اس بات پر قائم ہوں۔ "

ارمش آفریدی سے زیادہ ارسم آفریدی کو کوئی بھی اچھا نہیں لگ سکتا۔ پر

"جب آپ گندے بچوں کی طرح روتی ہیں تب تو ذرا بھی اچھی نہیں لگتیں۔

وہ اس کی نفسیات سے کھیل رہا تھا۔

"میں اب نہیں روؤں گی بالکل بھی۔"

وہ اس کے ساتھ ساتھ خود کو بھی باور کروانے لگی۔

"!گڈ گرل"

اس کی اتنی سے تعریف کرنے پر وہ فخر سے مسکرا دی۔

وہ اس سے چھوٹی چھوٹی یہاں وہاں کی باتیں کرتا اس کا دھیان بھٹکانے لگا۔

"ہسبنڈ آپ کا میچ کب لگے گا۔

بات کے دوران اچانک وہ پوچھ گئی۔

"آٹھ بجے شروع ہو گا۔ آپ کیوں پوچھ رہی ہیں۔"

وہ چونک کر پوچھنے لگا۔

"کیوں کہ میں بھی دیکھوں گی۔"

وہ پرجوش ہو کر بولی تو وہ ہنس دیا۔

"پر آپ تو کرکٹ کے متعلق کچھ جانتی ہی نہیں پھر آپ کیا دیکھیں گی۔"

وہ اس کے ہنسنے پر ناک سکیڑ گئی۔

کرکٹ کے متعلق کچھ نہیں جانتی پر آپ کو تو جانتی ہوں نا۔ میں آپ کو"

"دیکھوں گی۔

اس کی جواب پر وہ طمانیت سے مسکرا دیا۔

"چلیں ٹھیک ہے رات بات ہو گی اب مجھے پریکٹس کے لئے جانا ہے۔"

وہ اپنے ٹیم میٹس کی پکار سنتا اس سے بولا تو وہ پھر سے اداس ہونے لگی۔

اوکے اپنا خیال رکھئے گا۔ میں نماز پڑھ کے دعا کروں گی کہ آپ ہی "

"جیتیں۔

وہ اس کے خلوص پر مسکرا کر رہ گیا۔

"شکریہ میری جان! آپ بھی اپنا خیال رکھئے گا۔ اللہ حافظ۔ "

فون بند ہونے کے بعد وہ اٹھ کر لاؤنج میں چلی آئی جہاں سب کی باتوں کی آواز آ رہی تھی۔ پھر اسے رات کو میچ بھی تو دیکھنا تھا۔

○○○○○

"!!!! باسم"

اس کی چیخ نما آواز سن کر وہ کانوں میں انگلیاں ٹھونس گیا۔

"بج گیا الارم بس"

وہ منہ میں بڑ بڑا کر رہ گیا۔

یہ۔۔۔ یہ کیا کیا آپ نے۔ پتا بھی ہے کتنا وقت لگا یا تھا میں نے کمرہ صاف "

"کرنے میں۔

وہ روہانسی ہو کر بولی جب کہ اس کی شکل دیکھ کر باسم بامشکل ہی خود کو ہنسنے سے باز رکھ رہا تھا۔

" کیا کیا میں نے ہاں جو اس قدر شور مچا رہی ہو۔"

وہ اب تک باتھ روم کے دروازے پر کھڑا تھا۔

میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس قدر گندے انسان ہیں آپ۔ کمرے کو" کباڑ خانہ بنا دیا تھا میری غیر موجودگی میں آپ نے۔ میں نے دو گھنٹے لگا کر "سب سہی کیا اور آپ نے پھر سے سب خراب کر دیا۔

اس کا دکھ ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔

"میں تو ایسا ہی ہوں۔ گزارا تو کرنا ہی پڑے گا اب تمہیں۔"

وہ لاپرواہی سے کہتا جا کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

اس کے گیلے سلیپرز سارا فرش گیلا کر گئے جب کہ وہ خود ٹاول بیڈ پر پھینکتا برش اٹھا کر بالوں میں پھیرنے لگا۔ وہ صدمے کی حالت میں سارا پھیلاوہ دیکھنے لگی۔

"آپ۔۔۔آپ۔۔۔"

وہ کچھ کہنے کی کوشش کرنے لگی پر اس کے الفاظ اس کی زبان کا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔

ہاں میں جانتا ہوں کہ میں بہت صفائی پسند، ہینڈسم اور نیک انسان ہوں۔"

"شرماؤ مت یار کھل کر تعریف کرو۔

وہ اس کو چڑانے کی خاطر شوخ ہوتا بولا تو وہ واقعی چڑ گئی۔

"خوش فہمی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے مسٹر باسم آفریدی۔"

وہ تڑخ کر کہتی کمرے میں بکھرا سامان سمیٹنے میں جت گئی۔

"ایسے تو مت کہو۔یوں ہی تو نہیں فدا تھی مجھ پر تم۔"

اس کی بات پر مومل کے چلتے ہاتھ ایک دم ساکت پڑ گئے۔

سہی کہا۔واقعی یوں ہی تو نہیں فدا ہوئی تھی آپ پر بلکہ میری قسمت میں "ذلت لکھ دی گئی تھی اور قسمت سے کون لڑ سکا ہے آج تک میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی یہ۔"

"اچھا! تو مجھ سے محبت کرنا تمہیں ایک غلطی لگتی ہے۔"

وہ اس کے سر پر پہنچتا اسے بازو سے پکڑ کر جھٹکے سے اپنے سامنے کر گیا۔

محبت! ہاہاہا میری ہنسی نہیں رک رہی سیریسلی۔ میں تو ایویں ہی آپ کی"

"کھڑوس سمجھ رہی تھی آپ تو اچھے خاصے جولی ہیں۔

اس کی بات پر وہ بھڑک اٹھا۔

"کون سا مذاق کیا ہے میں نے تمہارے ساتھ۔"

وہ اس کے بازو پر اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔

یہ مذاق نہیں تو اور کیا ہے۔ محبت اور وہ بھی آپ سے! خوش فہمی سے نکل" آئیں۔ سہی کہتے تھے آپ۔ وہ محبت نہیں وقتی اٹریکشن تھی جو وقت گزرنے کے ساتھ مجھ پر آشکار ہو گئی۔ اب میرے دل میں آپ کے لئے کوئی جذبہ "!موجود نہیں سمجھے آپ

وہ سرد مہری سے کہتی اپنا بازو چھڑوا کر کمرے سے باہر نکل گئی جب کہ اس قدر کاری وار پر وہ بلبلا اٹھا۔

○○○○○

وہ کافی دیر سے ایک ہی پوزیشن میں سٹل بیٹھی تھی۔ حاشر مسلسل میسجز کر رہا تھا۔ اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔ اس کا دل کر رہا تھا سب کچھ تہس نہس کر کے رکھ دے۔ وہ حاشر کے ساتھ واقعی بہت زیادتی کر گئی تھی۔ وہ تو صرف اولاد چاہتا تھا نور یہ سے۔ اولاد کی خاطر اس نے اتنی بڑی قربانی دی تھی ورنہ ایسی قربانی کون دیتا ہے۔ اپنی محبت اپنی بیوی کو کسی اور کے لئے چھوڑنا آسان کام تو نہیں۔ اس کام کے لئے بہت جگرا چاہئے ہوتا ہے۔ وہ جتنا سوچ رہی تھی اتنا ہی اس کا سر درد بڑھتا جا رہا تھا۔

اس کی طبیعت کافی دنوں سے گرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی پر وہ اپنی پریشانی میں اپنی طبیعت پر دھیان نہیں دے رہی تھی۔

"میری رانی!"

راجہ کی محبت بھری پکار پر وہ تمام سوچوں کو جھٹکتی خود کو نارمل کرنے لگی۔

"!جی"

وہ اس کی پکار کا جواب دیتی بیڈ سے اٹھی تو ایک دم اس کا سر چکرایا۔

وہ گرنے کے انداز میں واپس بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا؟"

وہ تیزی سے اس کی طرف آیا اور اس کے پاس کھڑے ہو کر جگ سے گلاس میں پانی ڈالتا اس کے منہ سے لگا گیا۔

"!یہ پانی پیو پہلے"

وہ اسے پانی پلانے کے ساتھ دوسرے ہاتھ سے اس کا سر سہلانے لگا۔

"!!!بس"

وہ دو گھونٹ بھر کر گلاس پیچھے کر گئی۔

کیا ہوا ہے طبیعت کو؟ تمہاری طبیعت خراب تھی اور تم نے مجھے بتایا بھی" "نہیں۔ چلو ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔

وہ اس کا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر نہایت فکر مندی سے پوچھنے لگا۔

"مجھے کہیں نہیں جانا میں ٹھیک ہوں بلکل۔"

وہ اس کے ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹا گئی۔

"نہیں ٹھیک۔ اگر ٹھیک ہوتی تو یوں چکر نہیں آتے۔"

وہ اب کی بار اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبا گیا۔

"میرے سر میں کافی درد ہے۔"

وہ اس کی فکر میں اس کے سرد تاثرات محسوس ہی نہ کر پایا تھا۔

"تو پہلے کیوں نہیں بتایا میری جان۔ چلو دوائی لے کر آتے ہیں۔"

اس کی فکر مندی کسی صورت کم نہ ہو رہی تھی۔

"نہیں میں صرف کچھ دیر ریسٹ کروں گی۔"

وہ کہنے کے ساتھ اپنے ہاتھ چھڑوا کر لیٹنے لگی۔

"نہیں لیٹو مت میں کھانا لے کر آتا ہوں کھا کر پھر سو جانا۔"

وہ اس کے گال تھپتھپا کر بولا۔

وہ بلکل بھی کچھ کھانا نہیں چاہتی تھی پر جانتی تھی کہ وہ نہیں مانے گا اس لئے چپ رہی۔ اسے چپ بیٹھے دیکھ کر وہ اٹھ کر کچن کی طرف چلا گیا۔ کچھ دیر بعد کمرے میں آیا تو اس کے ہاتھ میں ٹرے موجود تھی جس میں کھانا رکھا گیا تھا۔ وہ بہت مشکل سے اسے تھوڑا سا کھانا ہی کھلا پایا بس۔

جب وہ کھانا کھا چکی تو وہ اس کا ماتھا چوم کر کمرے کی لائٹ بند کرتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس نے ایک نظر گھڑی پر ڈالی جو سات بجنے کا پیغام دے رہی تھی۔ اسے بہت ضروری کام سے ایک آدمی سے ملنا تھا۔ نوریہ کی طبیعت دیکھ کر وہ جانا تو نہ چاہ رہا تھا پر کام بہت ضروری تھا۔ دس منٹ کے بعد وہ دبے پاؤں کمرے کے دروازے پر آیا تو وہ کمبل منہ تک لئے سو رہی تھی۔ وہ گہری سانس بھرتا دبے قدموں سے گھر سے باہر نکل گیا۔ اسے امید تھی کہ وہ گھنٹے سے پہلے ہی واپس آجائے گا۔

کچھ دیر یوں ہی لیٹے رہنے کے بعد اسے گھر کا مین دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ وہ سمجھ گئی کہ راجہ باہر گیا ہے۔ اس نے کمبل سر سے سرکا کر دیکھا تو وہ کہیں نظر نہ آیا۔

خود کو اکیلا پاتے ہی آنسو بھل بھل کرتے گالوں پر بہنے لگے تھے۔

"یا اللہ!"

خود کو مشکل گھڑی میں پا کر وہ کوئی سہارا نہ پاتے اللہ کو یاد کرتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ وہی تو ہے جو دلوں کے حال سے واقف ہے اور اپنے بندے کی ہر پکار سنتا ہے۔ وہ اپنے مولا کو یاد کرتی آنسو بہاتی سہی راستہ دکھانے کی دعا کرتی رہی۔ دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہوا تو وہ کچھ پر سکون ہوتی سو گئی۔

گھنٹے کے بعد وہ یوں ہی دبی قدموں گھر میں داخل ہوا اور گھر لاک کرتے اندر کمرے میں آگیا۔ نوریہ اب تک سو رہی تھی۔

وہ اپنے ہاتھوں میں موجود بینڈز انگوٹھیاں اور گلے میں پہنی چینز اتار کر بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔ بیڈ پر بیٹھ کر بالوں میں پہنی گئی پونی بھی اتار کر سائیڈ پر پھینک دی۔ وہ دھیرے سے کمبل کے اندر گھستا اس کے بلکل پیچھے جا لیٹا۔

اس کے منہ سے آہستگی سے کمبل اتارا تو اس کے چہرے پر مٹے مٹے آنسوؤں کے نشان نے اسے گہری سوچ میں مبتلا کر دیا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ کسی بات پر پریشان ہے پر اس سے شیر نہیں کر رہی۔ آخر ایسی کیا بات ہو سکتی ہے۔

وہ دھیرے سے اسے سیدھا کے اس کا سر اپنے بازو پر رکھ گیا اور اس کے چہرے پر جھکتے نرمی سے اس کے گال کو اپنے ہونٹوں کے لمس سے مہکانے لگا۔

"!میری زندگی"

وہ اسے نرمی سے اپنے سینے میں بھینچ کر خود بھی سکون سے آنکھیں بند کر گیا۔

ooooo

"ارمش ! بیٹا میں اندر آجاؤں ؟"

وہ بیڈ پر بیٹھی موبائل ہاتھ میں پکڑے کینڈی کرش کھیلنے میں مگن تھی جب اسے ایشا آفریدی کی آواز سنائی دی۔

وہ چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگی جہاں ایشا آفریدی کھڑی مسکرا رہی تھیں۔

"! ماما آپ پوچھ کیوں رہی ہیں آئیں نا پلیز"

وہ موبائل رکھتی جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے کے ساتھ ہی ان کی طرف بڑھ گئی۔اس نے پاس پہنچ کر وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر چوم گئی۔

"! میری پیاری بیٹی"

ایشا آفریدی اس کی معصوم ادا پر نثار ہوتی اسے اپنے ساتھ لگا کر اس کا ماتھا چوم گئیں. وہ ان کے اس عمل پر جھینپ کر مسکرا دی۔

ایشا آفریدی اسے ساتھ لئے کمرے میں ایک طرف پڑے کاؤچ کی طرف بڑھ گئیں۔

"بیٹھو بیٹا یہاں۔ مجھے آج اپنی بیٹی سے ڈھیر سی باتیں کرنی ہیں۔"

وہ اسے اپنے سامنے صوفے پر بیٹھا اس کے کمزور ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام گئیں۔ وہ بس مسکرا کر رہ گئی۔

"کیسی ہو تم؟ خوش تو ہو نہ ارسم کے ساتھ؟ ارسم میری بیٹی کا خیال بھی رکھتا ہے کہ نہیں۔"

وہ نرمی اور محبت سے اس سے استفسار کرنے لگیں۔

"ارسم بہت بہت زیادہ اچھے ہیں ماما اور میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔ رات مجھے اکیلے سونے سے ڈر لگتا تھا پر آپ کو پتا ہے ارسم مجھے اپنے بازو پر سلاتے ہیں اور میرے فارہیڈ پر گڈ نائٹ کس بھی دیتے ہیں اور۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ مزید گوہر افشانی کرتی ایشا آفریدی سٹپٹا کر اسے ٹوک گئیں۔

"بس بیٹا! میں جانتی میرا بیٹا میری پیاری سی بیٹی کا بہت خیال رکھتا ہے۔"

وہ اس کے جواب پر سٹپٹا ہی تو گئیں تھیں۔ وہ بیوقوف لڑکی میاں بیوی کی پرسنل باتیں بھی اپنی ساس کے سامنے کھولنے بیٹھ گئی تھی۔ پر ایشا آفریدی یہ بھی جانتی تھیں کہ وہ حد درجہ معصوم تھی۔ انہیں وہ اس دنیا کی لگتی ہی نہ تھی۔

بیٹا میری ایک بات دھیان سی سنو! میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ہم راز ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کا آئینہ ہوتے ہیں۔ اس روئے زمین پر سب سے خوب صورت اور اہم رشتہ میاں بیوی کا ہے۔ اللّٰہ نے جب انسان کی تخلیق کی جوڑے بنائے تو سب سے پہلے ماں باپ کا رشتہ نہیں بنایا۔ بہن بھائی کا رشتہ نہیں بنایا۔ سب سے پہلے رشتہ بنایا تو میاں بیوی کا بنایا۔ سب سے اہم اور بنیادی رشتہ میاں اور بیوی کا ہے۔ سب سے پہلا اور آخری رشتہ بھی میاں اور بیوی کا ہے۔ اچھی بیویاں اپنے شوہر کو کبھی بے پردہ نہیں کرتی اور نہ ہی میاں بیوی کی آپس کی باتیں کسی تیسرے شخص کو بتاتی ہیں۔ سمجھی میری بچی؟"

وہ بہت نرمی سے اس کی کچے ذہن میں پختہ باتیں بیٹھا رہی تھیں۔

ان کی بات غور سے سنتی اور سمجھتی ارمش اثبات میں سر ہلا گئی۔

"! سمجھ گئی ماما"

وہ پرجوش ہو کر بولی تو ایشا آفریدی بے ساختہ اس کی موہنی صورت دیکھتی دل ہی دل میں اس کی نظر اتارنے لگیں۔

اب میں اپنی بیٹی سے کچھ پوچھنے لگی ہوں اور مجھے پورا یقین ہے کہ میری بیٹی "

"مجھے سب سچ بتائے گی۔

وہ اپنے ہاتھ میں دبے ارمش کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کر کے بہت نرمی سے استفسار کرنے لگیں جس کے جواب میں وہ محض سر ہلا گئی۔

ارمش اپنے ماما پاپا کے گھر کیوں نہیں جانا چاہتی؟ کیا ماما پاپا یاد نہیں آتے "

"ارمش کو؟

ان کے سوال پر ارمش کا رنگ تیزی سے بدلا اور چہرے پر خوف کے بادل چھا گئے۔ ایشا آفریدی بہت غور سے اس کے ایک ایک تاثر کو جانچ رہی تھیں۔

"میرے پاپا کو تو اللہ نے اپنے پاس بلا لیا۔ تب بہت چھوٹی تھی میں۔" وہ نم آنکھوں کے ساتھ بولی تو اس کی بات پر ایشا آفریدی بھی غمگیں ہو گئیں۔

روتے نہیں میری بچی۔ اللہ کو بہت پیارے ہوں گے وہ اس لئے انھیں "اپنے پاس بلا لیا۔

وہ اسے نرمی سے پچکارتے ہوئے بولیں تو وہ آنکھیں جھپک جھپک کر آنسو روکنے کی کوشش کرتی سر ہلا گئی۔

"اور ماما! ان سے ملنے کا دل نہیں کرتا کیا؟"

ان کے پوچھنے پر ایک دردناک منظر پورے آب ع تاب سے اس کے ذہن کے پردوں پر نمودار ہوا تھا۔

وہ چھوٹی سی معصوم پری اس وقت خوف سے لرزتی کانپتی بیڈ کے نیچے چھپی ہوئی تھی۔اپنے ماں باپ کے چیخنے اور چلانے کی آوازوں سے بچنے کے لئے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے تھے جب کہ اپنی چیخیں روکنے کے لئے اپنے ہونٹ سختی سے بند کر کے منہ گھٹنوں پر جما رکھا تھا۔

"تم گھٹیا عورت۔۔۔۔میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اس قدر گھٹیا اور لالچی نکلو گی۔اپنی حوس پوری کرنے کی خاطر تم نے اس معصوم کی جان لے لی اور خود مظلوم بن کر میرے سامنے آگئی۔"

وہ کسی مرد کی آواز تھی جو غصے سے چیخ رہا تھا۔

"دد۔۔۔دیکھو تم غلط سمجھ رہے ہو ایسا کچھ نہیں جیسا تم کہہ رہے ہو۔تمہیں بہت بڑی غلط فہمی ہوئی ہے کوئی۔میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا جس کا الزام تم مجھ پر لگا رہے ہو!"

وہ عورت اس کا ہاتھ پکڑتی منت بھرے لہجے میں بولی۔

غلط فہمی! تم کہہ رہی ہو کہ غلط فہمی ہوئی ہے مجھے۔ شک تو پہلے ہی ہو گیا تھا"
مجھے تم پر آج میں نے خود اپنے ان کانوں سے تمہیں اپنے گھٹیا کارناموں کا
اعتراف کرتے سنا ہے۔ تم اب بھی حقیقت کو جھٹلاؤ گی ہاں! اس کا نہیں تو
اس کی معصوم بچی کا ہی خیال کر لیتی جس نے ابھی تو اس دنیا میں آنکھ کھولی اور
تم نے ساتھ ہی اس کے سر سے ماں کا سایہ چھین لیا۔ میں تمہیں چھوڑوں گا
نہیں ذلیل عورت۔ ابھی پولیس کو کال کر کے لاک اپ میں بند کرواتا ہوں
تمہیں اور ایک جان لینے اور فراڈ کے جرم میں پھانسی پر نہ بھی چڑھی تو ساری
عمر جیل کاٹو گی۔"

وہ تیش کے عالم میں اسے اس کی حقیقت باور کرواتا جیب سے اپنا فون نکال
کر کال ملانے لگا۔ اس سے پہلے کے وہ کال کر پاتا وہ ایک دم اس پر جھپٹ کر
اس کے ہاتھ سے فون چھین گئی۔

"ہاں ہاں کیے ہیں میں نے یہ جرم۔ میں نے ہی اس کی جان لی پر کیا ثبوت
ہے تمھارے پاس اس بات کا۔ کوئی بھی نہیں۔ تم واحد گواہ ہو نہ پر جب تم

ہی نہیں رہو گے تو کون سا ثبوت اور کہاں کا ثبوت۔ ہاہاہا۔ بائے بائے ڈیئر ہبی!"

وہ مکروہ ہنسی ہنستی ایک دم سائیڈ ٹیبل پر پڑا گلدان جھپٹ کر پکڑتی اس کے سر میں مار گئی۔ وہ بیچارہ آدمی ابھی پہلے وار سے سنبھلا بھی نہ تھا کہ اس عورت نے اس کے سر پر پے در پے کئی وار کر دیے۔ دماغ پر کاری ضربیں لگنے سے وہ آخری دفعہ اپنی پری کا چہرہ دیکھنے کی حسرت لئے موقع پر ہی دم توڑ گیا جب کہ بیڈ کے نیچے چھپا وجود اپنے سائبان کا خون میں لت پت وجود دیکھ کر خوف حراس کی آخری حد کو چھوتا ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا۔

"ارمش!!"

ایشا آفریدی فکر مندی سے اسے پکارتی جھنجھوڑنے لگیں جو پیلی پڑتی ساکت ہو چکی تھی وہ کب سے اسے پکار رہی تھیں۔

"ارمش!"

ان کے پھر سے جھنجھوڑنے پر وہ ہوش کی دنیا میں واپس لوٹی۔

"ہا۔۔۔ہاں کیا ہوا؟"

وہ غائب دماغی سے پوچھنے لگی۔اس کی حالت ایشا آفریدی کو نارمل نہیں لگی۔

"اٹھو بیٹا اٹھو شاباش بیڈ پر چلو۔"

وہ اسے اپنے ساتھ لئے بیڈ کی طرف آ گئیں۔اسے بیڈ پر لٹا کر وہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کا سر تھپتھپانے لگیں۔

اس کی سانسیں بھاری ہوتی دیکھ کے جب وہ پر یقین ہو گئیں کہ وہ سو چکی ہے تو وہ کمرے کی لائٹ بند کر کے کمرے سے باہر چل دیں۔انہیں جلد سے جلد ارسم سے بات کرنی تھی۔

ooooo

وہ کب سے الماری میں منہ دیے نہ جانے کیا تلاش کر رہی تھی جب کہ وہ دونوں باپ بیٹی بیڈ پر لیٹے جانے کن راز و نیاز میں مصروف تھے۔

"!موول !کم ہیئر"

اس کی گھمبیر آواز مومل کے کانوں تک بخوبی پہنچی تھی پر وہ کان لپیٹے کھڑی رہی۔

"!مومل"

اب کے لہجے میں تھوڑی سختی آن سمائی تھی پر وہ اس کی کسی بھی بات پر کان نہ دھرنے کا پکا ارادہ کر چکی تھی۔

اس کے انکار کے بعد ایک دم خاموشی چھا گئی تو مومل نے شکر کا کلمہ پڑھا۔

"تمہیں کیا میری ایک بات سمجھ نہیں آتی؟"

وہ اچانک غصے سے کرخت لہجے میں بولا۔

"آہ۔۔"

مومل اس کی اچانک گرجدار غصیلی آواز پر جیسے اچھلی اگلے لمحے دھڑام سے زمین بوس ہوئی۔

"!!!ماما"

مناہل کی چیخ نکل گئی۔

نیچے پڑی شرمندگی کی انتہا سے سرخ چہرے والی مومل کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ نا جانے یہ آنسو درد کی وجہ سے تھے یا شرمندگی کی وجہ سے۔

"اٹھو!!"

وہ بیٹھ کر وہیں رونا شروع کر دیتی جب وہ پھر سے غصے سے گویا ہوا۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ دل ہی دل میں بے انتہا گالیوں سے نوازا اسے۔

نائیٹ بلب کی روشنی میں اسکا چہرہ بالکل واضح تھا۔

جسے دیکھتے مومل کا دل اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گیا۔

جب اس نے اپنا بھاری ہاتھ اسکی طرف بڑھایا۔ وہ حیرت سے کبھی باسم کو دیکھتی تو کبھی اسکے پیچھے سے دیکھتی اپنی بیٹی کو۔

"سو گئی ہو؟؟"

اسے خاموشی سے تکتا دیکھ کر اس نے طنز کیا۔

"نن۔۔ نہیں۔۔"

وہ بوکھلا کر نفی میں سر ہلاتی شرمندہ سی اس کا بڑھایا ہوا ہاتھ نظرانداز کر کے خود ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔

باسم نے اپنا ہاتھ بھینچ کر پیچھے کر لیا۔

وہ واپس اپنی جگہ پر لیٹا، ناچار مومل سبکی سے لال چہرے کے ساتھ بیڈ پر چڑھ کر بیٹھی۔

"ماما آپ کو چوٹ لگی ہے نا۔ آپ لیٹ جائیں مناہل پاس۔"

اس چھوٹے پیکٹ کی میسنی آفر پر مومل نے مسکراتے ہوئے دانت پیسے۔

اس چالاک میسنے انسان کے ساتھ رہ کر اسکی معصوم بیٹی بھی کیا بن گئ تھی۔

"لیٹ رہی ہوں۔"

باسم کے دیکھنے پر اس نے مشکل سے اپنے رونے پر ضبط کر دانت کچکچا کر کہا اور اسکے برابر میں لیٹ گئ۔

"کتنے اچھے لگ رہے ہیں نا ہم پاپا۔ میں ماما اور پاپا۔"

تینوں کے ایک ساتھ ایک بیڈ پر سونے سے خوش ہوتی وہ کھلکھلا کر تالیاں بجانے لگی جب کہ مومل کے سینے پر تو جیسے کسی نے برف انڈیل دی تھی۔

اس نے ٹھنڈی سانس خارج کی۔

"ماما سردی ہے۔ آپ بھی بلنکٹ لے نا۔"

اس چھوٹی میڈم کی طرف سے ایک اور آرڈر جاری ہوا۔ مومل نے سرخ چہرے کے ساتھ ضبط سے اسے دیکھا۔ وہ معصوم کیا جانتی تھی کہ اپنی معصومیت میں کس طرح اس بیچاری کو پھنسا رہی تھی۔

وہ پھر مسکرائی۔

"ایک بار کہی بات پر عمل کرنے سے تم اپنی توہین سمجھتی ہو کیا؟ "

اس کے بے حس و حرکت پڑے رہنے پر باسم نے چبھتے لہجے میں استفسار کیا۔

"نہیں!!"

وہ غصے سے سرخ چہرے کے ساتھ جھٹکے سے کھینچ کر بلینکٹ خود پر اوڑھ گئی۔

وہ جلتی بجھتی سامنے ایل سی ڈی پر لگے فروزن کارٹون دیکھنے لگی جو اس چھوٹے پیکٹ کے کہنے پر لگائے گئے تھے۔ کتنا پیار کرتی تھی وہ مناہل سے اور اس نے کتنی معصومیت سے اسے اتنی بڑی مشکل میں پھنسا دیا تھا۔

اس کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔ اس نے ابھی سکون کا ایک لمحہ بھی نہیں گزارا تھا تبھی مناہل نے سر اٹھا کر پھر سے مومل کو دیکھا۔ مومل کا سانس خشک

ہوا۔

"اب جانے کون سا دھماکہ کرے گی۔"

"ماما آپ اتنی دور کیوں لیٹی ہیں پاس آ جائیں نا۔"

مناہل نے پریشانی سے کہا۔ وہ تو اپنی ماما سے بہت پیار کرتی تھی نا۔

باسم آفریدی کے لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ آ گئی۔

"بیٹا ماما یہاں ٹھیک ہیں۔"

اور وہ اسے بتا نہیں سکتی تھی وہ کیسا میسنا شخص تھا۔

وو۔وہ۔۔ک۔کیا کہہ رہی تھی۔۔بھلا میں۔۔آآ۔آپ" اسنے جھجھکتے "
ہوئے شرمندہ ہو کر صفائی پیش کی۔

"کیوں میں تمہیں نگل جاؤں گا؟"

وہ اسکی بات کاٹ کر طنزیہ بولا۔

"ہیں؟؟"

مومل نے ہونقوں جیسی صورت بنا کر اسے دیکھا۔باسم سخت گھوری اس پر ڈال کر مناہل کی طرف متوجہ ہوا جو رونے کی تیاری پکڑ چکی تھی۔

"مینو ماما کی جان کیا ہوا؟"

اس کے رونے پر وہ تڑپ ہی تو اٹھی تھی۔

ماما آپ بھی میری طرح بابا کو ہگ کریں۔" وہ باپ کے ساتھ جڑ کر لیٹی نیا"
شاہی فرمان جاری کر گئی۔

"کیا؟؟"

مومل کو تو جیسے سو وولٹ کا جھٹکا لگا۔ وہ بدک اٹھی۔ باسم نے جھٹکے سے گردن گھما کر اس کی تیز آواز پر اسے گھورا۔

"کیا ہوا؟؟؟"

وہ سپاٹ لہجے میں استفسار کرنے لگا۔

"!!کک۔۔ کچھ نہیں وو۔۔ وہ کارٹون۔۔ مناہل۔۔ ہگ۔۔"

اسنے ضبط سے مسئلہ پیش کیا جسے باسم نے بہت سکون سے نظرانداز کردیا۔

"آپ جیسا کہو گی ویسا ہی ہو گا رونا نہیں میری شہزادی نے۔"

اس نے مناہل کو بہلا کر مومل پر جتایا جس کی پوری آنکھیں باہر کو ابل پڑی تھیں۔۔

"پرامس؟"

وہ روتی ہوئی اس کی بات سن کر مسکرائی۔

"!پرامس"

باسم نے مسکراتے کہااور اس کی پیشانی چومی۔ وہ اسے روتا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا۔اس کی جان تھی وہ۔

جبکہ مومل تو سکتے میں گھری اس مینٹل آدمی کو دیکھ رہی تھی۔

"اب کیا بیٹھے بیٹھے سو گئی ہو؟ سنا نہیں یہاں آؤ؟"

وہ سیدھا ہو کر لیٹ گیا اور اپنا چوڑا مضبوط بازو بیڈ پر پھیلایا۔ جبکہ مومل کی انتہائی حد تک پھیلی آنکھیں اسکے بازو پر ٹکی تھیں۔

وہ اسے اپنی طرف بلا رہا تھا۔

"مم۔۔ میں کک۔۔ کیسے۔۔۔"

ہوش میں آتے اس نے بے یقینی سے کہا پر وہ کہاں اس کی بات سن رہا تھا۔

اس نے اپنا حلق تر کیا اور پیچھے کی جانب کھسکی۔

دفعتاً روم کی فضا میں مناہل کی ہچکیاں سنائی دیں۔۔ مومل کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ وہ خود کہاں دیکھ سکتی تھی اسے روتے۔

"!مینو ماما کی جان"

وہ تڑپ کر اس کی طرف لپکی مگر وہ باسم کے بازوؤں میں کروٹ بدل گئی۔
مومل نے ہراساں نظروں سے باسم کو دیکھا جو ضبط سے سرخ آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"مم۔۔میں سو رہی ہوں۔۔۔"
وہ مدھم آواز میں جھجھکتی خفت زدہ ہوئی بولی اور بغیر باسم کی آنکھوں میں دیکھے آہستگی سے اپنا سر اسکے چوڑے کندھے پر رکھا اور اپنا حلق تر کیا۔ جیسے ہی اس کے کلون کی سحر انگیز خوشبو، اسکے نتھنوں سے ٹکرائی اس کی دھڑکنیں زور پکڑ گئیں۔

اس کے چہرے کے مساموں سے پسینے پھوٹ پڑے۔

"!مینو"

اس کے چوڑے سینے سے ہاتھ بڑھا کر اسنے مناہل کے سر کو چھوا۔ مناہل نے خفا نظروں سے پلٹ کر دیکھا مگر مومل کو اتنا پاس پا کر اس کی خوشی سے چیخ نکل گئی۔

"!! کتنا اچھا لگ رہا ہے ناماما پاپا"

اس نے جھک کر موحل کے ہاتھ کو پکڑا اور اپنی طرف کھینچا۔

"مینو۔۔"

موحل کے منہ سے اچانک افتاد پر مدھم سی کراہ نکلی۔

باسم کی گھنی مونچھوں تلے گہری مسکراہٹ آگئی۔اس کی بیٹی بھی اس پر ہی گئی تھی۔

مناہل کے ہاتھ کھینچتے پر تمام تر فاصلے سمٹ چکے تھے اور وہ سامنے اسکرین کو دیکھنے کا ڈرامہ کرتا اس کی خوفزدہ دھڑکنوں کو سن رہا تھا۔

موحل ہڑبڑا کر دور ہونے لگی لیکن اسی لمحے باسم نے اس پر بھی بلینکٹ کھینچا اور موحل کی کمر میں اپنا مضبوط بازو حائل کر کے اس کی کوشش ناکام بنادی۔

سس۔۔۔" وہ کانپ کر سٹپٹائی۔"

"کیا ہوا ماما؟"

مناہل نے اس کا سرخ تپا تپا چہرہ دیکھ کر اور اس کی کراہ سن کر پریشانی سے پوچھا۔

"کک۔۔کچھ نہیں۔۔"

وہ جبراً مسکرا کر کہتی ایل ای ڈی کی طرف دیکھنے باسم کی نظروں کو نظرانداز کرنے لگی۔

"کتنا اچھا لگ رہا ہے نا؟"

مناہل نے پھر سے اپنا جملہ دہرایا۔وہ اپنے کارنامے پر تعریف چاہتی تھی مگر مومل ضبط سے پڑی تھی۔

"جواب دو اسے۔۔"

باسم نے جھٹکا دی کر اسے ہوش دلایا۔

"اچھا لگ رہا ہے؟"

اس۔نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر معنی خیزی سے پوچھا۔

ہاں۔۔"وہ بوکھلا کر بولی اس کے جھٹکے سے مزید قریب ہو چکی تھی اس کے "

سینے کے۔

معاًاسے اپنی کمر پر کچھ سر سراہٹ سی محسوس ہوئی۔

کمر پر موجود باسم کے ہاتھ میں حرکت آئی۔اسکی نازک پتلی سی کمر وہ اپنی

مضبوط کھردری انگلیوں سہلانے لگا۔

"آہ۔۔"

دفعتاًمومل بری طرح اچھل پڑی۔

"کیا ہوا اماں؟؟"

مناہل نے ہراساں ہو کر اسے دیکھا۔

"کچھ نہیں۔۔"

دھک دھک دھڑکتے دل کے ساتھ مومل نے ضبط سے اپنا حلق تر کیا۔اس کا چہرہ حیا شرم سے گلنار تھا۔ جبکہ اس کی کمر پر سرکتی رینگتی باسم کی انگلیاں اسکا حلق خشک کر گئیں۔

وہ نہ مناہل سے کچھ کہہ پا رہی تھی اور نہ ہی اپنا بچاؤ کر سکتی تھی۔ باسم نے زیر لب مسکراتے مومل کو دیکھا جو سکڑی سمٹی ہوئی پڑی تھی۔

اس نے بمشکل اپنا قہقہہ ضبط کیا۔ شادی کے دن سے کیسے شیرنی بنی پھر رہی تھی اور اب کیسے ڈری سہمی پڑی تھی۔

"مم۔۔میں مناہل کا دو۔۔ودھ لیکر آتی ہوں۔۔"

وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھ گئی۔اس کا وجود آہستہ آہستہ کانپ رہا تھا۔اسے اپنے وجود سے آگ سی تپش نکلتی محسوس ہوئی۔

"پر میں نے دودھ پی لیا ماما۔۔۔"

مناہل نے چہک کر اپنا کارنامہ بتایا۔

"اچھا۔۔"

مومل نے حلق تر کیا اس کی بس رونے کی کثر رہ گئی۔ اس نے چور نظروں سے باسم کو دیکھا جو لاتعلق سا سامنے دیکھ رہا تھا۔

"!لیٹ جاؤ"

معاً باسم نے متوجہ ہو کر نرمی سے اس سے کہا۔ وہ اسے گھورنے لگی۔

لگتا ہے تمہاری ماما کو ہمارے ساتھ سونا اچھا نہیں لگ رہا۔۔ ویری سیڈ"

"!مناہل

اس کی گھوری پر باسم نے افسوس سے کہا۔ مناہل نے اداس ہو کر مومل کو دیکھا۔۔

ماما؟" اسنے رونے کیلیئے نچلہ لب پھیلا کر سوالیہ پوچھا۔ وہ گڑبڑا گئی۔ "

اچھا لل۔لگ۔۔رہا ہے میری جان۔۔۔" اس نے جھجھکتے ہوئے" مسکراہٹ لبوں پر سجا کر کہا۔ باسم کی پر تپش نگاہیں اس پر ہی ٹھہری تھیں۔

"!تو لیٹ جاؤ"

وہ مسکراتی آواز میں بولا۔

"اللہ تو آپ سے پوچھے ہی گا پر میں بھی اچھے سے پوچھوں گی آپ سے۔"

"مناہل کے سامنے شیر بنے ہیں نا ذرا الگ ہو لیں۔

وہ دل میں کوستی ہاتھ مسلتی اپنا لب کاٹنے لگی۔

"کوئی مسئلہ ہے؟؟"

اسے یونہی کشمکش میں بیٹھا دیکھ کر محظوظ ہوتا بولا۔

"نہیں تو!"

وہ دانت پیس کر زبردستی چہرے پر مسکراہٹ سجا کر بولی۔

"اکیلے میں ملیں ذرا مجھے!*

وہ اسے گھورتی ہوئی بڑبڑا۔

"مناہل کو اسکی دادی کے پاس چھوڑ آؤں پھر؟"

وہ آنکھوں میں شرارت لئے اس کے کان میں سرگوشی کر گیا۔

وہ اسے غصّے سے سرخ چہرے کے ساتھ گھور کر آنکھیں بند کر گئی تو وہ بھی مسکراتا ہوا سکون سے آنکھیں موند گیا۔

ooooo

وہ نڈھال سی بیڈ پر آڑی ترچھی لیٹی تھی۔اس کی طبیعت بہت زیادہ خراب تھی۔ صبح بھی اسے اپنی طبیعت خراب محسوس ہو رہی تھی پر اس نے اس بات کو خاص سیریس نہیں لیا۔راجہ بہت ضروری کام کا کہہ کر صبح سے نکلا تھا۔

اس نے سوچا راجہ کو کال کر کے بلا لے پر پھر سوچا اس کو ضروری کام تھا ایسے چھوڑ کر گھر دوڑا آئے گا۔

اب تو الٹیاں کر کر کے بالکل ہی نڈھال ہو چکی تھی۔

"مجھے راجہ کو کال کر دینی چاہئے۔"

روتے ہوئے سوچ کر اس نے جیسے ہی موبائل کی طرف ہاتھ بڑھایا پھر سے متلی والی کیفیت محسوس کر کے باتھ روم کی طرف بھاگی۔

"!!!یااللہ"

وہ بیسن پر ہاتھ رکھ کر جھکتی رو دی۔

یہ سب اس کی برداشت سے باہر ہو رہا تھا۔

"!!!میری رانی"

اس کی پکار نے نوریہ کے بے جان جسم میں جیسے جان ڈال دی تھی۔

"!!!!راجہ"

وہ اس کو پکارتی سسکنے لگی۔ پر اتنی ہمت نہ ہو رہی تھی کہ دو قدم بڑھا کے باہر چلی جاتی۔

"!کہاں ہو میری رانی"

وہ اسے کچن اور لاؤنج میں نہ پاتا کمرے میں آیا پر اس کی رونے کی آواز باتھ روم سے آتی محسوس کر وہ تیزی سے باتھ روم کی طرف بھاگا۔

وہ باتھ روم کے کھلے دروازے سے اندر داخل ہوا تو وہ بیسن پر جھکی الٹی کر رہی تھی۔

وہ ایک ہاتھ اس کی کمر میں ڈال کر سہارا دیتا دوسرے ہاتھ سے اس کی پشت پر ہولے ہولے تھپکی دینے لگا۔

وہ جب کلی کر کے فارغ ہوئی تو راجہ سائیڈ سے تولیہ پکڑ کر اس کا منہ صاف کرنے لگا۔ وہ نڈھال سی اس کے سینے پر سر رکھ کر اپنا سارا وزن اس پر ڈال گئی۔

وہ اسے سہارا دے کر کمرے میں لایا اور اسے بیڈ پر لٹا کر خود اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا طبیعت کو؟ اتنی طبیعت خراب ہے اور تم نے مجھے کال بھی نہیں کی"۔

وہ اس کے گالوں سے چپکے بال کان کے پیچھے اڑستا ہوا اس کی آنکھوں میں جھانک کر پوچھنے لگا۔

"طبیعت کافی دن سے گری گری محسوس ہو رہی تھی پر آج آپ کے جانے کے بعد زیادہ بگڑ گئی۔ پہلے میں کال کرنے والی تھی آپ کو پر پھر میں سوچا آپ۔۔ آپ ضروری کام سے گئے ہیں اس لئے۔۔۔"

وہ آنسو صاف کرتی اٹھنے کی کوشش کرنے لگی جب وہ اس کے کندھوں پر ہاتھ سے دباؤ ڈالتا اسے واپس بیڈ پر لٹا گیا۔

کام سے ہی گیا تھا مرا تو نہیں تھا نا۔اور تم سے زیادہ کچھ ضروری تو نہیں" "میری زندگی میں جو تم میرے کام کو خود پر فوقیت دے رہی ہو۔

اس کی بات ختم ہوتے ہی وہ گھٹ گھٹ کر رونے لگی تو راجہ کو اپنے لہجے کی سختی کا احساس ہوا۔

وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتا اسے اپنی طرف کھینچ کر اپنے سینے سے لگا گیا تو اس کے رونے میں مزید تیزی آگئی۔

کیا ہوا ہے یار زیادہ درد ہے کیا۔مجھے بتاؤ تو سہی کچھ کہ کہاں تکلیف "ہے؟؟؟

وہ اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھرتا فکرمندی سے پوچھنے لگا پر وہ مسلسل روتی ہی چلی جا رہی تھی۔

"میں دوست کو کال کر کے گاڑی منگواتا ہوں ہسپتال چلتے ہیں چپ ہو جاؤ

شاباش"۔

وہ اسے بچوں کی طرح پچکارتا جیب سے موبائل نکالنے لگا۔

"نن۔۔ نہیں مجھے نہیں جانا ہسپتال راجہ! مجھ سے بیٹھا بھی نہیں جا رہا میں

نہیں جا پاؤں گی"۔

وہ اس کی فکر دیکھتی بے بسی سے اپنی حالت بتانے لگی۔

"ٹھیک ہے میں ڈاکٹر کو لے کر آتا ہوں۔ چپ کرو شاباش میں بس یوں گیا

اور یوں آیا"۔

وہ اسے بیڈ پر واپس لٹا کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیتا اٹھ کھڑا ہوا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا جب کہ وہ تکیے میں سے چھپاتی رونے لگی۔

نہ جانے اسے اس قدر رونا طبیعت خرابی پر آرہا تھا یا اپنی ذہنی حالت پر۔

پورے دس منٹ بعد راجہ واپس آیا تو وہ یوں ہی بیڈ پر پڑی تھی جس طرح وہ چھوڑ کر گیا تھا۔

"رانی!!! اٹھو میری جان ڈاکٹر صاحبہ آئی ہیں۔*

وہ اسے نرمی سے پکارتا خود اس کے پاس بیٹھ کر اس کا رخ موڑ گیا۔اس کی سرخ سوجی آنکھیں اور بھیگے گال دیکھ کر تکلیف محسوس کرتا لب بھینچ گیا۔

"مسٹر راجہ آپ پلیز باہر جائیں مجھے ان کا چیک اپ کرنا ہے۔"

ڈاکٹر نے اسے متوجہ کیا جو اپنی رانی میں گم ہو چکا تھا۔

توکرو میں نے کب روکا ہے۔میں کہیں نہیں جانے والا جو بھی کرنا ہے"

"میرے سامنے کرو۔

اس کی ہٹ دھرمی پر ڈاکٹر سر پیٹ کر رہ گئی۔

دیکھیں مسٹر آپ پلیز باہر جائیں بس پانچ منٹ کے لئے اور مجھے تفصیل"

"سے ان کی حالت کا معائنہ کرنے دیں۔

وہ مزید عاجز ہوئی۔

"یہ بیمار ہے تکلیف میں ہے اور کچھ بول نہیں رہی روئی جارہی ہے بس یہ کیسے بتائے گی کہ اسے کیا تکلیف ہے۔اور آپ میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو نظر نہیں آرہا اسے کتنی تکلیف ہے۔ جلدی سے علاج شروع کرو۔"

وہ سختی سے بولا تو ڈاکٹر بے بسی سے نوریہ کی طرف دیکھنے لگی۔

"مسٹر آپ مجھے راستے میں ہزار دفعہ بتا چکے ہیں کہ انہیں کیا تکلیف ہے اس لئے پلیز باہر جائیں اور مجھے میرے حساب سے ان کا معائنہ کرنے دیں۔"

اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور بولنے کے لئے منہ کھولتا نوریہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دباتی آنکھیں سے اسے باہر جانے کا اشارہ کرنے لگی۔

وہ ایک بے بس نگاہ اس پر ڈال کر بے چینی سے داڑھی کھجاتا کمرے سے باہر چلا گیا تو ڈاکٹر آگے بڑھتی اس کے منہ پر دروازہ بند کر گئی جب کہ وہ کھلے منہ سے اپنی تازہ ترین عزت افزائی دیکھتا رہ گیا۔

○○○○○

وہ بے چینی سے دروازے کے باہر یہاں سے وہاں ٹہلتا بار بار کمرے کے دروازے کو دیکھ رہا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ ضبط کھوتا کمرے کا دروازہ بجاتا، دروازہ کھول کر ڈاکٹر باہر آئی۔

ڈاکٹر صاحبہ اندر بیٹھ کر ایٹم بم کا فارمولا دریافت کرنے کی کوشش میں لگ "گئی تھی کیا جو اتنا وقت لگا دیا۔

وہ ڈاکٹر کو سامنے دیکھتے ہی اس پر چڑھ دوڑا۔

"اب یوں ہی مسکراتی رہو گی یا بتاؤ گی بھی کہ میری رانی کو کیا ہوا ہے۔"

وہ اس کے پیچھے سے کمرے میں جھانکنے کی کوشش کرتا چڑ کر بولا۔

"!!! مسٹر راجہ آپ مجھے بولنے کا موقع دیں گے تو ہی کچھ بولوں گی نا"

وہ اس کی بے صبری پر چوٹ کرتی بولی تو راجہ کو احساس ہوا کہ واقعی وہی بولے چلا جا رہا تھا۔

"!!! اچھا بولیں آپ ڈاکٹرنی صاحبہ"

اس نے کھسیا کر اپنے بالوں کی پونی ٹائٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"!!کونگراچولیشن مسٹر راجہ!!!یور وائف اس ایکسپیکٹنگ"

وہ مسکراتی ہوئی بول کر اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لینے لگی۔

"ہیں!!!!کیا کہا ڈاکٹرنی؟؟؟"

وہ ہونق شکل لئے ہونق ہی لہجے میں مستفسر ہوا تو وہ قہقہا لگا کر ہنس دی۔

"مسٹر راجہ مبارک ہو!!آپ باپ بننے والے ہیں۔"

وہ اس کے تاثرات کا مزے سے جائزہ لیتی بولی۔

اسے دو کی بجائے پانچ منٹ لگے تھے بات سمجھنے میں۔

"ڈاکٹرنی صاحبہ آپ۔۔۔آپ سچ کہہ رہی ہیں۔"

اس کی آنکھوں اور لہجے میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔

وہ مسکراتی ہوئی سر ہلا گئی۔

"!!شکریہ۔۔۔بہت بہت زیادہ شکریہ ڈاکٹرنی صاحبہ"

وہ خوشی سے بے قابو ہوتا جیب میں ہاتھ ڈال کر جتنے نوٹ ہاتھ میں آئے سارے اس کے ہاتھ میں تھماتا تیزی سے کمرے میں داخل ہو کر کھٹاک سے دروازہ بند کر گیا جب کہ ڈاکٹر اس دیوانے کو دیکھتی باہر کی راہ لے گئی۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو سامنے ہی وہ گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی۔

"میری رانی!!!"

وہ جذب کے عالم میں کہتا تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور اسے اپنے مضبوط بازوؤں میں اٹھا کر گھما گیا۔

کمرے میں اس کے قہقہے گونج رہے تھے۔

"راجہ!!"

اس کی خوف زدہ آواز کانوں میں پڑی تو راجہ کو ہوش آیا۔

وہ اسے اس کے پیروں پر کھڑا کر گیا تو وہ سختی سے اس کے کندھے اپنے دونوں ہاتھوں میں دبوچ گئی۔ اس کا سر گھومنے لگا تھا۔

"سوری میری جان خوشی میں ہوش ہی کھو بیٹھا۔ تم ٹھیک ہو؟؟"

وہ فکر مندی سے اس کا زرد چہرہ دیکھ کر بولا جس پر وہ سر ہلا کر اس کے کندھے پر سر ٹکا کر آنکھیں موند گئی۔ وہ نرمی سے اس کے گرد اپنی باہوں کا مضبوط حصار باندھ گیا۔

"میری رانی!!!"

وہ لہجے میں محبت ہی محبت سموئے بولا جسے محسوس کرتی وہ دھیرے سے آنکھیں کھول گئی۔

"جج۔۔۔جی"

وہ ایک پل کو اس کی آنکھوں میں دیکھتی پھر سے پلکوں کی جھالر گرا گئی۔

وہ اسے نرمی سے باہوں میں اٹھا کر بیڈ کی طرف آیا اور اسے بیٹھا کر پیچھے تکیے رکھ کر خود اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

وہ سرخ چہرہ جھکائے لرزتی کانپتی انگلیاں مڑوڑتی اس کے حواس سلب کر رہی تھی۔

وہ دھیرے سے اس کے نازک ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھام کر دبا گیا۔

تم نے مجھے بہت بڑی خوش خبری دی ہے میری رانی سمجھو تم نے مجھے خرید "
لیا ہے۔ میں تا عمر تمہارا شکریہ ادا کر ہی نہیں سکتا۔ تم ۔۔ تم میری خوشی کا
اندازہ لگا سکتی ہو ؟؟ میرا دل کر رہا ہے چیخ چیخ کر پوری دنیا کو بتاؤں کہ دیکھو
راجہ اکیلا نہیں ہے۔ اس کے پاس جان لٹانے والی بیوی ہے اور اب اس کے
وجود کا حصہ اس کے جگر کا ٹکرا ابھی اس دنیا میں آنے والا ہے۔ میں بے تحاشہ
خوش ہوں رانی !!! بہت شکریہ میری جان مجھے اس قدر پیارا تحفہ دینے کے
" لئے۔

وہ نم آنکھوں کو جھپکتا جھک کر اس کی پیشانی پر اپنے لب دھر گیا۔ نوریہ اپنی
آنکھیں سختی سے بند کیے بیٹھی تھی جب اپنے ماتھے پر نمی محسوس کرتی چونک
کر آنکھیں وا کر گئی۔

"کیا وہ رو رہا تھا؟؟؟"

اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

"راجہ ؟؟؟"

وہ اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر اپنے سامنے کر گئی تو وہ نظریں چرانے لگا۔

"آپ کو مجھ سے یہ آنسو چھپانے کی ضرورت نہیں۔آپ کا لباس ہوں میں۔"

وہ نرمی سے کہتی اپنی نازک انگلیوں کی پوروں سے اس کی آنکھوں اور گالوں پر پھیلی نمی صاف کرنے لگی تو وہ ضبط کھوتا اس کی گردن میں منہ چھپا کر اپنے بازو اس کی کمر کے گرد باندھ کر اسے خود میں بھینچ گیا۔

اپنی گردن پر محسوس ہوتی نمی نوریہ کو بہت بے چین کر رہی تھی۔وہ کہاں تصور کر سکتی تھی کہ اس قدر مضبوط مرد بھی آنسو بہا سکتا ہے۔

"میں بہت اکیلا تھا رانی بہت زیادہ اکیلا۔میں وہ بدنصیب اولاد ہوں جسے ماں باپ کا پیار ان کی شفقت میسر نہ آئی۔میں سوچتا تھا کہ شاید میرے مقدر میں تنہائی لکھی جا چکی ہے پر میں غلط تھا۔میری تنہائی تب دور ہوئی جب میری زندگی میں تم آئی۔تم نے مجھے اتنا سکھ دیا ہے جس کا میں اندازہ بھی نہیں کر

سکتا تھا۔ تم نے میرے اس ویران گھر کو جنت بنا دیا اور اب میرے سونے آنگن کو بھی پھولوں سے مہکانے والی ہو۔ اس رب نے تمہیں میری زندگی میں بھیج کر اتنا بڑا احسان کیا ہے مجھ پر جس کا میں تمام عمر شکر ادا کر ہی نہیں سکتا۔ شکریہ میری زندگی میں آنے کے لئے۔"

گنگ ہو کر اس کی باتیں سنتی نوریہ تب ہوش میں آئی جب اسے اپنے کندھے پر اس کا لمس محسوس ہوا۔ وہ طمانیت سے مسکرا دی۔ اتنے دن کی الجھن اور پریشانی پتا نہیں کہاں جا سوئی تھی۔

"کیا تم خوش ہو؟؟"

اسے جب احساس ہوا کہ بس خود ہی بولا جا رہا ہے تو اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھامے اس کی نم آنکھوں میں جھانک کر پوچھنے لگا۔

اس کے سوال پر اس کا رنگ تیزی سے سرخ پڑا اور پلکوں کی جھالر لرزتی کانپتی عارضوں پر گر گئی جب کہ گالوں پر شفق پھوٹ پڑی۔

وہ مبہوت سا اس کے چہرے کی دلکشی دیکھتا سرشار ہو رہا تھا۔

اس کی گہری نظریں مسلسل خود پر محسوس کر کے وہ لاج سے چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا گئی۔

وہ ہنس کر اس کے چہرے پر موجود ہاتھوں پر لب رکھ گیا۔

تمہیں میری زندگی میں بھیج کر مجھ پر خاص احسان کر دیا گیا۔ایسا احسان "
"!!!!جس کا بدلہ میں اپنی جان دے کر بھی نہیں چکا سکتا

اس کے الفاظ نوریہ کی روح میں اترتے اسے جنت میں پہنچا گئے تھے۔

"!!!اور تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے"

دونوں کے دل نے چپکے سے یہ سرگوشی کی تھی۔

ooooooo

"!!!سرپرائز"

آشنا پر جوش آواز پر وہ ایک دم پلٹی تو خوش گوار حیرت کا جھٹکا لگا جہاں وہ کندھے پر بیگ ڈالے کھڑا تھا۔

وہ ساکت سی کھڑی اسے تکتی جا رہی تھی جیسے اس کی موجودگی پر بے یقین ہو۔

"!!!چاچو"

مناہل کی نظر اس پر پڑی تو وہ بھاگتی ہوئی ارسم کی طرف بڑھی۔ وہ ہاتھ بڑھا کر اسے باہوں میں اٹھا کر گھما گیا جس پر وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"!چاچو کی جان چاچو نے بہت مس کیا آپ کو"

وہ اس کے گال پر لب رکھ گیا جس پر وہ اپنے خرگوش جیسے دانت نکال کر دکھانے لگی۔

مینو جان آپ نے تو چاچی کی جگہ گھیر لی۔ آپ کی جگہ چچی کو ہونا چاہئے تھا۔"

"ہیں نا ارسم بھائی؟

مومل شرارت سے آنکھیں مٹکاتی بولی تو ارمش بے ساختہ سرخ پڑ گئی۔

شام کا وقت تھا اور وہ سب لاؤنج میں بیٹھے تھے جب وہ اچانک آدھمکا تھا۔

"بات تو آپ نے سولہ آنے درست کی ہے بھابھی جان۔"

اب کہ سٹپٹانے کی باری مومل کی تھی۔

"کک۔۔۔کیا بدتمیزی ہے۔"

وہ اس کے بھابھی کہنے پر سیخ پا ہوتی سرخ پڑ گئی۔

ارے بھائی جو رشتہ ہے اسی سے پکاروں گا نا۔اب بڑے بھائی کی لاڈلی زوجہ"

"!!!محترمہ کو نام سے پکارنے کی گستاخی تو نہیں کر سکتا نا

وہ آنکھوں میں شرارت اور لہجے میں عاجزی سموئے کہتا باسم سے ملنے لگا۔

"!!!!ہنہہ لاڈلی بیوی"

اس کی استہزاہیہ سرگوشی پر باسم نے لب بھینچے اور سخت تیور لئے اسے دیکھنے لگا جو مناہل کے بال ٹھیک کر رہی تھی۔

"!!!ہنہ شکی عورت"

وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔

ارسم گہری نظروں سے ارمش کی طرف دیکھنے لگا جو آنکھیں بار بے جھپکتی لب بھینچتی آنسو روکنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی۔

"السلام علیکم کیسی ہیں آپ؟"

وہ اس کے پاس جا کر اس پہ سلامتی بھیجنے کے ساتھ اس کا گال ہولے سے تھپتھپا گیا۔

وہ محض سر ہلا گئی۔

"ماما بابا چھوٹے پاپا چھوٹی ماما کوئی بھی نظر نہیں آ رہا۔ کہاں ہیں سب؟؟"

وہ لاؤنج میں یہاں وہاں نظریں دوڑا کر پوچھنے لگا۔

ہاں فوتگی ہو گئی ہے دور رشتہ داروں میں تو صبح وہاں روانہ ہوئے سب تین "دن تک آئیں گے۔"

باسم کے بتانے پر وہ سمجھتا سے ہلا گیا۔

"چلیں میں فریش ہو لوں پھر بیٹھ کر گپ شپ لگاتے ہیں۔"

وہ مسکرا کر سب کو کہتا ارمش کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا کمرے کی طرف بڑھ گیا جب کہ وہ وہیں کھڑی انگلیاں چٹخاتی رہی۔

"ارمش بیٹا آپ بھی جائیں روم میں دیکھیں اسے کوئی ہیلپ تو نہیں چاہئے۔

جائیں شاباش۔"

اسے یوں ہی اپنی جگہ کھڑے دیکھ کر باسم نرمی سے بولا تو وہ جی بھائی کہتی کمرے کی طرف چل دی۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو وہ کہیں نہ تھا۔اس سے پہلے کہ وہ پیچھے مڑ کر دروازہ بند کرتی وہ اک دم دروازہ بند کرتا اسے پیچھے سے اپنے حصار میں قید کر گیا۔

"آہ!!!!"

خوف کے مارے وہ ایک دم کراہ اٹھی۔

"ہششش!!!!"

وہ اس کے کان پر جھکتا اس کے کان میں سرگوشی کر گیا تو وہ اسے پہچانتی سانس تک روک گئی۔

"کیسی ہیں؟"

اس کی گرم سانسیں اپنی گردن کندھے اور کان کی لو پر محسوس کرتی وہ کانپنے لگی البتہ زبان کوئی بھی لفظ ادا کرنے سے انکاری تھا۔

!!!بتائیں*

وہ اس کی کمر کے گرد لپٹے اپنے ہاتھوں سے دباؤ بڑھا گیا تو وہ اس کا حصار توڑنے کی کوشش میں لگ گئی۔

مم۔۔میں۔۔میں ٹھیک ہوں۔مجھے کیا ہونا ہے اور۔۔۔اور آپ کو اس"

"سے کیا کے میں کیسی ہوں کیسی نہیں۔

وہ بھرائے لہجے میں بولی تو وہ اس کے لہجے اور جملے سے خفگی محسوس کر کرتا اس کا رخ اپنی طرف موڑ گیا۔

"!!لگتا ہے کسی نے اپنے ہسبنڈ کو بہت زیادہ مس کیا ہے"

وہ ایک ہاتھ اس کی کمر میں ڈال کر دوسرے ہاتھ کو اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھتا اس کا چہرہ اٹھا کر اپنے روبرو کر گیا۔

اس نے پلکوں کی جھالر اٹھا کر دیکھا تو اس کی بھیگی سرخی مائل سنہری آنکھیں سیدھا ارسم آفریدی کی گھور سیاہ آنکھوں سے ٹکراتی اس کے دل میں ہل چل مچا گئیں۔

"ناراض ہیں میری سوفٹی اپنے ہسبنڈ سے ؟؟؟"

اس کے جملے کے مکمل ہونے کی دیر تھی کہ وہ چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی جس پر وہ بیچارہ ایک دم بوکھلا گیا۔

"یار رو کیوں رہی ہیں آپ جانتی ہیں نا کہ آپ کے آنسو نہیں برداشت کر سکتا میں !!! چپ کریں اور بتائیں کیوں رو رہی ہیں ؟؟"۔

وہ اس کے ہاتھ چہرے سے ہٹا کر پوچھنے لگا۔ پر وہ بغیر ایک بھی لفظ بولے مسلسل روئے چلی جا رہی تھی۔

"اچھا یہاں بیٹھیں!"

وہ اس کے کندھے کے گرد اپنا بازو حمائل کرتا اسے ساتھ لا کر بیڈ پر بٹھا گیا اور خود ایک گھٹنا زمین پر ٹکائے اس کی سامنے فرش پر بیٹھا کر اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام گیا۔

"رو کیوں رہیں ہیں؟"

وہ اپنے ہاتھوں میں قید اس کے نازک ہاتھوں کی پشت سہلانے لگا۔

"!!! یاد آ رہی تھی مجھے"

وہ روتی آنکھوں سے اعتراف کر گئی۔

"کس کی یاد آ رہی تھی؟"

وہ انگوٹھے سے اس کے گال پر بہتا آنسو سمیٹ کر مستفسر ہوا۔

"!!!! آپ کو"

وہ کسمسا کر ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کرنے لگی پر وہ گرفت مضبوط کر گیا۔

"!!!! مجھے؟؟ آپ مجھے مس کر رہی تھیں"

اس کے لہجے میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔

جی میں نے آپ کو بہت مس کیا ہسبنڈ!"۔"

وہ بہتی آنکھوں سے کھلم کھلا اظہار کرتی اس کا سانس تک روک گئی۔

اسے نہیں تھا پتا کہ وہ اسے یاد کرے گی اور یوں اتنی آسانی سے اس کے سامنے اظہار کردے گی۔ کیا وہ اتنا ضروری ہو گیا تھا اس کے لئے۔

اس کے اظہار پر سرشار ہوتا وہ قدم اٹھا کر سرور کے عالم میں اس کی پیشانی کو اپنے عقیدت بھرے لمس سے معتبر کر گیا۔

"!!!میں نے بھی آپ کو بہت مس کیا"

وہ اس کے ساتھ بیٹھ کر اس کا سر اپنے سینے پر رکھ گیا جب کہ وہ اس کے سینے پر سر رکھے اس کی دھڑکنوں کا شور سننے میں محو ہو گئی۔ کس قدر سکون تھا اس کی باہوں کی گرمی میں۔اس کا سارا خوف جانے کہاں جا سویا تھا اپنے محافظ کو اپنی سانسوں سے نزدیک تر پاتے۔

چلیں میں فریش ہو لوں پھر باہر چلتے ہیں۔رات میں ڈھیر سی باتیں کریں"

"!!گے۔آج میرا رت جگے کا پروگرام ہے

وہ اس کی پیشانی پھر سے چوم کر اسے الگ کرتا اس کے سنہری بال چہرے سے ہٹانے لگا تو وہ اسے دیکھ کر گہرا مسکرا دی۔

اس کی بے ریا اور روشن مسکراہٹ دیکھ کر ارسم آفریدی کا دل بے ایمان ہونے لگا تو وہ ضبط کرتا اسے سائل پاس کر کے باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

○○○○○○

یہ ایک کلب کا منظر تھا جہاں رات کے وقت بے غیرتی عروج پر تھی۔ نیم عریاں لباس میں شوخ گانوں پر نامحرم مردوں کے ساتھ جھولتی لڑکیاں۔

وہاں کا ماحول کسی بھی طرح سے ایک مسلم ملک مسلم ریاست کا نہیں لگ رہا تھا۔ لڑکیوں کے جسم کو ڈھانپنے کے لئے ناکافی کپڑے ہاتھوں میں موجود حرام مشروب اور انگلیوں کے بیچ دبا سگریٹ ان کی تربیت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ وہ افسوس بھری نظروں سے لڑکوں کے پھٹی ہوئی پینٹس دیکھ رہا تھا۔ عجیب ہی فیشن تھا۔

اس کی عقابی نظریں اس رنگین ماحول سے مستفید ہوتے ایک وجود کو ڈھونڈ رہی تھیں جو اس بھیڑ میں کہیں غائب ہو چکا تھا جیسے۔

پھر جلد ہی اس کی متلاشی نظریں ایک وجود پر ٹک گئیں۔اس کی بھوری آنکھیں چمک اٹھیں۔

اس نے لبوں میں دبا سگریٹ نکال کر فرش پر پھینکا اور پھر اس پر اپنا جوتا رکھ کر اسے مسل دیا۔وہ چہرے پر ہاتھ پھیر کر اپنے تاثرات نارمل کرنے لگا پھر ایک تفصیلی نگاہ اپنے حلیے پر ڈال کر اپنے شکار کی طرف بڑھ گیا۔

وہ "پینتھر" تھا۔اپنے شکار کو اتنی باریکی اور ہوشیاری سے دبوچتا تھا کہ وہ بھی دنگ رہ جاتا۔

وہ اپنے شکار کی طرف بڑھا اور اس کے بلکل پیچھے جا کھڑا ہوا۔

وہ لڑکا حرام محلول حلق میں اتارتا سامنے تھرکتی ہوئی بے ہودہ لباس میں موجود لڑکیوں کو مستی بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا جب کسی نے پیچھے سے

اس کا کندھا تھپتھپایا۔ وہ بدمزہ ہوتا پیچھے مڑا اور سوالیہ نظروں سے اس شخص کو دیکھنے لگا۔

"مدد چاہئے!!!"

پینتھر سرد آواز میں صرف دو الفاظ ہی بولا۔

"کیسی مدد چاہئے بھائی۔ میری مان تو سارے کام چھوڑ اور شراب اور شباب سے لطف اٹھا۔ ہر پریشانی بھول جائے گا۔ ہاہاہا!!!"

وہ خباثت سے کہتا آخر میں آنکھ مار کر ہنس دیا۔

"تو میری مدد کر بدلے میں میں بھی تجھے ایسا لطف دوں گا کہ تو بھی سب کچھ بھول جائے گا۔"

اس کی بات پر وہ لڑکا ناسمجھی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"ابے کیا کام ہے!!!"

وہ چیخ کر پوچھنے لگا کیوں کہ کلب میں پارٹی سونگز پورے شور سے بج رہے تھے۔

"تجھے میرے ساتھ پچھلے روڈ پر جانا ہو گا۔گاڑی سے کچھ سامان نکال کر لانا ہے بس۔منہ مانگی قیمت!!!"

اس کی آفر سن کر اس لڑکے کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"جتنے زیادہ جیب میں پیسے اتنی ہی زیادہ عیاشی!!!"

وہ دل میں سوچتا اس کا کام کرنے کو تیار ہو گیا۔

اس کی بیوقوفی پر ھنستا پینتھر اس کی عقل پر افسوس کر کے رہ گیا۔

وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتا اسے اپنے ساتھ لئے کلب سے نکل آیا۔

"کہاں کھڑی ہے گاڑی؟؟؟"

وہ آنکھیں کھولنے کی کوشش کرنے لگا جو نشے کی وجہ سے بند ہونے کے در پے تھی۔

گاڑی کے پاس پہنچ کر وہ پچھلا دروازہ کھول کر اندر کو جھکا تو پینتھر نے اس کی گردن کی مخصوص رگ دبا کر اس کے بیہوش وجود کو اندر دھکیل دیا۔

"اب مزے کر جہنم میں جا کر!!!"

وہ ہاتھ جھاڑ کر نادیدہ ڈسٹ جھاڑتا ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

○○○○○○○

وہ لب بھینچ کر آنکھوں کے سامنے بجتے فون کو دیکھ رہی تھی۔ پانچ دفعہ بج کر فون بند ہو گیا تو اس نے گہرا سانس خارج کیا۔ ابھی ایک منٹ ہی گزرا تھا کہ فون پھر سے بجنا شروع ہو گیا۔

اس نے تھک ہار کر فون پکڑا اور کال اٹھا کر موبائل کان سے لگا لیا۔

"ہیلو!!"

اس نے آنکھیں بند کر کے سر پیچھے کو گرا دیا۔

"ہیلو نوریہ کیسی ہو یار تم نے کہا تھا کہ مجھے خود کال کرو گی اب دو ہفتے ہو گئے پر تمہاری کال نہیں آئی تو میں نے پریشان ہو کر خود ہی کال کر لی۔ تم ٹھیک ہو نا؟؟؟"

اس کی پریشان آواز سن کر نوریہ کے اعصاب پر بھاری بوجھ پڑا۔

"نوریہ کیا تم سن رہی ہو؟؟"

اس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو وہ پھر سے اسے پکار گیا۔

"ہاں۔۔ہاں میں سن رہی ہوں۔میں ٹھیک ہوں حاشر!!!بس وقت نہیں

مل سکا۔"

وہ آنکھوں کے کونوں کو دبا کر ان کی تکلیف کم کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"تم کب واپس آؤ گی نوریہ!!!چار ماہ گزر چکے ہیں آخر اب تک کوئی نیوز

کیوں نہیں ملی۔تم نے ڈاکٹر کو چیک کروایا؟؟"

اس کی باتیں نوریہ کو کافی ناگوار گزری تھیں۔

"راجہ آ گئے ہیں بعد میں کروں گی!!!"

وہ ناگواری سے کہتی فون بند کر گئی۔

"یا اللہ کب آزمائش ختم ہو گی میری!!!"

وہ نم آنکھیں خشک کرتی سر دونوں ہاتھوں میں گرا گئی۔

ooooooo

"دریہ کہاں ہو بیٹا؟؟؟"

وہ غم ناک سی بیٹھی ہاتھ میں پکڑے ریموٹ سے سامنے لگی ایل ای ڈی پر چینل سرچ کر رہی تھی جب اسے اپنی ماما ذراشاہ کی آواز سنائی دی جو اسے پکار رہی تھیں۔

"!! جی ماما آجائیں آپ"

انہیں اندر آنے کا کہتی ایل ای ڈی بند کر گئی۔

بیٹا ریڈی نہیں ہوئی ابھی تک آپ؟؟ میں نے بتایا بھی تھا کہ مسز حامد"

"آرہی ہیں اپنی فیملی کے ساتھ۔

اپنی ماں کی بات پر وہ گہرا سانس بھر کے رہ گئی۔ وہ جانتی تھی کہ مسز حامد اپنے بیٹے کے رشتے کے لئے آرہی ہیں پر وہ بالکل بھی ان کے سامنے نہیں آنا چاہتی تھی۔

یہ بات ٹھیک تھی کہ وہ ارسم آفریدی کو بھلا رہی تھی۔ ارسم آفریدی کا باب دریہ کی زندگی میں ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا تھا اور یہ باب بند کرنے والی دریہ خود تھی۔

پہلے وہ سوچا کرتی تھی کہ ارسم کے لئے اس کی چاہت میں زرہ برابر بھی کھوٹ نہیں وہ پورے دل سے اسے چاہتی تھی۔ وہ اس کی ہر نماز کے بعد مانگی جانے والی پہلی دعا تھا۔ وہ اس کے تہجد میں کیے گئے سجدوں میں رو رو کر مانگی گئی دلی خواہش تھا۔ وہ دریہ کا سب کچھ تھا پر اس کا نصیب نہ تھا۔

دیر سے ہی سہی پر ارسم کی شادی کے بعد یہ بات اسے بہت اچھے سے سمجھ آ چکی تھی کہ نصیب کی ڈور تب جڑتی ہے جب دونوں دل صدق سے ایک دوسرے کا ساتھ نبھائیں۔ محبّت کو منزل تب ملتی ہے جب دونوں طرف سے نبھانے کی لگن سچی اور عہد پختہ ہو۔

ایسے میں اس کی یک طرفہ محبت کس کھاتے میں جاتی۔

اسے ہمیشہ سے اس تیسرے انسان پر رشک آیا کرتا تھا جسے بن مانگے ہی سب مل جاتا تھا پر وہ کہاں جانتی تھی کہ ایک ایسا ہی تیسرا کردار اس کی کہانی میں بھی جنم لے لے گا۔

وہ یہ سب نصیب کا لکھا سمجھ کر صبر کر چکی تھی پر صبر کرنا بھی اتنا آسان کہاں ہوتا ہے۔اتنا ہی آسان ہوتا اگر تو اس کے بدلے جنت کہاں ملتی !!!

ماما مجھے مارکیٹ جانا ہے کچھ شاپنگ کرنے۔میں بس نکلنے والی تھی۔"کوشش کروں گی جلدی واپس آسکوں۔"

وہ جھٹ پٹ گھر سے نکلنے کا بہانہ کرتی انھیں اپنے پلان سے آگاہ کرنے لگی۔ فلحال وہ اس سب کے لئے تیار نہیں تھی اس کا دم گھٹ رہا تھا پر وہ اپنی ماں کی ضد کو بھی جانتی تھی اس لئے بہانہ بنا گئی۔

"ٹھیک ہے بیٹا جاؤ آپ اور جلد از جلد آنے کی کوشش کرنا۔"

زارا شاہ جلدی میں تھی اس لئے اسے جلدی واپس آنے کی تاکید کرتی کمرے سے چلی گئیں تو وہ بھی بے دلی سے شیشے کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

بال اونچی پونی میں باندھے دوپٹہ گلے میں ڈال کر چہرے پر کالا ماسک چڑھایا اور کبرڈ کی طرف چلی گئی۔کبرڈ سے بیگ اور شال نکال کر بیڈ کی سائیڈ ٹیبل

کی طرف آئی۔ وہاں پڑا اپنا موبائل اٹھا کر بیگ میں رکھا، شال کندھوں کے گرد اوڑھی اور بیگ کی لمبی چین کندھے پر لٹکا کا کمرے سے باہر نکل آئی۔
کچن میں ایک سرسری سی نظر ڈالی تو خاصہ اہتمام ہوتا نظر آیا۔
وہ اداسی سے گاڑی میں بیٹھتی گھر سے نکلتی چلی گئی۔

در یہ مال آگئی تھی اور اب بے دلی سے ونڈو شاپنگ کر رہی۔ اس یہاں آئے تقریباً دو گھنٹے ہو چکے تھے۔ وہ یہاں وہاں دیکھتی آگے بڑھ رہی رہی جب اس کے کندھے پر پڑے بیگ میں موبائل بجا۔ اس نے تھوڑا جھک کر پرس کھولا اور اس میں سے موبائل نکالا۔ سکرین پر ماما کالنگ لکھا آرہا تھا۔ وہ موبائل دیکھتی ساتھ ہی ساتھ چلتی بھی جا رہی تھی۔
اس سے پہلے کہ وہ کال اٹھا پاتی کوئی بہت زور سے اس کے ساتھ ٹکرایا تھا۔
"آہ!!!!"

اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کا ماتھا کسی مضبوط چٹان سے جا ٹکرایا ہو۔ وہ درد سے سسکتی ماتھے پر ہاتھ رکھ کر جھک گئی جب کہ ادھ کھلے پرس میں سے چیزیں نکل کر زمین پر بکھرتی چلی گئیں۔

"محترمہ آپ ٹھیک ہیں؟؟؟"

بھاری مردانہ آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرا کر اسے ہوش کی دنیا میں واپس لے آئی۔ درد کے باعث آنکھوں میں نمی ابھر آئی تھی۔

غیر شناسا مردانہ آواز پر اس نے ہولے سے سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو ماسک میں چھپے اس کے چہرے پر سجی نم خیز کالی اداسی مائل آنکھیں دیکھ کر مقابل کا سانس سینے میں اٹکا۔ گہری اداس کالی آنکھیں درد کی وجہ سے نم ہو گئی تھیں۔

زین گردیزی کی آنکھوں نے صرف ایک لمحے کے لئے سامنے موجود حسینہ کی قاتل آنکھوں میں دیکھا تھا اور یہ ایک لمحہ ہی اس کی زندگی پر بھاری پڑ چکا تھا۔ ایک لمحہ اس لئے کیوں کہ سامنے کھڑی نقاب پوش حسینہ دوسرے ہی لمحے اپنی آنکھیں پھیر چکی تھی۔

"آئی ایم سوری میرا دھیان نہیں تھا۔آپ کو زیادہ تو نہیں لگی؟؟؟"

اس کے نرمی سے پوچھنے پر وہ تیزی سے نفی میں سر ہلاتی نیچے جھک کر بکھرا پڑا اپنا سامان اٹھا پرس میں ٹھونسنے لگی اور پھر تیزی سے آگے بڑھ گئی۔وہ نا سمجھی سے اس کی پھرتی دیکھتا رہ گیا۔جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تو وہ بھی وہاں سے جانے لگا۔ابھی اس نے ایک قدم ہی مزید رکھا تھا جب اسے اپنے پیروں کے نیچے کوئی چیز محسوس ہوئی۔

اس نے جھک کر دیکھا تو وہ ایک آئیڈینٹیٹی کارڈ تھا۔

"!!!دریہ علی شاہ"

وہ کارڈ پر لکھا نام زیر لب دہراتا ایک دفعہ پھر مڑ کر اس سمت میں دیکھنے لگا جہاں وہ گئی تھی پر وہ حسینہ ہوا کے جھونکے کی طرح غائب ہو چکی تھی۔

"!!!شاید قدرت چاہتی ہے کہ ہم دوبارہ ملیں"

وہ زیر لب مسکراتا کارڈ اپنی جیب میں ڈال گیا۔

OOOOOO

ارسم کمرے میں داخل ہوا تو خالی کمرہ سائیں سائیں کر رہا تھا۔

"سوفٹی کہاں ہیں آپ؟؟"

وہ کبرڈ کے پاس جا کر اس کے باہر لٹکا ہوا اپنا شلوار سوٹ پکڑ کر ارمش کو آواز لگانے لگا۔

"!!! ہم یہاں ہیں"

دروازہ کھلنے کی آواز پھر اس کی نرم سی میٹھی سی آواز سن کر ارسم نے پلٹ کر دیکھا تو وہ جلدی سے رخ موڑ گئی جس کی وجہ سے اب اس کی پیٹھ ارسم کی جانب تھی۔

نو!!!! آپ ایسے ہمیں نہیں دیکھ سکتے!!!"۔"

ارمش کے بوکھلا کر کہنے پر وہ ناسمجھی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیوں جی؟؟ کیوں نہیں دیکھ سکتا میں ایسے آپ کو؟"

وہ قدم بڑھاتا اس کی طرف جانے لگا تو اس کے قدموں کی چاپ سن کر وہ آنکھیں میچ گئی۔

"وہیں رک جائیں ہسبنڈ پلیز!! ہم نے مومل آپی سے میک اپ کرنا سیکھا ہے اور اب ہم آپ کے لئے تیار ہونا چاہتے ہیں۔اس لئے پلیز آپ ابھی مت دیکھیں۔"

اس کے التجائیہ لہجے میں کہی گئی بات پر ارسم کو اس پر بے ساختہ پیار آنے لگا۔ اسے یاد تھا کہ اس نے ہی ایک دن ارمش کو کہا تھا کہ میں آپ کو سجا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔

اس نے ایسا اس لئے کہا تھا کیوں کہ اس نے ارمش کو صرف ولیمے والے دن تیار ہوئے دیکھا تھا ورنہ وہ ہے وقت سادہ حالت میں ہی رہتی تھی کیوں کہ اسے تیار ہونا نہیں آتا تھا اور نہ ہی بھاری کپڑے سمبھالے جاتے تھے اس نازک جان سے۔

اب جب وہ اس کی خواہش پر تیار ہونا سیکھ گئی تھی اور اسے تیار ہو کر دکھانا چاہتی تھی تو ارسم کو کس طرح اس پر پیار نہ آتا۔

"اوکے اوکے میں نہیں دیکھ رہا آپ بس ذرا سائیڈ پر ہو جائیں مجھے باتھ روم جانا ہے تاکہ میں بھی وقت پر تیار ہو سکوں۔"

اس کے کہنے پر وہ فرمان برداری سے یوں ہی اس کی طرف پیٹھ کیے ایک طرف ہو گئی تو وہ بھی شرافت سے باتھ روم میں بند ہو گیا۔

"شکر!!!"

ارسم کے باتھ روم میں جانے کے بعد وہ جلدی سے اپنا لباس سنبھال کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھ گئی۔

وہ دونوں ارسم کی فرمائش پر لونگ ڈرائیو پر جا رہے تھے پھر ڈنر بھی باہر ہی کرتے۔ارسم آج کے لئے اس کا اسپیشل ڈریس لا کر اس کے حوالے کر چکا تھا جسے وہ خوشی خوشی پہن چکی تھی۔

اس نے خود کو ایک نظر شیشے میں دیکھا۔

سیاہ ٹخنوں تک آتا فراک جس کے بازوؤں اور گلے پر ملٹی رنگ کی دیدہ زیب کڑھائی ہوئی تھی اس کے ساتھ آرگنزا کا ملٹی دوپٹہ ایک کندھے پر رکھے وہ میک اپ کے بغیر بھی خود کو اچھی لگ رہی تھی۔

اس کی نظر ڈریسنگ ٹیبل پر پڑی میٹل کی چوڑیوں پر پڑی تو وہ انہیں اپنی دونوں کلائیوں کی زینت بنا گئی۔ ساتھ پڑی چھوٹی چھوٹی جھمکیاں جن کے نیچے بہت چھوٹے موتی لٹک رہے تھے، انہیں بھی اٹھا کر کانوں میں ڈال گئی۔

وہ زیادہ ہیوی جیولری نہیں پہن سکتی تھی اسی لئے اس کی پسند کو سامنے رکھ کر اس کے لئے خریداری کی تھی اس کے پیارے سے شوہر نے۔

سب سے پہلے اس نے تھوڑا سا فاؤنڈیشن چہرے پر اچھے سے فکس کیا اس کے بعد بلش آن سے گال تھوڑے گلابی کیے پھر لپ سٹکس کے شیڈز چیک کرنے لگی۔ ایک گلابی رنگ کی نیوڈ لپ سٹک اسے کافی پسند آئی لٰہذا وہ اسے ہی پکڑ کر بہت احتیاط سے اپنے چھوٹے چھوٹے گلابی لبوں پر لگانے لگی۔

وہ اس کام میں ماہر تو نہ تھی پر مومل کے سیکھانے پر کچھ نا کچھ سیکھ ہی چکی تھی۔

سنہری بال جو کہ اب تک سوکھ چکے تھے انھیں کیچر میں قید کیا اور سامنے سے بالوں کی دو لٹیں باہر نکال لیں جو اس کے گالوں کو چومنے لگیں۔

اس نے ایک جانچتی ہوئی نظر اپنے چہرے پر ڈالی تو کچھ ادھورا پن محسوس ہوا۔اس کی سنہری آنکھیں خالی خالی محسوس ہو رہی تھیں۔

اس کو متلاشی نظریں ڈریسنگ ٹیبل کا جائزہ لینے لگیں۔ مطلوبہ چیز ملتے ہی اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

اس نے کاجل اٹھایا اور اپنی سنہری آنکھوں میں ڈالنے لگی۔

"اب لگ رہی ہوں نہ مسز ارسم آفریدی!!!"

اپنے عکس کو دیکھ کر کہتی وہ شرما کر چہرہ ہاتھوں میں چھپا گئی۔

باتھ روم کا دروازہ کھلنے کی آواز کے ساتھ ہی اس کا دل تیز رفتار پکڑ چکا تھا۔

وہ جھک کر کالی سینڈلز اپنے پاؤں میں ڈالنے لگی۔ جوتا پہن کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی تو ارسم آفریدی کی نگاہ اس کے حسین کمسن سراپے پر پڑی۔

وہ مبہوت سا اسے تکتا چلا جا رہا تھا۔ اس کی گہری نظریں ارمش کو مزید سرخ کر گئیں۔

"اچھا تیار نہیں ہوئی کیا؟؟"

اس کے مسلسل چپ رہنے سے وہ پریشان ہو گئی۔

وہ مسکرا کر آگے بڑھا اور اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اس کی پیشانی پر لب رکھ گیا۔

"ماشاءاللہ بہت حسین لگ رہی ہیں آپ!!!"

وہ اس کے کندھے کے گرد بازو رکھ کر اسے اپنے سینے سے لگا گیا۔ وہ آنکھیں بند کر کے پرسکون سی اس کے دھڑکتے دل کی موسیقی سن رہی رہی۔

کچھ دیر یوں ہی ایک دوسرے کا حصّہ بنے رہنے کے بعد وہ دھیرے سے تھوڑا فاصلہ بنا گئے۔

وہ برش اٹھا کر اپنے بال بنانے لگا۔ بال بنانے کے بعد اس نے اپنی پسندیدہ پرفیوم خود پر بے دریغ چھڑکنے کے بعد اپنا موبائل اور والٹ قمیض کی جیب میں رکھا پھر اس کی طرف مڑا۔

"چلیں؟؟؟"

وہ تھوڑا سا اس کے سامنے جھک کر اپنی کشادہ ہتھیلی اس کے سامنے پھیلا گیا۔

وہ سر ہلا کر اس کے مضبوط ہاتھ میں اپنا نازک ہاتھ تھما گئی۔

وہ اسے لئے قدم باہر کی طرف بڑھانے لگا جب وہ اس کا ہاتھ دبا کر خود کی طرف دیکھنے پر مجبور کر گئی۔

"ہسبنڈ!!!"

اس کی آواز پر وہ ہمہ تن گوش ہوا۔

"آپ۔۔۔آپ بھی بہت پیارے لگ رہے ہیں۔"

ارمش کے تعریفی جملے پر وہ پہلے چونکا پھر حیران ہوا اور پھر دھیرے سے ہنس دیا۔

وہ کالی شلوار قمیض میں واقعی بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔

"!!! شکریہ دل جان"

وہ اس کا وہی ہاتھ جو اس کے ہاتھ میں دبا تھا، اسے چوم کر اسے اپنے سنگ لئے ایک حسین سفر کے لئے چل پڑا۔

oooooo

نوریہ کی پریگنینسی کو تین ماہ ہو چکے تھے۔ وہ ساری باتیں ذہن سے نکال کر اپنے شوہر اور ہونے والی اولاد کا سوچتے اپنی زندگی کے حسین پل جی رہی تھی۔ حاشر کا نمبر وہ بلاک لسٹ میں ڈال چکی تھی۔

فیکٹری میں آج کل زیادہ کام تھا اس لئے بعض اوقات راجہ دیر سے گھر آتا تھا۔

نوریہ کی طبیعت کچھ دن سے خراب تھی پر رات زیادہ خراب ہو گئی تھی جس پر ڈاکٹر نے کہا تھا کہ وہ سٹریس لے رہی ہے جس کی وجہ سے اس کا بی پی ہائی

ہو رہا تھا۔راجہ کے بہت اسرار سے پوچھنے پر بھی وہ اسے ٹال گئی تھی کہ اسے کوئی پریشانی نہیں۔

نوریہ بیڈ پر بیٹھی ہاتھ میں موبائل پکڑے گیم کھیل رہی تھی۔اسے متلی محسوس ہوئی تو تیزی سے باتھ روم کی طرف بھاگی۔

پانچ منٹ کے بعد وہ گیلا چہرہ تھپتھپا کر پونچھتے نڈھال سی باہر آئی تو سامنے بیڈ پر بیٹھے حاشر کو دیکھ کر ٹھٹھک کر رکی۔

ایک پل کو اس کی آنکھوں میں حیرانی ابھری اور دوسرے ہی پل ناگواری۔

اسے یوں چوری چھپے حاشر کا اپنے گھر آنا سخت ناگوار گزرا تھا۔

نوریہ نے کندھے پر پڑا دوپٹہ سینے پر پھیلا کر اوڑھتے نہ محسوس انداز میں اپنا سراپا چھپانے کی کوشش کی جو کہ حاشر کی تیز نظروں سے چھپ نہ سکی۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟؟"

نوریہ کے لہجے میں محسوس کی جانے والی ناگواری تھی۔

"!تم سے ملنے آیا ہوں"

وہ بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"!آپ کو اس طرح راجہ سے چوری ہمارے گھر نہیں آنا چاہیے تھا"

وہ ایک قدم مزید پیچھے لیتی چہرہ موڑ گئی۔

"کیوں؟"

اس کے سوال پر نوریہ کو مزید حیرت ہوئی۔

"آپ نہیں جانتے کہ کیوں؟"

وا سے واقعی اس انسان پر حیرت ہو رہی رہی۔

"حاشر پلیز آپ جائیں یہاں سے راجہ آ گئے تو اچھا نہیں ہو گا۔"

نوریہ کے سختی سے کہنے پر وہ قدم بڑھاتا اس کی طرف آنے لگا۔

"میرا نمبر کیوں بلاک کیا تم نے؟؟"

وہ نرم لہجے میں پوچھتا ہوا ابھی نوریہ کو ایک آنکھ نہیں بھا رہا تھا۔

کیوں کہ میرا موبائل خراب تھا اس لئے راجہ سہی کروانے کے لئے لے کر"

"گئے تھے۔

وہ تیزی سے جھوٹ بول گئی۔

"ٹھیک ہے مان لیا۔ مجھے بہت ضروری کام تھا جس کی وجہ سے رسک لے کر آنا پڑا۔ یہ کچھ پیپرز پر تمہارے سگنیچر چاہیئے۔ آفس میں کچھ اسٹاف نیار کھنا ہے۔"

وہ جیب سے کچھ کاغذات نکال کر اس کے سامنے کر گیا تو نوریہ نے بغیر سوچے سمجھے جلدی سے اس کے ہاتھ سے پنسل اور پیپرز پکڑ کر سائن کر دیے۔

"اب آپ جائیں پلیز!!!"

نوریہ کے منت بھرے لہجے پر وہ لب بھینچ گیا۔

"ابھی تو جا رہا ہوں پر بہت جلد واپس بھی آسکتا ہوں اگر تم نے فون پر مجھ سے رابطہ نہ کیا۔"

بغیر مزید کوئی لفظ بولے وہ تیزی سے وہاں سے نکلتا چلا گیا تو نوریہ اپنے بے جان پڑتے وجود کو گھسیٹ کر بیڈ کے پاس لائی اور گرنے کے انداز میں وہاں بیٹھ گئی۔

اسے بیٹھے ابھی دو منٹ گزرے تھے جب کمرے میں راجہ داخل ہوا۔

راجہ نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کیا تو اسے دیکھتے وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"السلام علیکم!! کیسے ہیں آپ؟"

وہ سلام لیتی اپنے چہرے کے تاثرات نارمل کرنے لگی کیوں کہ راجہ ایک سیکنڈ سے پہلے اس کے تاثرات پہچان جاتا تھا۔

"!!وعلیکم السلام"

وہ سنجیدگی سے جواب دے کر ڈریسنگ ٹیبل کے آگے جا کھڑا ہوا اور اپنے ہاتھوں میں پہنے بینڈز اتارنے لگا۔

میں نے حال بھی پوچھا ہے شاید!!"۔"

اس کی بات پر وہ اس کی طرف مڑا اور اس پر ایک نظر ڈال کر پھر سے شیشے کی طرف دیکھ کر اپنے بال پونی کی قید سے آزاد کرنے لگا۔

"کوئی آیا تھا کیا؟؟؟"

اس کی سوال میں چھایا سرد پن جانے کیوں نوریہ محسوس نہ کر پائی۔

"نن۔۔۔نہیں تو!! یہاں کس نے آنا تھا۔آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

وہ تیزی سے اس کی بات کی نفی کرتی الٹا اس سے سوال کرنے لگی۔

"کیوں کہ باہر کا دروازہ پورا کھلا ہوا تھا اس لئے پوچھا۔"

وہ شیشے میں نظر آتے نوریہ کے عکس کو دیکھ کر تفصیلی لہجے میں بولا تو وہ پھر سے بوکھلا گئی۔

ہاں وہ ایکچولی۔۔۔میرا۔۔۔میرا دم گھٹ رہا تھا اس لئے دروازہ کھول دیا" پھر ایک دم۔۔۔ایک دم وومٹ ہوئی تو اندر آ گئی اور دروازہ بند کرنا بھول گئی۔"

اس کی وضاحت پر پر غور سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھتا سے ہلا کر المار ی سے اپنے کپڑے لیتا فریش ہونے کے لئے باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

انہیں کیا ہوا؟؟؟؟"۔"

راجہ کے باتھ روم میں بند ہونے کے بعد وہ خود سے سوال کرنے لگی کیوں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ وہ گھر آتے ہی سب سے پہلے اس کا ماتھا چوم کر اسے زور سے ہگ کرتا اپنے بے بی کو پیار کرتا پھر فریش ہوتا تھا۔

باہر آتے ہیں تو پوچھتی ہوں!!"۔*

وہ سوچ کر اٹھی اور کچن کی طرف چلی آئی تا کہ کھانا گرم کر سکے۔

کھانا گرم کر کے ٹرے میں لگا کر جب وہ کمرے میں واپس آئی تو راجہ شیشے کے آگے کھڑا بال بنا رہا تھا۔ آہٹ پر اس نے مڑ کر نوریہ کو دیکھا پھر خود اس کی طرف آتا اس کے ہاتھ سے ٹرے پکڑ گیا۔

"مجھے آواز دے لی ہوتی۔ خود کیوں لے آئی۔"

اس کی فکر پر وہ مسکرا دی۔

"میں ٹھیک ہوں بس اتنا سا تو کام تھا۔اس میں بھلا کیا مشکل۔"

وہ مسکرا کر اس کے پیچھے ہی بیڈ تک آ گئی۔

اس کے بیٹھنے کے بعد راجہ نے ٹرے درمیان میں رکھا اور خود اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ معمول کے مطابق پہلا لقمہ دونوں نے اپنے ہاتھ سے ایک دوسرے کو کھلایا اور پھر خاموشی سے کھانا کھانے لگے۔

کھانے کے بعد راجہ اسے وہیں بیٹھے رہنے کا اشارہ کرتا خود اٹھا اور برتن اٹھا کر کچن میں رکھنے چلا گیا۔

نوریہ کافی دیر اس کا انتظار کرتی رہی پر جب وہ کمرے میں واپس نہ آیا تو نوریہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل آئی۔نیچے اسے کہیں بھی راجہ نہ دکھا تو وہ اندھیرے میں ڈوبی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی جو چھت کی طرف جاتی تھیں۔

"راجہ!!! کہاں ہیں آپ؟؟؟"

وہ اندھیرے میں اندازے سے قدم اٹھاتی اسے آواز دینے لگی تو راجہ جو کہ سگریٹ پینے کے ساتھ کسی سوچ میں مگن تھا تیزی سے سگریٹ بجھا کر اس کی طرف بڑھا ساتھ ہی ساتھ اپنی جیب سے موبائل نکال کر ٹارچ بھی اون کر لی۔

خود کیوں آ گئی اوپر۔ مجھے آواز دے دیتی پتا بھی ہے نا کہ کتنا اندھیرا ہے۔"

"!!! اگر ٹھوکر لگ جاتی تو

وہ ایک ہی سانس میں کہتا اس کا ہاتھ تھام کر اسے احتیاط سے اپنے ساتھ نیچے لانے لگا۔

یہاں بیٹھو میں ابھی آیا!!"۔"

وہ اسے بیڈ پر بٹھا کر خود کمرے سے باہر نکل گیا۔

پانچ منٹ بعد وہ کمرے میں داخل ہوا تو نوریہ بیڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر نیم دراز تھی۔

اس کے ہاتھ میں دودھ کا گلاس دیکھ کر وہ منہ کے زاویے بگاڑنے لگی۔اسے دودھ جس قدر ناپسند تھا راجہ اتنی ہی زبردستی اسے دو وقت دودھ کا گلاس پلاتا تھا۔

"راجہ آج نہیں پلیز!!!میرا دل نہیں کر رہا۔"

وہ بیچاری سی شکل بنا کر منمنائی پر راجہ اس معاملے میں اس کی ایک بھی نہ سنتا تھا۔اب بھی ایسا ہی ہوا تھا۔

"!!!کوئی بہانا نہیں جلدی ختم کرو"

اس کے لہجے میں روز والی شرارت آج مفقود تھی جسے نوریہ اپنی ہی پریشانی میں اب بھی محسوس نہ کر پائی تھی۔

وہ اس کی میڈیسن اس کے منہ میں ڈال کر زبردستی دودھ کا گلاس اس کے منہ سے لگا گیا تو وہ بھی ایک ہی سانس میں گلاس ختم کر گئی۔

"!!!اف"

وہ منہ صاف کرتی برے برے منہ بنائی جا رہی تھی۔

"اٹھ کے تھوڑی واک کرو پھر لیٹ جانا۔"

راجہ اس کا ہاتھ تھام کر نرمی سے اسے اٹھا گیا۔

"واک کرو دھیان سے جب تک میں بیکری سے بریڈ پکڑ لاؤں۔ بریڈ ختم ہو چکی ہے گھر پر تمہیں ضرورت پڑے گی۔"

وہ اس کا جواب سنے بغیر گھر سے نکل گیا تو وہ بھی چپ چاپ واک کرنے لگی۔

بریڈ لینے کے بعد راجہ گھر واپس آیا تو صحن میں پہنچ کر اسے نوریہ کے الٹی کرنے کی آواز آنے لگی۔

وہ بریڈ وہیں تخت پر رکھ کر تیزی سے کمرے میں آیا تو وہ واقعی الٹیاں کر رہی تھی۔ وہ اس کے پیچھے ہی باتھ روم میں چل دیا اور اس کی پشت پر ہاتھ پھیرتا اپنا ایک بازو اس کی کمر کے گرد لپیٹ گیا۔

وہ فارغ ہونے کے بعد کلی کر کے منہ پر پانی کے چھینٹے مار گئی تو راجہ تولیہ پکڑ کر اس کا چہرہ تھپتھپا کر خشک کرنے لگا۔

اس کا چہرہ خشک ہوا تو نوریہ نڈھال سی اپنا چہرہ اس کے سینے پر رکھ کر اپنا سارا بوجھ اس پر ڈال گئی۔

"میری جان ٹھیک ہو؟؟"

وہ اس گالوں پر پر پھیلی نمی اپنے ہاتھوں سے صاف کرتا جھک کر اس کے چہرے کو دیکھ کر پریشانی سے پوچھنے لگا۔ وہ منہ سے کچھ پوچھے بغیر سر ہلا گئی۔ راجہ نوریہ کو باہوں میں بھر کر کمرے میں لے آیا اور اسے بیڈ پر لٹا کر اس کے ٹھنڈے پڑتے وجود پر کمبل ڈال کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"مجھے تم ٹھیک نہیں لگ رہی رانی!!! شاباش تھوڑی ہمت کرو ہم ابھی ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔"

وہ اس کے سرد ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر انہیں رگڑ کر گرمائش پہنچانے لگا۔

"آپ پریشان مت ہوں میں ٹھیک ہوں۔"

وہ کمزور سی آواز میں بولتی اٹھنے لگی تو راجہ اس کے کندھوں پر ہاتھ سے دباؤ ڈالتا اسے اٹھنے سے باز رکھ گیا۔

لیٹی رہو۔ کہاں ٹھیک ہو مسلسل الٹیاں کری جا رہی ہو اور رنگ دیکھو کیسا" "پیلا پڑ گیا ہے تمہارا۔

وہ اس کی حالت سے سخت پریشان تھا جو کہ اس کے چہرے سے بھی نظر آ رہا تھا۔

"!! یہاں آئیں"

وہ اسے جھکنے کا اشارہ کرنے لگی تو وہ اس کی بات پر عمل کرتا اس پر جھک گیا۔

س کی جھکنے پر نوریہ اپنے ہاتھ اس کے مضبوط ہاتھوں سے نکال کر اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں بھر کر مزید خود پر جھکا گئی۔

راجہ جامد ہو کر اس کی ساری کروائی دیکھ رہا تھا۔

اسے خود پر جھکانے کے بعد وہ تھوڑا سا اوپر کو اٹھتی اس کے ماتھے پر اپنے نازک لب رکھ گئی۔ اس کے لمس کی ٹھنڈک راجہ کو اپنی روح میں اترتی

ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ دعا کرنے لگا کہ کاش لمحے یہیں ٹھہر جائیں پر ہر دعا اسی وقت کہاں پوری ہوتی ہے۔

وہ اس کا چہرہ پیچھے کرتی اس کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں ڈال کر دیکھنے لگی۔

"پریشان مت ہوا کریں میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اس حالت میں یہ سب نارمل ہے میں ڈاکٹر سے تفصیل میں سب پوچھ چکی ہوں۔ سب ٹھیک ہے آپ ایزی رہیں بس۔"

نوریہ کے مسکرا کر کہنے پر وہ کچھ ریلیکس ہوتا پیچھے ہٹ کر بیڈ کی دوسری سائیڈ پر آکر دراز ہو گیا۔

اس کے لیٹتے ہی نوریہ خود پیش قدمی کرتی اس کے سینے پر سر رکھ کر اس کی گردن میں اپنے دونوں بازو ڈال گئی۔

"راجہ!!!"

اس کی میٹھی پکار پر راجہ سر جھکا کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہمم۔۔۔۔"

وہ ہنکار بھرتا اپنا ایک بازو اس کی کمر کے گرد باندھ گیا۔

"مجھے۔۔۔مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔"

وہ لرزتی ہوئی بولی تو راجہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔

"!!!بولو میری رانی"

راجہ اپنے ہاتھ کی پشت اس کے چہرے پر پھیرنے لگا۔

آپ بہت۔۔بہت اچھے ہیں راجہ اور مجھے فخر ہے کہ آپ میرے شوہر"

"ہیں۔

وہ شرما کر کہتی اس کے سینے میں منہ چھپا گئی۔

"!!!اچھا"

وہ اسے چھوئی موئی سی ہوتے دیکھ کر بے ساختہ ہنس دیا۔

اور میں رب کا شکر گزار ہوں کے اس نے مجھے تم جیسے نگینے سے نوازا"

ہے۔ تمہاری موجودگی نے میری زندگی کی تاریک شب کو روشن سویرے

"میں بدل دیا ہے۔

وہ اس کا ماتھا چوم کر اسے خود میں بھینچ کر کمرے کی بتی بجھا گیا۔

○○○○○○○

"مینو میری جان بس کر دو اب ماما تھک گئی ہیں۔"

مومل صوفے پر بیٹھتی ہوئی مناہل سے بولی۔ وہ مناہل کی فرمائش پر اس کے ساتھ پکڑن پکڑائی کھیل رہی تھی۔ وہ جان بوجھ کر ہار جاتی تو مناہل جیتنے کی خوشی میں کھلکھلانے لگتی پر اب مومل تھک چکی تھی پر مجال ہے کہ اس کی چھوٹی آفت تھکی ہو۔

"ماما اور کھیلنا ہے۔"

وہ اتنا پیارا بول رہی تھی کہ مومل بے ساختہ اسے اپنی گود میں بیٹھا کر اس کا منہ چٹاچٹ چوم گئی۔

"بہت کھیل کیا اب پڑھیں گے ہم۔"

وہ اسے گود میں اٹھا کر بیڈ پر بٹھا گئی اور خود قالین پر بکھرے کھلونے سمیٹنے لگی۔

"!!!!مناہل"

باسم کی پکار پر مناہل خوشی سے چیختی "پاپا" کہتی اس کی طرف دوڑی جب کہ اس کی بھاری آواز مومل کے کانوں میں پڑتی اسے کپکپانے پر مجبور کر گئی۔

وہ بلند ہوتی دھڑکنوں کو تھپک کر چپ کراتی اپنے کام میں لگی رہی۔

باسم مناہل کو گود میں اٹھا کر اس کے دونوں گال باری باری چوم گیا۔

"!!پاپا آئی مسڈ یو"

مناہل باسم کے گال پر لب رکھتی لاڈ سے بولی تو وہ اسے خود میں بھینچ گیا۔

"پاپا مسڈ یو ٹو میری جان۔"

باسم بھی اسی کی طرح اس کے گال پر لب رکھ کر اسی کے انداز میں بولا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"پاپا! ماما کی کس؟؟؟"

اس کے سوال پر جہاں جہاں باسم آفریدی کی آنکھیں پھیلیں وہیں مومل آفریدی کی آنکھیں بھی پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

دھڑکنوں نے سینے میں ادھم مچادیا تھا پر وہ خود کو لاپرواظاہر کرتی کانپتے

ہاتھوں سے سامان اٹھانے لگی۔

باسم آفریدی متبسم آنکھوں سے اس کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ دیکھنے لگا پھر

یکایک اسے شرارت سوجھی۔

"بیٹا آپ کی ماما آپ کے پاپا سے کس لیناہی نہیں چاہتی۔"

اس کی بے باکی پر مومل کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"کیوں پاپا؟"

وہ چھوٹی سی بچی حیرت سے پوچھنے لگی۔

"!!! پتا نہیں بیٹا اپنی ماما سے پوچھو"

وہ لب دباکر مسکراہٹ چھپانے لگا۔

"بتائیں ماما! آپ کو پاپا سے کس کیوں نہیں چاہئے ؟؟"

مومل اس کی آواز پر جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھی۔

"شرم کرلیں بچی کے سامنے اتنی بے شرمی دکھارہے ہیں۔"

وہ دباد با چیخ کر باسم آفریدی سے بولی جو دل جلاتی مسکراہٹ چہرے پر سجائے شوخ نظروں سے اسے دیکھنے میں مصروف تھا۔

"مینو جاؤ دیکھو داد و مارکیٹ سے آگئی ہیں یا نہیں۔"

اس کا حکم سنتی مناہل تیزی سے کمرے سے باہر بھاگ گئی۔

آپ میں ذرا بھی شرم بچی ہے یا نہیں۔ ماضی میں جو کچھ آپ نے کیا اور کہا" وہ سچ تھا تو اب یہ دھوکہ اور فریب کیوں؟ چاہتے کیا ہیں آپ۔ میری عزت نفس روند کر کس قدر سکون سے آپ ایسے برتاؤ کرتے ہیں جیسے کچھ ہوا ہی "نہیں۔ کیوں کر رہے ہیں ایسا۔

مومل کے چیخنے پر باسم کا متبسم چہرہ ایک دم سنجید گی کا لبادہ اوڑھ گیا اور ماضی ایک فلم کی طرح اس کی آنکھوں کے سامنے چلنے لگا۔

○○○○○

(ماضی)

آفریدی ولا میں اس وقت رونق عروج پر تھی۔ دونوں فیملیز اس وقت نیچے والے پورشن میں موجود تھیں۔

بڑوں کے کمرے نیچے تھے جب کہ موول باسم اور ارسم کے کمرے اوپر تھے۔ پر اس وقت شام کی چائے پر سب نیچے اکٹھے ہوئے تھے۔

جون کے مہینے میں کافی گرمی پڑتی تھی پر لاؤنج میں چل رہے دونوں اے سی وہاں کے ماحول کو ایک دم ٹھنڈا کر چکے تھے۔

کریم آفریدی اور ارسل آفریدی ایک صوفے پر براجمان چائے پینے کے ساتھ ساتھ بزنس کے معاملات ڈسکس کر رہے تھے جب کہ ایشا آفریدی اور فریحہ آفریدی سامنے والے صوفے پر بیٹھی ہاتھ میں ایک میگزین پکڑے کپڑوں کے نئے ڈیزائنز پر تبصرے کر رہی تھیں۔

تھوڑی ہی دور نیچے قالین پر ارسم آفریدی اور موول آفریدی آمنے سامنے بیٹھے لڈو کھیل رہے تھے جب کہ موول کے پیچھے موجود سنگل صوفے پر باسم آفریدی نیم دراز موبائل میں محو تھا۔

"!!!!ارسم بھائی آپ کتنے بڑے چیٹر ہیں"

مومل کی روہانسی آواز باسم کے کانوں سے ٹکرائی تو وہ موبائل سے نظریں ہٹا کر اس کی جانب دیکھنے لگا جو رونے والی صورت لئے ارسم کو دیکھ رہی تھی۔

"چیٹنگ میں نہیں بلکہ تم کر رہی ہو چڑیل۔"

اس کے چڑیل کہنے پر وہ مڑ کر شکایتی نظریں باسم پر ٹکا گئی۔اس کے یوں دیکھنے پر باسم اٹھا اور ان دونوں کے درمیان میں بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا؟؟؟؟"

وہ جانتا تھا کہ دونوں لڈو کھیلتے ہوئے ہمیشہ بچوں کی طرح لڑتے تھے پر پھر بھی وہ ناسمجھی کا تاثر چہرے پر سجائے دونوں سے سوال کر گیا۔

باسم بھائی یہ ارسم بھائی ہمیشہ کی طرح آج بھی چیٹنگ کر رہے ہیں اور اوپر "
"سے مان بھی نہیں رہے۔

اس کی روہانسی شکل پر باسم کو بے ساختہ پیار آنے لگا۔

"ارسم کب سدھروگے تم ہاں!!! کیوں تنگ کر رہے ہو میری سویٹی کو؟؟"

وہ رعب دار آواز میں بولا تو ارسم منہ بسورنے لگا جب کہ مومل ناک چڑھا گئی۔

"بھائی میں نے کوئی چیٹنگ نہیں کی۔ یہ چڑیل چیٹنگ کرتی ہے اور الزام مجھ پر لگا دیتی ہے۔"

اس کے چڑیل کہنے پر مومل پھر سے باسم کی طرف دیکھنے لگی تو وہ ارسم کو گدی سے پکڑ گیا۔

"آہ!!!! چھوڑیں بھائی۔ بچے کی جان لیں گے کیا۔"

وہ اپنی گردن باسم کی گرفت سے چھڑوانے کی کوشش کرنے لگا۔

"چڑیل کیوں بولا مومل کو تم نے؟؟"

وہ اسے اپنی گرفت سے آزاد کیے بغیر پوچھنے لگا۔

"تو اور کیا کہوں۔ اتنے لمبے ناخن اور اتنے زیادہ لمبے بال چڑیلوں کے ہی تو ہوتے ہیں۔ مم۔۔ میرا مطلب سوری بھائی معاف کر دیں بھائی اب نہیں بولوں گا اس چڑیل کو آئی مین مومل کو چڑیل۔"

وہ چڑیل کہنے کی جسٹیفیکیشن دیتا اس کی گرفت اپنی گردن پر مضبوط پڑتی محسوس کر کے گڑبڑا کر معافی مانگ گیا۔

اس کی پتلی ہوتی حالت پر مومل کھلکھلا کر ہنسنے لگی تو اسے یوں ہنستے دیکھ کر باسم کے چہرے پر موجود مصنوعی غصّے کے تاثر ایک دم نرمی میں بدل گئے۔

"باسم بھائی ان کو کہیں کہ میرے ساتھ ایک اور گیم لگائیں یہی ان کی پنشمنٹ ہے!!!"

مومل کے اترا کر کہنے پر ارسم بیچارگی سے باری باری دونوں کو دیکھنے لگا۔

"تم نے سن لیا نا ارسم کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔"

باسم نے تیوری چڑھا کر اس سے پوچھا تو وہ دونوں ہاتھ اس کے آگے باندھ گیا۔

"بھائی پلیز آج ابھی نہیں میرا میچ ہے مجھے وہاں جانا ہے۔"

اس کی بات پر مومل کا منہ لٹک گیا۔

"کوئی بات نہیں آپ جائیں ہم بعد میں کھیل لیں گے۔"

وہ اپنی اداسی چھپا کر ارسم سے کھلے دل سے بولی۔ وہ جانتی تھی ارسم کے لئے کرکٹ کی کیا اہمیت تھی۔ وہ مسکرا کر بولی تھی پر اس کی آنکھوں میں موجود اداسی باسم کی تیز نظروں سے چھپی نہ رہ سکی۔

"تم جاؤ ارسم اب میں اور مومل کھیلتے ہیں۔ کیوں سویٹی؟؟"

وہ ارسم سے کہتا آخر میں مومل سے مستفسر ہوا تو اس کی آنکھوں کے بجھتے دیے ایک دم ٹمٹما اٹھے اور خوشی سے چیخ اٹھی۔

"یےےے !!!"

وہ خوش ہو کر چیختی پر جوش سی اس کے بازو سے لپٹ گئی تو باسم کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

باسم مسکرا کر اسے دیکھنے لگا جواب اس سے الگ ہوتی خوشی لڈو سیٹ کر رہی تھی جب کہ ارسم وہاں سے اٹھتا گھر سے باہر نکل گیا۔

ooooooo

"باسم!!!"

وہ جو لیپ ٹوپ سامنے رکھے کوئی ضروری کام کر رہا تھا فریحہ آفریدی کی پکار پر انھیں دیکھنے لگا۔

"جی چھوٹی ماما!!!"

وہ انہیں جواب دیتا ساتھ ہی تیزی سے لیپ ٹوپ پر انگلیاں چلا کر اپنا کام بھی کرنے لگا۔

"بیٹا مومل کا فیئر ویل ہے آج اسکول میں۔ وہ ریڈی ہو رہی ہے تم اسے چھوڑ آؤ گے کیا؟ مومل کے پاپا تو آفس ہیں اور ارسم بھی باہر نکل گیا ہے۔ جوان لڑکی ہے ایسے سج سنور کر اکیلی جائے یہ مناسب نہیں لگ رہا مجھے۔"

اسے مصروف دیکھ کر وہ پوری بات تفصیل سے باسم کے گوش گزار کر گئیں۔

وہ کلائی میں بندھی گھڑی پر نظر ڈال کر وقت دیکھنے لگا۔

"ڈونٹ بی فارمل چھوٹی ماما۔آپ اسے کہیں کہ ریڈی ہو کر بتادے میں چھوڑ آتا ہوں ."

کے کہنے پر وہ سر ہلاتی وہاں سے چلی گئیں۔

اسے کام کرتے مزید پندرہ منٹ گزر گئے جب وہ کمرے میں داخل ہوئی۔

"کیسی لگ رہی ہوں میں ؟؟؟؟"

وہ جو پوری طرح کام میں غرق تھا مومل کی آواز پر چونک اٹھا اور سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔اس پر پڑی سرسری نظر جلد پلٹ کر واپس نہ آسکی تھی۔

وہ یک ٹک اس کی طرف دیکھ رہا تھا جو پیروں تک جاتی مونگیہ رنگ کی فراک پر گولڈن کلر کا دوپٹہ کمر کے پیچھے سے گزار کر بازوؤں میں ڈال کر کھڑی تھی۔

کمر تک جاتے سیاہ بال اس وقت خوب صورت سے سٹائل میں قید تھے۔ بالوں کی آوارہ لٹیں گالوں کو چوم رہی تھیں۔ لمبی پلکوں کو مسکارے سے مزید بوجھل کیے آنکھوں میں کاجل ڈالے، گلابی گالوں کو مصنوعی رنگ سے مزید گلابی کیے اور بھرے بھرے ہونٹوں کو گلابی رنگ سے رنگے وہ کم سن حسینہ بلا کی حسین اور دل ربا لگ رہی تھی۔

"دل ربا!!!!!"

باسم کے منہ سے بے ساختگی میں یہ دو لفظ ادا ہوئے تھے جو سامنے موجود لڑکی کو لرزا گئے تھے۔

"کیا سچ میں اچھی لگ رہی ہوں؟"

اس کی سوال پر وہ ٹھٹھک کر ہوش کی دنیا میں واپس لوٹا پھر اپنی بے ساختگی یاد آتے ہی دو انگلیوں سے پیشانی سہلانے لگا۔

ہاں۔۔ہاں بہت اچھی لگ رہی ہے میری سویٹ۔ ہمیشہ کی طرح!!!"

"پر۔۔۔۔

اس کی بات ادھوری چھوڑنے پر وہ ناسمجھی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"پر کیا؟؟؟؟"

وہ بے چینی سے استفسار کرنے لگی۔

پر یہ کہ۔۔۔ میری سویٹ میک اپ کے بغیر بھی سب سے اچھی لگتی ہے۔"

"بلکہ میک اپ کے بغیر زیادہ اچھی لگتی ہے۔

باسم کی کہنے پر وہ منہ بسور گئی۔

"آج ہی تو تیار ہوئی ہوں۔ میں نہیں اتار رہی میک اپ۔"

وہ ناک چڑھا کر کہتی اسے ہنسنے پر مجبور کر گئی۔

"اچھانا۔۔۔ اپنا آئی فون تو نکالیں اور میری اچھی اچھی پکس لیں۔"

مومل بے تکلفی سے اس کی جیب سے موبائل نکال کر اس کے ہاتھ میں تھما گئی اور خود جا کر کمرے میں لگی باسم کی دیوار گیر بڑی سے تصویر کے پاس کھڑی ہو گئی۔

"ارے یہاں کیوں کھڑی ہو گئی۔ اس میں تو میں آرہا ہوں۔"

وہ کیمرے کا اینگل سیٹ کرتا تصویر کھینچنے سے پہلے بولا۔

"ہاں نا۔اسی لئے مجھے آپ کے اس بڑے سے کمرے کا یہی حصّہ سب سے زیادہ پسند ہے۔اب جلدی سے بنائیں نا لیٹ ہو رہی ہوں۔"

وہ حسب عادت ناک چڑھا کر کہتی پوز دینے لگی۔

"جھلی!!!"

وہ سر جھٹک کر اس کی تصاویر بنانے لگا جو کہ ختم ہونے میں ہی نہیں آنی تھی اب۔جانتا تھا کہ پچاس تصویریں بنوا کر بھی احسان کر کے کہے گی کہ "ہیں تو کم پر چلیں اتنے میں ہی گزارا کر لیتی ہوں"

"اچھا اب آئیں ہم دونوں سیلفیز لیتے ہیں۔"

اس کی بات پر وہ بے بسی سے گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔

ڈھیر سی تصویریں بنانے کے بعد آخر کار وہ اس پر احسان عظیم کرتی اسے نیچے انے کا پیغام دے گئی۔

وہ اسے لئے اسکول پہنچا تو وہ پر جوش سی تیزی سے باہر نکلنے لگی جب وہ اس کی کلائی تھام کر ایک جھٹکے سے اسے روک گیا۔

"کیا ہوا"

مومک سوالیہ نظروں سے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

"کچھ نہیں بس یہی کہنا چاہتا ہوں کہ بہت دھیان رکھنا اپنا اور کولڈ ڈرنک کم پینا جانتی ہو نا اس سے گلا خراب ہو جاتا ہے تمہارا۔ فری ہونے سے دس منٹ پہلے میڈم کے موبائل سے کال کر دینا تاکہ لینے وقت پر پہنچ سکوں۔ اب جاؤ شاباش"۔

باسم اسے تاکید کرتا اس کا گال نرمی سے تھپتھپا گیا تو وہ مسکرا کر ہاں میں سر ہلاتی گاڑی سے نکل گئی۔

اس کی دوستیں اسے گیٹ کے پاس ہی مل گئیں جو اس کا انتظار کر رہی تھیں۔

اس کے اندر جانے کے بعد باسم گاڑی وہاں سے بھگا لے گیا۔

"مومل!!!"

وہ جونینا کے ساتھ باتیں کر رہی تھی ماہم کے پکارنے پر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"!جی"

وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"تمہیں اسکول چھوڑنے جو ہینڈ سم سالڑکا آیا تھا وہ کون تھا؟؟"

ماہم کے سوال پر مومل مسکرا دی۔

"وہ باسم بھائی ہیں میرے بڑے پاپا کے بڑے بیٹے۔"

باسم کا ذکر کرتے وقت اس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک اتر آئی تھی۔

بھائی؟ لائک سیریسلی؟؟ وہ اتنا ہینڈ سم انسان تمہارا بھائی ہے؟؟ پر جس"

"!!! طرح وہ تمہیں دیکھ رہا تھا مجھے تو لگا کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے

ماہم کی بات پر وہ پل کے لئے چونکی پھر مسکرا دی۔

"ہاں نا مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں وہ بچپن سے ہی۔"

اس کے لہجے میں باسم کے لئے محبت اور عزت دیکھ ماہم کچھ سوچنے لگی۔

پاگل!! میں اس محبت کی بات نہیں کر رہی بلکہ اس محبت کی بات کر رہی"
ہوں جو ایک جوان لڑکے کو ایک جوان لڑکی سے ہوتی ہے اور اس محبت کے
"بعد وہ لوگ شادی کرتے ہیں۔

ماہم کی بات پر مومل کی آنکھیں شاک کی وجہ سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

پپ۔۔۔پر ایسا۔۔۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے ماہم!!! وہ بھائی ہیں میرے میں"
"ان کو بھائی کہتی ہوں۔

اس کی آواز اور الفاظ دونوں میں ہی بے یقینی تھی۔

کیوں نہیں ہو سکتا۔ تم دونوں سگے بہن بھائی تھوڑی ہو۔اور ویسے بھی میں"
نے بہت غور سے دیکھا اور محسوس کیا تھا کہ باسم بھائی تم سے بہن بھائی والی
"نہیں بلکہ دوسری محبت کرتے ہیں۔

ماہم کی بات کے جواب میں وہ چپ رہی۔بے یقینی تھی کہ ختم ہونے میں ہی
نہ آرہی تھی۔

کیا سچ میں باسم بھائی اس سے محبت کرتے تھے؟؟؟

باقی کا سارا فنکشن مومل انجوئے نہ کر سکی۔اس کے ذہن میں بس ماہم کی باتیں ہی گونج رہی تھیں۔

واپسی کے سفر پر وہ بلکل خاموش تھی جسے باسم نے خاصہ محسوس کیا۔

"مومل! !!"

"سویٹ آر یو اوکے؟؟"

جب اپنے نام کی پکار پر بھی اس نے کوئی رسپانس نہ دیا تو وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھنے لگا۔

"جج۔۔۔جی کیا ہوا؟؟"

وہ چور نظروں سے اپنے کندھے پر موجود باسم کے ہاتھ کو دیکھتی بدحواسی میں بولی۔

"یہی تو میں پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ میری سویٹ کو کیا ہوا ہے۔اتنی چپ چپ اور گم سم کیوں ہے؟؟؟کوئی بات ہوئی ہے اسکول میں کیا؟؟؟"

باسم کے سوال پر وہ تیزی سے نفی میں سر ہلا گئی جیسے بات پکڑی جانے کا خدشہ لاحق ہو۔

"پھر ایسے بیہیو کیوں کر رہی ہو؟"

وہ سچ میں اس کے یوں گم سم ہونے پر پریشان ہو چکا تھا۔

"نہیں ایکچولی بہت تھک گئی ہوں نا اس لئے۔"

وہ اس کو مطمئن کرنے کی خاطر مسکرا کر وضاحت دے گئی کہ جانتی تھی وہ ایسے کبھی پر سکون نہ ہوتا۔ اس کا یہ انداز دیکھ کر مومل کا دل دھڑک اٹھا۔

دماغ میں پھر سے ماہم کی باتیں گونجنے لگی تھیں۔

معصوم کچا ذہن ذلالت کی راہ پر گامزن ہونا شروع ہو چکا تھا جس کا نتیجہ آگے جا کر بہت برا نکلنے والا تھا جس سے وہ نادان انجان تھی۔

وقت تھا کہ پر لگا کر اڑتا چلا جا رہا تھا۔ ارسم ٹرائینگ کے لئے جا چکا تھا اور باسم آج کل کافی مصروف رہنے لگا تھا۔ ایسے میں وہ بے چین سی بولائی بولائی گھر بھر میں پھرتی رہتی۔

ماہم کی باتوں نے اس کا دماغ بلکل ہی الگ سمت میں موڑ دیا تھا۔ باسم کے لئے اس کے دل میں موجود محبت دن با دن مضبوط ہوتی جا رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ باسم کے سامنے جانے سے کترانے لگی تھی کہ کہیں اس کا راز نہ کھل جائے۔ وہ اس کی آنکھوں میں موجود محبت نہ پڑھ لے۔

باسم آج گھر ہی تھا۔ مومل کا دل اس کے دیدار کے لئے مچلا تو دل کی پکار سنتی وہ اس کے کمرے میں جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھول کر اندر جاتی، کمرے سے آتی آوازوں نے اسے وہیں رکنے پر مجبور کے دیا۔

"باسم ہوش میں تو ہو تم؟ کیا کہہ رہے ہو؟"

اسی بڑے پاپا کی آواز سنائی دی تو وہ الجھ گئی۔

"بڑے پاپا اتنے غصّے میں کیوں ہیں؟"

وہ سوچ کر رہ گئی۔

پاپا میں بلکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔میں نے کہہ دیا نا کہ مجھے روزینہ سے "

"شادی کرنی ہے۔بہت محبت کرتا ہوں میں اس سے۔

اس کا الفاظ دروازے کے باہر کھڑی مومل پر بجلی بن کے ٹوٹے تھے۔اس کے سر پر آسمان ٹوٹ پڑا تھا۔اس کا جسم لرزنے لگا۔ٹانگیں کانپنے لگیں تو اس اسے اپنے پاؤں پر کھڑا رہنا مشکل لگنے لگا۔وہ دیوار کا سہارا لے کر زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔آنسو تواتر سے گالوں پر بہنے لگے تھے۔وہ کانپتے ہوئے ہاتھ منہ پر رکھ کر اپنی گھٹی گھٹی سسکیوں کو روکنے کی کوشش کرنے لگی پر اس کوشش میں محال ہو گئی۔اس نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ اس کی حالت کوئی اور دیکھے وہ یہاں سے چلی جائے پر جیسے ہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو منہ کے بل گر پڑی۔

"مومل"

فریحہ آفریدی جو اپنے کمرے سے نکل رہی تھیں ان کی نظر دروازے کے باہر گرتی مومل پر پڑی تو وہ چیخ اٹھیں اور اس کی طرف بھاگیں۔

ان کی چیخ اور کچھ گرنے کی آواز سن کر کمرے میں موجود تینوں افراد بھی کمرے سے باہر نکلے۔

"مومل"

باسم اسے پکارتا تیزی سے اس تک پہنچ کر اس کا سر گود میں رکھ گیا۔

"مومل ویک اپ!! کیا ہوا ہے اسے چھوٹی ماما۔"

وہ اس کا چہرہ تھپتھپاتا بے چینی سے پوچھنے لگا۔

"پتا نہیں میری بچی کو کیا ہو گیا باسم۔"

فریحہ آفریدی روتی جا رہی تھیں۔

باسم نے جلدی سے اسے بازوؤں میں بھرا اور باہر کی طرف بھاگا۔ ہسپتال پہنچتے ہی اسے ایمرجنسی میں داخل کر لیا گیا تھا۔

وہ چاروں اس وقت ہسپتال کی کوریڈور میں بیٹھے اس کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہے تھے

ارسم کمرے کے باہر یہاں سے وہاں ٹہلتا بے چینی سے اپنی پیشانی مسلتا بار بار اس کمرے میں دیکھ رہا تھا جہاں مومل موجود تھی۔

کچھ دیر کے بعد ڈاکٹر کمرے سے باہر نکلا تو باسم تیزی سے ڈاکٹر کی طرف بڑھا۔

ڈاکٹر!!! مومل کیسی ہے اب کیا ہوا اسے اچانک بیہوش کیوں ہو گئی وہ"

"!! ٹھیک تو ہے نا

وہ بے چینی سے ایک ساتھ اتنے سوال کر گیا تو اس کی پریشانی دیکھتا ڈاکٹر اس کے کندھے پر رکھ گیا۔

ریلیکس جینٹل مین!!! آپ لوگ انھیں وقت پر ہسپتال لے آئے اس" لئے زیادہ پریشانی کا سامنا نہیں ہوا۔ انہوں نے کسی بات کا بہت زیادہ سٹریس لیا ہے جس کی وجہ سے ان کا نروس بریک ڈاؤن ہوتے ہوتے بچا ہے۔ دو

گھنٹے تک انہیں ڈسچارج کر دیا جائے گا بس آپ کوشش کریں یہ سٹریس نہ لیں اور خوش رہیں۔"

انہیں تفصیل سے آگاہ کرتا ڈاکٹر وہاں سے چلا گیا جب کہ وہ سب یہ سوچ کر پریشان تھے کہ آخر ایسی کون سی پریشانی تھی مومل کو۔

دو گھنٹے بعد اسے ڈسچارج کر دیا گیا تو وہ اسے گھر لے آئے۔ مومل نے بہت اصرار پر بھی نہیں بتایا تھا کہ اسے کیا پریشانی ہے۔ وہ سب کو یہی یقین دلا رہی تھی کہ وہ بلکل ٹھیک ہے بس ایک دم سر چکرا گیا اور وہ بیہوش ہو کر گر گئی۔

ان چند دنوں میں یہ بات گھر بھر میں پھیل چکی تھی کہ باسم کسی لڑکی کو پسند کرتا ہے اور اس سے شادی کے لئے ڈٹ گیا ہے۔ لڑکی پاکستانی تھی پر اسٹڈیز کے لئے ابروڈ گئی ہوئی تھی۔

باسم کے ماں باپ شدید خفا تھے پر یہ اپنی بات سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹ رہا تھا۔

وہ بے دلی سے کچن کی طرف جا رہی تھی تاکہ اپنے لئے چائے بنا سکے۔ اس کا سر شدید درد کر رہا تھا۔ وہ لاؤنج کے پاس سے گزر کر کچن کی طرف جا رہی تھی جب بڑی ماما کی الفاظ اس کے کان میں پڑتے اس کے قدم زنجیر کر گئے۔

باسم کل کی فلائٹ سے جا رہا ہے اس منحوس کے پاس۔ میں کیا کروں فریحہ " میرا دل بند ہو رہا ہے۔ میں نے باسم کے پاپا کو بھی سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ نہیں مان رہا تو آپ ہی مان جائیں اور اس کی خواہش پوری کر دیں۔ میں "نہیں رہ سکتی اپنے بیٹے کے بغیر۔ پر نہ تو بیٹا سن رہا ہے میری نہ ہی شوہر۔

وہ روتی ہوئی فریحہ آفریدی سے بات کر رہی تھیں۔

مومل کو لگا وہ سانس نہیں لے سکے گی۔ کب اس کی محبت اس قدر شدت اختیار کر گی اسے علم ہی نہ ہو سکا۔ آنکھوں سے نمکین پانی بہنے لگا۔ اس نے گیلی سانس اندر کھینچی اور کچن میں جانے کا ارادہ ترک کرتی باسم کے کمرے کی طرف چل دی۔ وہ اب مزید تاخیر نہیں کر سکتی تھی۔ اس سے پہلے کے

سب کچھ ریت کی مانند اس کے ہاتھوں سے پھسل جاتا اسے اپنے لئے، اپنی محبت کے لئے اسٹینڈ لینا تھا۔

باسم کے کمرے کا دروازہ پہلے سے کھلا ہوا تھا۔ وہ جا کر دروازے میں کھڑی ہو گئی۔

باسم جو پیکنگ کرنے میں مصروف تھا اس کی نظر مومل پر پڑی تو وہ مسکرا کر اسے اندر آنے کا اشارہ کرنے لگا پر وہ وہیں کھڑی رہی۔

"آپ آج جا رہے ہیں کیا؟"

وہ نازک سی دوشیزہ گھبرائی سی کمرے کے دروازے میں کھڑی اداسی سے محو سوال تھی۔

"ہاں جا رہا ہوں۔"

وہ الماری سے کپڑے نکال کر بیڈ پر پڑے سوٹ کیس میں رکھ رہا تھا۔

"اندر آ جاؤ سویٹی وہاں کیوں کھڑی ہو۔"

وہ شرٹ سوٹ کیس میں رکھتا اس کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ دھیرے سے چلتی اس کے اشارے پر بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی۔

"آپ واقعی کسی کو پسند کرتے ہیں کیا؟"

انداز جھجک لئے ہوئے تھا۔

یس! پسند نہیں محبت کرتا ہوں اور نہ صرف محبت کرتا ہوں بلکہ شادی بھی" کرنے والا ہوں۔ میں چاہتا تھا کہ سب میری خوشی میں شریک ہوں پر میرے گھر والوں نے میری پسند کو دیکھے بغیر ہی ٹھکرا دیا۔ میں بہت محبت کرتا ہوں روزینہ سے۔ گھر والوں سے میرا خون کا رشتہ ہے جو کبھی بھی ختم نہیں ہو سکتا پر اگر میں پیچھے ہٹ گیا تو روزینہ مجھ سے بہت دور ہو جائے گی جو "میرے لئے بالکل بھی قابل قبول نہیں۔

وہ اس کے مقابل بیٹھا اس کے ہاتھ تھامے نہایت نرمی سے بات کر رہا تھا۔

وہ اس کی چھوٹی سی گڑیا تھی جس کو ہمیشہ بچوں کی طرح ٹریٹ کرتا تھا وہ جانتا تھا وہ اس سے بہت اٹیچ ہے اور اس کے دور جانے سے پریشان ہے پر وہ اس پگلی کے دل کا بدلتا حال کہاں جانتا تھا۔

"میں بھی تو آپ سے بہت مم۔۔۔ محبت کرتی ہوں۔ میں کیسے آپ کے بغیر رہوں گی۔"

وہ آج جی کڑا کر کے بول گئی تھی۔

"ہاں میں جانتا ہوں میری سویٹ مجھ سے پیار کرتی ہے پر مجھے ابھی جانا ہے۔ دعا کرو جلدی سے سب ٹھیک ہو جائے اور ہم سب ساتھ رہیں۔"

وہ اس کی بات کو معمول کی طرح ہی لے رہا تھا۔

"آ۔۔آپ پلیز۔۔۔۔ آپ پلیز روزینہ سے شش۔۔۔ شادی نہ کریں پلیز۔۔۔ میں آپ کو روزینہ سے بھی زیادہ چاہتی ہوں۔ مجھ سے زیادہ کوئی آپ سے پیار نہیں کر سکتا۔ پلیز آپ مجھ سے شادی کر لیں پلیز!۔"

وہ اس کا ہاتھ اپنے سرد پڑتے کانپتے ہاتھوں میں تھام کر گڑگڑانے لگی جب کہ اس کی بات سنتا باسم جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں سے چھڑا کر بیڈ سے دور کھڑا ہوتا آنکھوں میں بے یقینی لئے اپنی چھوٹی سی محض سترہ سالہ سویٹی کو دیکھ رہا تھا۔ بے یقینی تھی کہ ختم ہونے کو ہی نہ آرہی تھی۔

"تم ہوش میں تو ہو یہ کیا بکواس کر رہی ہو ہاں؟ جانتی بھی ہو کہ کس کے سامنے کیا بکواس کر رہی ہو۔ چھوٹی بہن سمجھتا ہوں تمہیں اور تم! ابھی کے ابھی دفع ہو جاؤ یہاں سے نفرت ہو رہی ہے مجھے تمہاری اس معصوم شکل کے پیچھے چھپے کالے چہرے سے۔"

وہ تیش میں اپنا غم وغصے کی شدت سے پھٹتا ہوا سر پکڑ کر اس پر چیخا۔

"آپ ایسے بول کر میرے دل میں موجود اپنے لئے محبت ختم نہیں کر سکتے۔"

وہ بہتی آنکھوں کے ساتھ بے بسی سے بولی۔

"اگر میں عورت پر ہاتھ اٹھانا مردانگی کی توہین نہ سمجھتا تو اللّٰہ کی قسم تمہارا
چہرہ ابھی تھپڑوں سے لال کر دیتا۔ آج کے بعد اپنی یہ دوگلی صورت نہ دکھانا
مجھے۔ نکل جاؤ میرے کمرے سے۔"

شدت سے چلاتا وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کمرے سے نکال گیا۔ جب کہ وہ
سن ہوتے دماغ کے ساتھ اپنے پیچھے دھاڑ کے ساتھ بند ہوتے دروازے کی
آواز سننے کے بعد اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی چیخوں کا گلا گھونٹتی مردہ قدموں
سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

اس کے جانے کی بعد باسم سر پکڑ کر زمین پر بیٹھ گیا۔ یہ کیا ہو گیا تھا؟؟؟ایسا
کیوں ہوا تھا۔

"یہ بلکل ٹھیک نہیں ہوا بلکل بھی نہیں۔"

وہ بڑبڑا کر اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا گیا۔

OOOOOOO

آج اس کی فلائٹ تھی۔ وہ جا رہا تھا۔ اپنوں کو خفا کر کے اپنوں سے بہت دور

اور ایسے میں وہ جھلی ڈھیٹ بنی پھر سے اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

"آپ سمجھتے کیوں نہیں بہت محبت کرتی ہوں میں آپ سے۔"

وہ بے بسی سے چلائی۔

"تم مانتی کیوں نہیں بہت نفرت کرتا ہوں میں تم سے۔"

سرد لہجے میں ایک دفعہ پھر سے نفرت کا اظہار کیا گیا تھا۔

میں آپ کی بے جا نفرت کو لازوال محبت میں بدل دوں گی بس ایک موقع "

"! تو دے کر دیکھیں پلیز

بے بس لہجہ التجائیہ ہوا تھا۔

"! خوش فہمی ہے تمہاری"

استہزائیہ لہجے میں جواب آیا تھا۔

"! یقین ہے میرا"

لہجے کے ساتھ ساتھ آنکھوں میں بھی یقین واضح تھا۔

"ہنہہ یقین! "

مقابل کے ہونٹوں پر بھرپور طنزیہ مسکراہٹ در آئی تھی۔ایک دم وہ کرسی سے اٹھا۔کوٹ کا بٹن بند کیا ایک نظر بائیں ہاتھ کی مضبوط کلائی میں میں قیمتی گھڑی پر ڈالی اور دادائیں ہاتھ سے ماتھے پر بکھرے بھورے بال سنوارے۔

پھر قدم بڑھاتا عین اس کے سامنے آ کھڑا ہوا جو ضبط سے سرخ ہوتی نم آنکھیں لئے کھڑی تھی۔

تم دعوہ کر رہی ہو کہ مجھ سے محبت کرتی ہو تو کیسے ثابت کر سکتی ہو اپنے اس" دعوے کو؟اگر ثابت کر سکتی ہو تو تمھارے پاس صرف اور صرف دو منٹ "ہیں اس کام کے لئے۔

وہ دوبارہ گھڑی پر نظر ڈالتا مصروف انداز میں گویا ہوا۔

میں آپ کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر سکتی ہوں۔آپ کے لئے اگر کوئی" قربانی دینا چاہوں تو اس کے لئے سب سے کم درجہ اپنی جان دینا ہیں۔آپ "کے بغیر تو ویسے بھی مر جاؤں گی!میں سچ کہہ رہی ہوں مر جاؤں گی میں۔

اب کہ بے بسی کی انتہا کو پہنچتے آنسو آنکھوں کی سرحد پار کرتے گالوں پر بکھر گئے تھے۔

"تو پھر مر جاؤ۔"

وہ سفاکی سے کہتا اپنا رخ موڑے تیزی سے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

اس کی بات سنتے وہ پل بھر کے لئے ساکت ہوئی پر اگلے ہی پل اس کے نازک ہونٹ دلکش مگر اداس مسکراہٹ میں پھیل گئے۔ وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی سائیڈ ٹیبل پر پڑی فروٹ باسکٹ تک گئی اور اس میں پڑی تیز دھاری چھری اٹھا کر اپنی کلائی پر رکھ لی۔

"اگر میرا محبوب اس طرح خوش ہے تو میری ہر سانس بھی اس کی خوشی کے لئے قربان۔"

وہ آنکھیں بند کرتی چھری کا دباؤ ہاتھ پر بڑھا گئی۔ ایک دم سے کلائی سے نکلتی سرخ خون کی دھار فرش پر بچھے سفید قالین پر گرنے لگی۔ وہ ساکت آنکھوں سے تیزی سے بہتے خون پر نظریں جمائے کھڑی تھی۔ خون بہتے جسم میں

نقاہت ہونے لگی تو وہ لڑکھڑا کر اوندھے منہ نیچے گر گئی۔آنکھیں دھیرے دھیرے بند ہونے کو تھیں۔

وہ جو موبائل لینے کمرے میں واپس آیا تھا سامنے نظر آتا منظر دیکھ کر اپنی جگہ پتھرا چکا تھا۔آنکھوں دیکھا منظر بے یقین سا تھا۔ہوش آتے ہی وہ دوڑتا ہوا اس کی طرف لپکا اور اس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھا۔

"ہے ویک اپ! یہ۔۔۔یہ کیا کر دیا تم نے پاگل لڑکی۔"

وہ ضبط کھوتا چیخا تھا۔

"کک۔۔۔کہا تھا نن۔۔نا کہ۔۔۔کہ مر جاؤں گی آ۔۔آپ کی خاطر! اب تو یقین ک ک۔۔۔۔کر لیں گے نا کہ مم۔۔۔۔محبت کرتی ہوں بہت آپ سے۔میں۔۔۔میں اقرار کرتی ہوں کک۔۔۔کہ آپ میری زندگی میں آ۔۔آنے والے پہلے مرد ہیں اور مجھے آپ سے۔۔۔مجھے آپ سے بے پناہ مم۔۔۔۔محبت ہے!"

محبت کا آخری اظہار کرتی وہ تھوڑا سا اوپر اٹھی اور دوسرا ہاتھ اس کی گردن میں ڈال کر اس کا سر اپنی طرف جھکا گئی۔ اس کے ہونٹوں کو ہلکا سا چھوتے وہ پر سکون ہوتی پیچھے ہٹی جب اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ وہ ساکت سا اس کے سرد پڑتے بے جان وجود کو باہوں میں لئے بیٹھا تھا۔

اس نے کہا تھا وہ مر جائے گی اور واقعی وہ اس کی محبت میں مر گئی تھی

چہرے پر سپاٹ تاثرات لئے وہ ہسپتال کے کوریڈور میں موجود بینچ پر بیٹھا تھا۔ مسلسل ہلتی ایک ٹانگ ذہنی خلفشار کا صاف پتا دے رہی تھی۔ کچھ ہی فاصلے پر ارسل آفریدی کمر پر ہاتھ باندھے بے چینی سے یہاں وہاں چکر لگا رہے تھے جب کمرے کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر باہر آیا۔ باسم اپنی جگہ پر ہی رہا۔ ارسل آفریدی جلدی سے ڈاکٹر کی طرف بڑھے۔

"دیکھیں مسٹر ارسل میں آپ کو کوئی جھوٹی تسلی یا دلاسا نہیں دوں گا۔ ابھی کچھ دن پہلے ہی وہ ٹروما میں تھی ان کا نروس بریک ڈاؤن ہوتے ہوتے بچا۔

میں نے آپ لوگوں کو انفارم بھی کیا تھا کہ ان کی ذہنی حالت اچھی نہیں انھیں صرف سکوں چاہیے پر اب پھر سے کچھ دن بعد ان کی ذہنی حالت اس قدر ابتر ہونا اور کلائی کاٹ لینا، یہ کوئی اچھا سائن نہیں۔آپ ان سے ان کا مسلہ پوچھیں اور اسے حل کریں۔خون زیادہ نہیں بہا جسکی وجہ سے ان کی جان بچ گئی پر ضروری نہیں کہ ہر بار ایسا ہو۔ان کو ہوش آچکا ہے اور ان کی زبان پر باسم نام کی ہی گردان ہے بس۔آپ مل سکتے ہے ان سے۔"

ڈاکٹر کی بات کے جواب میں ایک بے بس باپ کیا کہتا۔ارسل آفریدی فقط سر ہلا گئے اور باسم کی طرف دیکھنے لگا۔

ان کی اشارے پر وہ کمرے کی طرف بڑھنے لگا جب اس کی جیب میں موجود موبائل بج اٹھا۔ان نے موبائل جیب سے نکالا تو سکرین پر نظر آتے نمبر کو دیکھ کر لب بھینچ گیا۔

اس کی بڑھتے قدم پیچھے کو اٹھنے لگے۔

"میری فلائٹ ہے چاچو مجھے جانا ہے اب۔"

وہ ایک سانس میں کہتا دوپل کے لئے ارسل آفریدی کے گلے لگا اور پھر تیزی سے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

ooooooo

وہ آنکھیں بند کیے جہاز کی سیٹ سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔اس دشمن جاں کی حالت کا سوچتے دل پر برچھیاں چل رہی تھیں۔ گزرے ایک مہینے کی روداد کسی فلم کی طرح اس کے دماغ میں چلنے لگی۔

مومل کے ساتھ لڈو کھیلنے کے بعد وہ آرام کی غرض سے جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا اس کا فون بج اٹھا۔واٹس ایپ پر روزینہ کی کال آرہی تھی۔

روزینہ ارسم کی یونیورسٹی فیلو اور اچھی دوست تھی۔ایم بی اے کمپلیٹ کرنے کے بعد وہ یو۔ایس چلی گئی تھی اس کے بعد دونوں کا رابطہ بہت کم ہو گیا تھا۔

باسم نے کال اٹینڈ کی اور صوفے پر جا بیٹھا۔

"السلام علیکم کیسی ہیں میڈم اس ناچیز کو آج کیسے یاد کر لیا۔"

اس کا لہجہ کافی خوش گوار تھا۔

"باسم!!!!!"

اس کی بھیگی آواز سن کر باسم چونک اٹھا۔

"کیا ہوا روزینہ تم رو کیوں رہی ہو؟ سب ٹھیک ہے نا؟؟؟؟"

اس کی آواز میں فکر محسوس کر کے روزینہ اونچی آواز میں رونے لگی جس پر باسم گھبرا گیا۔

"باسم آئی ایم پریگننٹ !!!"

اس کی بات پر باسم ایک مرتبہ پھر سے چونک اٹھا۔

"روزینہ تم نے شادی کب کی؟؟؟"

وہ واقعی حیران تھا۔

"میں نے۔۔۔میں نے شادی نہیں کی باسم۔ مم۔۔۔میں جیک کے ساتھ ریلیشن شپ میں تھی۔اس نے بولا ہم جلد شادی کر لیں گے پر۔۔۔پر باسم!!!"

اتنا کہہ کر وہ پھر سے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔اس کی بات سنتا باسم جھٹکوں کی زد میں تھا۔وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ روزینہ جیسی سلجھی ہوئی لڑکی ایسی حرکت کر سکتی ہے۔

"پر کیا روزینہ؟؟؟"

اب کی دفعہ اس کا لہجہ کافی سنجیدہ تھا۔

پر جب جیک کو پتا چلا کہ میں پریگننٹ ہوں تو پہلے اس نے کہا کہ میں" ابارشن کروالوں اور جب میں نے انکار کر دیا تو وہ اس بچے سے ہی انکاری ہو گیا۔وہ کہتا ہے کہ یہ اس کا بچا نہیں ہے میں نے پتا نہیں کس کے ساتھ۔۔۔۔"۔

اس کی ادھوری بات سمجھتا وہ لب بھینچ گیا۔

"اب کیا چاہتی ہو؟؟"

"!!!مجھے بلڈ کینسر ہے باسم"

!!!!ایک اور جھٹکا

نیکسٹ منتھ میری ڈیلیوری ہے۔میں نہیں جانتی باسم کہ میں زندہ بچوں گی" کہ نہیں۔میرے پیرنٹس نے مجھ سے قطع تعلق کر لیا ہے۔میں مر گئی تو میرے بچے کا کیا ہو گا باسم۔پلیز میرے بچے کو اپنا لو باسم۔وہ رل جائے گا باسم۔مجھ پر یہ احسان کر دو۔ایک مرتی ہوئی عورت تم سے بھیک مانگ رہی ہے۔"

باسم کا دماغ سن ہو چکا تھا۔اس نے کچھ کہے بغیر کال بند کر دی۔

اگلے دن ہی اس کے ماں باپ تک یہ بات پہنچ چکی تھی کہ وہ اپنی کلاس فیلو روزینہ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔جانتا تھا وہ کبھی نہیں مانیں گے اور ایسا ہی ہوا تھا۔پندرہ دن کے اندر اندر باسم یو ایس جانے کا سارا انتظام کر چکا تھا پر اس دوران وہ کام ہوا جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

*مومل کا باسم سے اظہار محبت!!!!"

باسم نہیں جانتا تھا اس کی چھوٹی سی سویٹی کب اس کے دل کی مکین بن گئی۔ وہ اس کی محبت نہیں عشق تھا۔ پہلا اور بچپن کا عشق!!! وہ جانتا تھا کہ وہ اس کے لئے کوئی فیلنگز نہیں رکھتی۔ وہ اپنی محبت ہمیشہ دل میں دفنا کر رکھ سکتا تھا۔ اس کے لئے محبت کو دل میں چھپانا اور اسی کے سہارے زندہ رہنا ہی خوش کن تھا۔ پر مومل کے اظہار کے بعد سب بدل گیا۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ مومل کا اظہار قبول کر کے وہ ایک مرتے ہوئے انسان کو توڑ دے۔

ایک مرتی ہوئی عورت کی آخری خواہش پر وہ مومل کی محبت قربان کر گیا۔

اسے لگتا تھا کہ یہ وقتی جذبہ ہے پر چار سال کے بعد جب وہ واپس لوٹا تو اس کی آنکھوں میں موجود لافانی محبت باسم آفریدی کو غلط ثابت کر گئی تھی۔ وہ چاہتا تو مومل کو واپس حاصل کر سکتا تھا پر وہ اب اکیلا نہیں تھا اس کے ساتھ مناہل بھی تھی۔ روزینہ کی بیٹی!!! جس کی پیدائش کے وقت اس کی ماں چل بسی۔ باسم کے لئے بہت مشکل وقت تھا وہ پر اس نے سب سنبھال لیا تھا۔

جب مناہل دس ماہ کی ہوئی تب باسم نے گھر بتایا کہ اس کے ہاں بیٹی ہوئی ہے اور روزینہ کی وفات ہو گئی۔اس دن سے ہی اس کے ماں باپ واپس آنے پر اسرار کر رہے تھے پر وہ نہ آیااور جب آیا تب سب بدل گیا۔

باسم آفریدی کی محبت پر شدّت کا خول چڑھ گیااور مومل آفریدی کی محبت پر نفرت کا۔

ooooooo

( حال )

وہ ہسپتال سے واپسی پر وقت گزارنے اور ذہن کو پر سکون کرنے بیچ پر چلی آئی۔ٹھنڈ کے موسم میں شام کے وقت بیچ پر اکادکا لوگ ہی موجود تھے۔اس نے گاڑی کے پاس ہی جھک کر اپنی سینڈلز اتاری اور ننگے پاؤں گیلی ریت پر چلنے لگی۔

وہ رونا چاہتی تھی۔ بہت زیادہ رونا چاہتی تھی پر آنسو آہی نہ رہے تھے آنکھوں میں۔ اس نے ارسم آفریدی کو مانگتے ہوئے اپنے رب کے سامنے اتنے آنسو بہائے تھے کہ اب آنکھیں خشک پڑ گئی تھیں۔

وہ سوچوں میں گم پانی کی طرف بڑھتی چلی جارہی تھی۔ اسے اندازہ بھی نہ ہوا کب وہ اتنی آگے نکل آئی کہ پانی اس کی کمر کو چھونے لگا۔ احساس تو تب ہوا جب کسی نے ایک جھٹکے سے اسے پیچھے کھینچا۔ ابھی وہ سنبھلی بھی نہ تھی جب کسی نے اسے زور سے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

زین کو ارمش بہت یاد آرہی تھی آج۔ دل بہت اداس ہوا تو وہ بیچ پر چلا آیا۔ یہ اس کی پسندیدہ جگہ تھی جہاں آکر وہ ہمیشہ پر سکون ہو جایا کرتا تھا۔

وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے گیلی مٹی اپنے پیروں تلے روندتا آگے بڑھ رہا تھا جب اس کی نظر ایک منظر پر ٹھٹھک کر رک گئی۔

سفید سادہ لباس پہنے کالی زلفیں بکھرائے ایک پتلی لمبی سی دوشیزہ پانی میں اترتی چلی جارہی تھی جس کا سفید ریشمی دوپٹہ اور کالی زلفیں ہوا کے دوش پر

اڑتی جارہی تھیں۔ وہ سر جھٹک کر نظریں پھیر گیا۔چند سیکنڈ کے بعد اس کی نظریں بے ساختہ دوبارہ اس لڑکی کے طرف اٹھی تھیں پر اب کی بار وہ نظریں نہ ہٹا سکا بلکہ تیزی سے اس کی طرف بھگا جو کمر تک پانی میں ڈوب چکی تھی۔

اس کے قریب پہنچ کر وہ ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچ کر اسے پیچھے کھینچ گیا۔ وہ لچکیلی ڈال کی مانند اس کے ساتھ کھینچی چلی جارہی تھی۔اس کے بال اس کے چہرے کو ڈھانپ چکے تھے۔ وہ اسے کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ گیا۔

پاگل ہیں آپ ؟؟؟ مرنے کا اتنا ہی شوق ہے اگر تو اپنے گھر جا کر ایسی" "کوشش کریں یہاں اس شفاف پانی کو کیوں گندا کرنا چاہ رہی ہیں۔

وہ سر جھٹک کر بال چہرے سے پیچھے ہٹا گئی اور ہونق پن سے سامنے کھڑے لڑکے کو دیکھنے لگی۔

زین کی نظر جب اس ظالم لڑکی کے چہرے پر پڑی تو بری طرح ٹھٹھک گیا۔
یہ تو وہی مال والی لڑکی تھی۔اس کا بھیگا چہرہ دیکھ کر زین کا دل دھڑک اٹھا۔
چھوٹا سا ناک لال پڑ چکا تھا جب کہ نیلے پڑتے ہونٹ ہلکے ہلکے کپکپا رہے
تھے۔

وہ جو اپنی پہلی نظر کی محبت کے نقوش میں گم تھا اس کی حرکت یاد کرتے
بھڑک اٹھا۔

"!!!!مرنا ہے نا؟؟؟خودکشی کرنے کا بہت شوق چڑھا ہے نا رکیں"

اسے حق دق چھوڑ کر وہ تیز تیز قدم بڑھاتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا اور کچھ
ہی سیکنڈز میں واپس آ گیا۔

"!!!یہ پکڑیں اور کر لیں اپنا شوق پورا"

وہ اس کا سرد ہاتھ تھام کر اس میں پسٹل رکھ گیا جسے دیکھ کر دریہ کی آنکھیں
پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور ہاتھ لرزنے لگے جب کہ جسم کپکپا اٹھا۔اس نے

ایک جھٹکے سے پسٹل نیچے پھینکا اور کپکپاتے ہوئے ہاتھ ہونٹوں پر جما گئی جب کہ آنسو گالوں پر پھسلتے جا رہے تھے۔

زین نے ایک افسوس بھری نظر دریہ پر ڈالی پھر جھک کر نیچے گری پسٹل اٹھا کر پینٹ کی پچھلی پاکٹ میں اڑسی۔

"بس ہو گیا مرنے کا شوق پورا؟؟؟"

زین کی طنزیہ بات پر دریہ نے ایک جھٹکے سے اس کی طرف دیکھا۔

"میں سوسائیڈ نہیں کر رہی تھی۔"

اس کی بار بار مرنے کی گردان سن کر وہ بھڑک اٹھی۔

اچھا!!!! پھر کیا پانی میں اتنا آگے جا کر سمندر کی گہرائی ماپ رہی تھی؟؟؟"

اس کی بات پر وہ جل کر رہ گئی ہاں مانا کہ وہ سوچوں میں اس قدر گم تھی کہ اندازہ نہ کر سکی کہ اتنا آگے بڑھ گئی ہے پر یہ بندہ تو صاف صاف بہتان باندھ رہا تھا اس پر۔

"!!!نہیں کبڈی کھیل رہی تھی"

جل کر کہتی وہ سرد ہاتھ آپس میں رگڑتی بولی۔

"آپ تو کبڈی کھیل رہی تھیں پر کچھ ہی دیر کے بعد سمندری مخلوق آپ کے

"بعام خاص پر پارٹی کر رہی ہوتی۔

وہ ایک بیزار نظر اس پر ڈال کر وہیں نیچے گیلی ریت پر بیٹھ گئی۔زین بھی اس کی پیروی کرتا اس سے چار قدم کے فاصلے پر بیٹھ گیا۔

"زندگی سے اس قدر بیزار کیوں ہیں؟؟"

وہ گردن موڑ کر اس کے چہرے کو دیکھتا پوچھنے لگا۔

"!!!بیزار نہیں ہوں۔اداس ہوں بس!!!!خود سے!!ہر چیز سے"

وہ سہی کہہ رہی تھی۔زین اس کے لہجے سے چھلکتی اداسی اور آنکھوں میں نظر آتی ویرانی صاف دیکھ سکتا تھا۔

پھر کافی دیر وہ دو اجنبی ایک دوسرے کی خاموش مگر پر سکوں صحبت میں ایک دوسرے کے پہلو میں بیٹھے اپنے خاموش دکھ ایک دوسرے کے قلب تک پہنچانے لگے۔ کون جانتا تھا کہ یہ ساتھ کہاں تک چلتا !!!!

ooooooo

وہ بیڈ پر لیپ ٹاپ اپنے سامنے رکھ کر بیٹھا آفس کا کچھ کام نبٹا رہا تھا جب مناہل اس کی گود میں چڑھ کر بیٹھ گئی۔

"پاپا!!"

وہ اس کی ہلکی بیرڈ کو اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے چھیڑتی لاڈ سے اسے پکار گئی۔

"جی پاپا کی جان!!!"

باسم اس کے ننھے ننھے ہاتھ اپنے بھاری ہاتھوں میں تھام کر چوم گیا جس پر وہ کھلکھلا اٹھی۔

موмل جو کہ وارڈروب سیٹ کرنے میں لگی ہوئی تھی،اس نے مڑ کر ایک نظر دونوں باپ بیٹی کو دیکھا پھر واپس اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

"پاپا آپ کی اور ماما کی ڈشم ڈشم ہوئی ہے کیا؟؟؟"

اس کے سوال پر جہاں باسم کو جھٹکہ لگا وہیں مومل کا سانس بھی سینے میں اٹک گیا۔

"نن۔۔۔ نہیں بیٹا آپ کو ایسا کس نے بولا؟؟؟"

وہ اس کے بال سنوار کے پیار سے پوچھنے لگا۔ مومل اس کا جواب سننے کو بے چین تھی۔

"مجھے کسی نے نہیں بولا۔ آپ اور ماما دونوں اینگی (غصہ) رہتے ہیں ایک دوسرے سے۔ چاچی کی طرح ماما ہیپی ہیپی نہیں رہتی اور آپ بھی کل اینگی تھے۔ تاتو اور تاتی (چاچو اور چچی) کی طرح ہم ایک ساتھ باہر بھی نہیں جاتے۔"

اس کے گہرے مشاہدے پر وہ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔ان کی خاموش جنگ کو ان کی معصوم بچی بہت محسوس کر رہی تھی اور یہ بلکل بھی خوش آئند بات نہیں تھی۔

موِمل کی آنکھوں میں تفکر کے بادل چھائے تو باسم نے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں تسلی دی۔

"نو بیٹا ایسا بلکل بھی نہیں ہے۔پاپا بہت بزی ہیں نا آفس سے بھی لیٹ آتے ہیں۔اور آپ کے لئے ماما پاپا نے سرپرائز پلان کیا ہے ایک جو آپ کو کل پتا چلے گا۔ہیں نا مومل؟؟؟"

وہ خوش گواری سے کہتا آخر میں مومل سے یقین دہانی کرنے لگا تو وہ بھی مسکرانے کی کوشش کرتی سر ہلا گئی جس پر مناہل خوشی سے چیخ اٹھی۔

"یے!!! مناہل کو سرپرائز ملے گا۔میں ابھی تاتو کو بتاتی ہوں۔"

وہ چہکتی ہوئی بیڈ سے اتر کر کمرے سے باہر بھاگی۔

"!!!مومل!!!کم ہیئر"

اس کی پکار پر وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مڑ کر اس کی طرف آئی اور کچھ فاصلے پر ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئی۔

مہرون رنگ کا سادہ جوڑا اور پیروں میں سوفٹ چپل پہنے لمبے بالوں کو توڑ موڑ کر جوڑے کی شکل میں لپیٹے میک اپ سے پاک چہرے کے ساتھ وہ باسم کو ایک گھریلو عورت اور بیوی لگ رہی تھی۔اسے بے ساختہ ہی مومل پر پیار آنے لگا جس کر اظہار کر کے وہ اپنی شامت نہیں بلوانا چاہتا تھا اس لئے بے قابو ہوتے دل پر قابو پانے کی کوشش کرتا چپ ہی رہا۔

"تھوڑا قریب تو آؤ!!!"

اس کے شوشے پر مومل نے تیوری چڑھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"کیوں؟؟؟دور کی نظر کمزور ہے کیا؟"

اس کے جواب بلکہ سوال پر وہ ستائشی انداز میں ابرو اچکا گیا۔

تمہارے معاملے میں تو سب کچھ ہی بہت کمزور ہے۔ چاہے پھر وہ دور کی "
"!!! نظر ہو یا میرا بیچارہ دل

اس کے چھچھورے پن پر وہ دانت پیس کر رہ گئی جو دن بادن بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔

"اپنا چھچھورا پن قابو میں رکھیں ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

وہ انگلی اٹھا کر تنبیہی انداز میں بولی تو باسم اس کی جرات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

ویل!! اس وقت تو میرے اندر کا چھچھورا پن مجھے بار بار اکسا رہا ہے"
"کہ۔۔۔۔

وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر اسے ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچ کر اس کے چہرے پر جھک گیا۔ مومل جو اس سب کے لئے تیار نہ تھی، اس کی حرکت پر اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ اس کے سینے پر دونوں ہاتھ مارتی اسے پیچھے کرنے کی کوشش کرنے لگی پر باسم آفریدی اس کی قربت کے نشے میں بری

طرح گم تھا۔اس کے مزاحمت کرتے ہاتھ بھی اپنے ہاتھ میں قید کر گیا۔اپنی من مرضی پوری کرنے کے بعد وہ پیچھے ہٹا اور دلکشی سے مسکراتا اس کے لال بھبھوکا ہوتے چہرے کو نظر بند کرنے لگا۔

"تمہارے یہ پھڑ پھڑاتے ہوئے ہونٹ قید کر لوں۔"

جملہ مکمل کرنے سے پہلے وہ اپنی کاروائی بھی مکمل کر چکا تھا۔

مومل غصے اور خجالت کے باعث مزید سرخ پڑتی ایک جھٹکے پیچھے ہٹی اور دوڑتی ہوئی تیزی سے باتھ روم میں بند ہو گئی جب کہ اپنے پیچھے سنائی دیتے قہقہے کو سنتی ضبط سے مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی۔

وہ جو مناہل کے متعلق بات کرنے والا تھا، بلکل غیر متوقع کارنامہ سرانجام دیتا روح تک سرشار ہو چکا تھا۔

"جسٹ ویٹ اینڈ واچ مائی سویٹی!!! باسم آفریدی اپنی سویٹی کو پھر سے محبت کے رنگوں سے آشنا کروا کر اس پر محبت کی برسات کر دے گا!!!"

وہ خود سے کہتا کچھ پل پہلے ہوئے حسین حادثے کو یاد کرتا سکون سے آنکھیں موند گیا۔

"ارمش کیا ہوا؟ اتنی پریشان کیوں لگ رہی ہیں؟"
ارسم اس کا ہاتھ دبا کر پوچھنے لگا۔
وہ دونوں ارسم کے دوست ولی کی شادی پر جا رہے تھے۔ ارمش جانا نہیں چاہ رہی تھی پر ارسم کے بار بار زور دینے پر جیسے تیسے راضی ہو ہی گئی۔ زنک کلر کا نفیس سا فراک پہنے وہ خوبصورت مگر پریشان لگ رہی تھی۔
"نن۔۔۔ نہیں تو۔"
ارسم کے پوچھنے پر وہ اپنی پرشانی چھپاتی ہلکا سا مسکرا دی تو وہ اس کے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کرتا مارکی کے اندر داخل ہو گیا جہاں بارات کا فنکشن ایرینج کیا گیا تھا۔

اسے اپنے دوست اور اس کی فیملی سے ملوا کر وہ اسے ایک ٹیبل پر بیٹھاتا دوسرے دوستوں کی طرف بڑھ گیا۔

وہ کنفیوز سی اس سمت دیکھ رہی تھی جہاں وہ کچھ دوستوں کے ساتھ کھڑا ہنسی مذاق میں مصروف تھا۔اسے دیکھ کر وہ مسکرادی۔وہ کسی کو بتا ہی نہ سکتی تھی کہ یہ شخص اسے کتنا پیاراا اور کتنا عزیز تھا۔

وہ ایسے ہی اسے دیکھنے میں گم تھی جب تین خواتین آکر اس کے پاس کھڑی ہو گئیں۔ان کی توجہ کا مرکز خود کو محسوس کرتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"السلام علیکم!!!"

اس نے پہل کی تو جہاں دو خواتین مسکرا کر جواب دینے لگیں وہیں تیسری نخوت سے اسے دیکھتی محض سی ہلا گئی۔

"ان سے ملو یہ ارسم کی وائف ہیں اور ارمش بیٹا یہ فری ہیں ارسم کے دوست ولید کی مدر اور یہ نازش ہیں علی کی مدر۔"

ولی کی ماں ارمش کا تعارف ان دونوں سے کروا کر اب باری باری ان دونوں کا تعارف ارمش سے کروانے لگیں۔ولی کی ماں عالیہ اور نازش خوش مزاجی سے بات کررہی تھیں جب کہ فری بیگم کے تیور عجیب ہی لگے ارمش کو۔

"ارے عالیہ ارسم نے شادی بھی کرلی۔ارسم کی کلاس لیتی ہوں میں جو اتنی پیاری سی لڑکی کو سب سے چھپا کر رکھا اور شادی کی خبر بھی نہ ہونے دی۔"

نازش بیگم ارمش کا گال چھوتی خوش مزاجی سے بولی تو ارمش جھینپ گئی۔

"ارے نازش کیا تم نہیں جانتی کہ ارسم کی شادی کن حالات میں ہوئی؟اس بیچاری لڑکی کا گینگ ریپ ہوا تھا اور ارسم کو کہیں سڑک سے کافی خراب حالت میں ملی تھی۔بیچارے نے ترس کھا کر اس سے شادی کرلی۔"

فری بیگم کی بات پر ارمش کا رنگ ایک دم سپید پڑ گیا۔

باقی دونوں خواتین اس اچانک بات پر ششدر سی کبھی فری کو دیکھتیں تو کبھی سپید پڑتی ارمش کو۔

"کیسی باتیں کررہی ہیں آپ؟"

عالیہ بیگم ناگواری سے بولیں تو فری بیگم طنزیہ ہنس دی۔

"آپ خود پوچھ لیں اس لڑکی سے کہ میں جھوٹ بول رہی ہوں یا۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنا جملہ پورا کر پاتی ارمش ایک دم تیورا کر منہ کے بل نیچے گری۔

تینوں خواتین ایک دم بوکھلا گئیں۔

دور سے اسے دیکھتا ارسم آفریدی ہاتھ میں پکڑا مشروب سے بھرا کانچ کا نازک گلاس وہیں پھینکتا بھاگتا ہوا ارمش کی طرف لپکا۔

وہ گھٹنوں کے بل اس کے پاس بیٹھتا تیزی سے اس کا رخ پلٹ کر اس کا سر اپنی گود میں رکھ گیا۔

ماتھا ایک جھٹکے سے زمین سے ٹکرانے کی وجہ سے پھٹ چکا تھا جس سے بہتا خون اس کے سر کے نیچے موجود ارسم آفریدی کے ہاتھ کو سرخ کرتا جارہا تھا جب کہ ہونٹ کی کنارے سے بہت خون گردن سے نیچے بہتا لباس کو رنگ

گیا تھا۔اس کی حالت دیکھ کر ارسم آفریدی کا کلیجہ منہ کو آگیا۔اس کے دل پر جیسے کسی نے پنجے گاڑھ دیے تھے۔

وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اسے بازوؤں میں اٹھا کر باہر کی سمت بھاگا تو صورت حال دیکھتا علی بھی اس کے پیچھے لپکا۔

ارسم گاڑی کے پاس پہنچا تو علی نے جلدی سے آگے بڑھ کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور خود ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

ارسم مومل کے گلے میں موجود دوپٹہ پکڑ کر سختی اس کے سر کے زخم پر جما گیا۔

ہوسپٹل پہنچ کر ارسم اسے باہوں میں لئے تیزی سے ایمرجنسی وارڈ کی طرف بڑھا۔

ڈاکٹر نے اسے باہر رکنے کو بولا تو وہ باہر بنچ پر بیٹھتا سر دونوں ہاتھوں میں گرا گیا۔علی بھی اس کے ساتھ بیٹھتا اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دینے لگا جس کے جواب میں وہ کچھ بول ہی نہ سکا۔

جیب میں پڑا اس کا موبائل بجنے لگا تو ارسم نے دیکھا باسم کی کال تھی۔ وہ گہرا سانس بھر کر خود پر قابو پاتا کال اٹھا گیا۔

"ہیلو!!"

"ارسم کہاں ہو تم لوگ ابھی تک واپس نہیں آئے اتنی رات ہو چکی ہے۔"

باسم آفریدی کی فکر پر وہ آنکھیں بند کرتا الفاظ ترتیب دینے لگا۔

"بھائی!!!! میں ہوسپٹل میں ہوں۔"

"کیوں خیریت؟؟ تم ٹھیک تو ہو نا؟؟"

"جی بھائی میں ٹھیک ہوں!!!"

"پھر ہوسپٹل کیا کر رہے ہو؟"

"ارمش ٹھیک نہیں ہے بھائی اسے ہوسپٹل لے کر آیا ہوں۔"

"کیا ہوا ارمش کو؟؟؟؟"

پتا نہیں بھائی ہم شادی پر ہی تھے میں دوستوں کے ساتھ تھا اچانک ہی" ارمش بیہوش ہو کر گر گئیں۔ان کے سر پر چوٹ آئی ہے کافی خون نکل رہا تھا بھائی۔"

پریشان کیوں ہو رہے ہو یار سب ٹھیک ہو جائے گا تم مجھے ہوسپٹل کا نام بتاؤ" میں آرہا ہوں۔"

ارسم نے ہوسپٹل کا نام بتا کر فون بند کر دیا اور نظریں ایمرجنسی وارڈ پر جما دیں۔اچانک اس کے ذہن میں ایک کوندا لپکا تو وہ موبائل جیب سے نکال کر تیزی سے ایک نمبر ملانے لگا۔

OOOOOO

"رانی!!!رانی!!!کہاں ہے یار"

نوریہ جو کچن میں کھڑی دوپہر کے کھانے کی تیاری کر رہی تھی راجہ کے پکارنے پر سر پر ہاتھ مار کر رہ گئی۔

"یہ جناب جس دن گھر ہوتے ہیں نہ تو خود کچھ کرتے ہیں اور نہ ہی مجھے کرنے دیتے ہیں۔اب بھی ضرور کوئی نہ کوئی نیا بہانہ تیار رکھا ہوگا مجھے بلانے کے لئے۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی کچن سے نکل کر کمرے کی طرف چل دی۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی اندر کی حالت دیکھ کر نوریہ کا سر چکرا گیا۔

"یہ۔۔۔یہ کیا کیا آپ نے۔"

وہ ایک ہاتھ سے سر تھامتی بکھرے ہوئے کمرے کو دیکھ کر چلائی جہاں ہر طرف بکھرے کپڑے کسی لنڈہ بازار کا منظر پیش کر رہے تھے۔

"یار رانی مجھے اپنی وہ کالی شرٹ نہیں مل رہی تھی جو تم نے مجھے گفٹ کی تھی بس وہی ڈھونڈتے ہوئے یہ تھوڑا بہت سامان بکھر گیا۔"

اس کے جواب پر آنکھیں پھیلا گئی۔

"تھوڑا بہت؟؟؟ یہ تھوڑا تو کہیں سے بھی نہیں البتہ بہت نہیں بہت زیادہ ہے۔"

اس کی بات پر وہ ایک شرمندہ نظر پورے کمرے پر ڈال گیا۔

"شرٹ ملی؟؟"

اب کہ وہ سخت تیور لئے آگے بڑھتی ہوئی بولی تو راجہ خجالت سے سر نفی میں ہلا گیا۔

اس کے جواب پر نوریہ آنکھیں سختی سے بند کرتی اپنے اندر تیزی سے امڈتے غصّے کو ضبط کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

راجہ دو قدم آگے بڑھتا اس کا ہاتھ تھام کر احتیاط سے اسے جھٹکا دیتے اپنی طرف کھینچ کر اس کے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں پر رکھ کر اپنے مضبوط بازو اس کی نازک کمر کی گرد لپیٹ گیا۔

"غصّہ کیوں کرتی ہے میری رانی!!!! یہ خادم ہے نا اپنی رانی کی خدمت کے لئے۔ پریشان مت ہو میں سب ٹھیک کر دوں گا۔"

وہ محبت سے کہتا اس کی پیشانی پر لب جما گیا۔ اس کا عقیدت بھرا بوسہ نوریہ کا سارا غصّہ اپنے ساتھ بھگا لے گیا۔

"اچھا چھوڑیں اب مجھے کچن میں جانا ہے کھانا بنانے۔"

وہ پیچھے ہٹنے لگی تو وہ اسے مزید خود سے قریب کر گیا۔

"چھوڑو ہر کام کو اور صرف میرے دل کی آواز سنو!!"

وہ اس کی گردن کے پیچھے ہاتھ رکھتا اس کا چہرہ اپنے سینے میں موجود دل کے مقام پر جما گیا۔

غور سے سنو میرے دل کی آواز۔ میرا بے چین دل تم سے کیا کہنا چاہ رہا ہے۔"

وہ اس کے کان کے قریب جھک کر سرگوشی کرنے لگا تو اس کی گرم سانسیں اپنی گردن پر محسوس کرتی نوریہ تھرا اٹھی۔

"کک۔۔۔ کیا کہہ رہا ہے آپ کا۔۔۔۔ دل!!!"

اس کے سوال راجہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھنسا کر نرمی سے پیچھے کی جانب کھینچتا اس کا چہرہ اپنے مقابل کر گیا۔ اور جھک کر اپنے لب نوریہ کی لبوں کے

قریب تر کر گیا یوں کہ اگر وہ ذرا سا ہلتی تو اس کے لب راجہ کے لبوں سے جا ملتے۔

"میرا دل کہہ رہا ہے کہ میں تمہاری سانسیں پی لوں۔"

راجہ کے لب نوریہ کے لبوں کے مقابل سرگوشیاں کرنے لگے تو وہ کپکپا اٹھی۔ راجہ ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر اس کے نازک پنکھڑیوں جیسے ہونٹ اپنی گرفت میں لے گیا اور قطرہ قطرہ اس کی سانسیں پینے لگا۔ نوریہ آنکھیں بند کرتی اس کے کندھوں پر جمے اپنے ہاتھ سرکاتی اس کی گردن میں حائل کر گئی۔

اپنی پیاس بجھانے کے بعد راجہ نے اپنے لب دھیرے سے نوریہ کے لبوں سے الگ کیے اور جھک کر اس کی لرزتی ہوئی پلکوں پر پھونک مار گیا۔

"نشہ بنتی جا رہی ہو تم راجہ کا۔"

وہ اس کے کان میں محبت بھری سرگوشی کرتا اس کی گردن میں چہرہ چھپا کر اس کے بدن سے اٹھتی خوشبو خود میں اتارنے لگا جب کہ اس کے ہاتھ نوریہ

کے بدن میں موجود اپنے وجود کے حصّے پر رقصاں تھے۔اس کی حرکتیں نوریہ کے جسم پر چیونٹیاں دوڑانے لگے۔

اس کا جسم لرزنے لگا تو راجہ اس کی گردن سے اپنا چہرہ اٹھاتا دھیرے سے اسے خود سے الگ کر گیا اور ایک تفصیلی بھرپور نظر اس کے بھرے بھرے خوب صورت جسم پر ڈال گیا۔اس کے وجود کا حصّہ اپنے وجود میں سجائے وہ اسے پہلے سے بھی زیادہ حسین لگتی تھی۔

اس کی گہری نظریں خود پر ٹکی دیکھ کر وہ شرم سے لال ہوتی بازوؤں پر بکھری چادر سے تیزی سے اپنا وجود ڈھک گئی تو اس کی حرکت پر وہ قہقہہ لگا گیا۔

"میری چیز مجھ سے ہی چھپا رہی ہو۔یہ تو بہت زیادتی ہے یار۔"

"!!!راجہ بہت بے شرم ہیں آپ"

وہ سرخ پڑتی اس کے سینے پر مکے برسانے لگی تو وہ پھر سے ہنس دیا۔

اچھا سنو کھانا مت بناؤ میں ایک کام سے جا رہا ہوں باہر ہی کھالوں گا اور" تمہارے لئے تمہارا فیورٹ پیزا لے آتا ہوں۔مجھے کام سے جانا ہے تو شاید

تھوڑی دیر ہو جائے تم پریشان مت ہونا اور سو جانا۔ میرے پاس چابی ہے گھر کی خود ہی دروازہ کھول لوں گا واپسی پر۔ اور ہاں !!!! جانے سے پہلے یہ سب سامان سمیٹ کر ہی جاؤں گا۔"

آخری بات پر نوریہ ہنس دی تو راجہ ایک بار پھر سے اس کی پیشانی چوم کر کام پر لگا گیا۔

تھوڑی دیر بعد جب کام ختم ہو گیا تو وہ پیزا نوریہ کو لا دے کر کام پر روانہ ہو گیا۔

پیزا کھانے کے بعد وہ کچن سمیٹ کر کمرے میں آگئی۔ اس کی پریگننسی کا ساتواں مہینہ شروع ہو چکا تھا تو اکثر ہی اس کے ہاتھوں اور پاؤں میں سویلنگ رہتی تھی۔ اب بھی تھوڑا سا کام کرنے اور کھڑے رہنے کی وجہ سے اس کے پاؤں سوج چکے تھے۔

راجہ ہر رات اس کے پیروں کی تیل سے مالش ضرور کرتا تھا۔ چاہے نوریہ جتنا مرضی منع کرتی پر وہ اپنا کام پورا کر کے ہی دم لیتا تھا۔

راجہ کا سوچتے اس کے ہونٹوں پر پیاری سی مسکان بکھر گئی۔وہ آرام کرنے کی نیت سے بیڈ پر سکون سے دراز ہو گئی۔

وہ گہری نیند میں تھی جب باہر کا دروازہ زور زور سے بجنے لگا۔اس نے سستی سے جمائی لیتے آنکھیں مسلی اور سامنے دیوار پر ٹنگی گھڑی میں وقت دیکھا تو شام کے سات بج رہے تھے۔

"اف میں اتنی دیر سوتی رہی!!!"

دروازہ مسلسل بج رہا تھا۔وہ چپل پیروں میں اڑستی باہر دروازہ کھولنے چل دی۔

اس نے دروازہ کھولا تو سامنے ہی چودہ پندرہ سالہ لڑکا حواس باختہ سا کھڑا تھا۔

"بھابھی جی جلدی چلیں غضب ہو گیا جی راجہ بھائی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔"

اس لڑکے کے الفاظ بجلی بن کر نوریہ پر گرے تھے۔

"کک۔۔کیا۔۔۔کیا کہہ رہے ہو تم؟کس نے کہا تم سے؟؟؟"

وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔اسے یقین ہی نہ آرہا تھا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں بھابھی جی محلے کے لڑکے انھیں ہسپتال لے کر گئے ہیں۔اماں نے کہا آپ کو بھی بتادوں۔آپ جلدی سے چلیں میرے ساتھ۔"

وہ نوریہ کے آنسوؤں سے تر چہرے کو دیکھتا افسوس سے بولا۔

"تم مجھے ساتھ لے جاؤ گے کیا پلیز؟؟؟میں بس چادر لے کر آتی ہوں۔"

نوریہ آنسو بہاتی تیزی سے کمرے کی طرف گئی اور بیڈ پر پڑی چادر اٹھا کر اپنے گرد اوڑھ کر گھر کی چابی پکڑتی باہر آئی جہاں وہ لڑکا کھڑا تھا۔

گھر کو تالا لگانے کے بعد وہ روتی ہوئی اس لڑکے کے ساتھ ہسپتال چل دی۔

ooooooo

وہ سکت بیٹھی اپنے ہاتھوں میں موجود ان کاغذ کے چند ٹکروں کو دیکھ رہی تھی جو اس کی زندگی کا فیصلہ کر چکے تھے۔

اس کی نظریں پورے صفحے سے ہٹ کر صرف دو لفظوں پر تھیں۔

"بلڈ کینسر"

یہ دو الفاظ اس چاند سی لڑکی کی زندگی کا فیصلہ کر چکے تھے۔ پھر وہ روتی روتی ایک دم مسکرا کر آسمان کی طرف سر اٹھا گئی۔

"!!!! یا اللہ تیری رضا میں میں راضی"

یہ الفاظ اس کے لبوں سے ادا ہوئے ساتھ ہی آنکھوں سے بہتے آنسو خشک ہو گئے۔ وہ واقعی اللہ کی رضا میں راضی تھی۔

○○○○○○○○

وہ سارے راستے روتی آئی تھی۔ ہسپتال پہنچ کر اس کا دل خوف کی شدّت سے تیزی سے دھڑکنے لگا۔ ریسیپشن پر راجہ کا پوچھتے وہ ایک کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

کمرے کے سامنے پہنچ کر نوریہ نے کانپتے ہاتھوں سے دروازہ کھولا تو سامنے ہی بستر پر وہ دشمن جاں سفید پٹیوں میں جکڑا پڑا تھا۔

سر پر سفید پٹی کی گئی تھی جو خون بہنے کی وجہ سے لال ہو رہی تھی۔ دائیں گال پر رگڑ لگی تھی۔ داہنا بازو اور ٹانگ پٹیوں میں بندھے تھے۔

اسے ایسی حالت میں دیکھ کر نوریہ کا کلیجہ منہ کو آگیا۔ وہ دونوں ہاتھ سختی سے منہ پر رکھتی اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹنے لگی۔ آنسو تیزی سے گالوں پر پھسلتے جا رہے تھے۔

راجہ جو کہ آنکھیں بند کیے بیڈ پر لیٹا تھا کسی کی موجودگی محسوس کرتا چونک کر ایک دم آنکھیں کھول گیا۔ اس کی آنکھیں سیدھا اس معصوم لڑکی سے ٹکرائیں جس میں راجہ کی جان بستی تھی۔

"آہ۔۔۔۔رانی!!!!"

وہ اسے پکارتا ایک دم اوپر کو اٹھا تو ٹانگ میں لگی چوٹ نے کراہ نکال دی۔

نوریہ دوڑ کر اس کی طرف لپکی اور اسے سہارا دے کر پیچھے لٹانے لگی۔ اس کا سر سرہانے پر سہی سے رکھتی وہ پیچھے ہٹنے لگی تو وہ اس کی کلائی تھام کر اسے خود سے نزدیک کر گیا۔ اسے چوٹ لگنے کے خوف سے نوریہ تیزی سے اپنا ہاتھ راجہ کے سر کے پاس بیڈ پر جما گئی۔

"مارنا چاہتی ہے؟؟؟"

اس کی بات پر نوریہ رونا بھول کر ہونق بنی اسکی شکل دیکھنے لگی۔

"کک۔۔۔کیا مطلب؟؟؟"

ہونق پن صرف چہرے پر ہی نہیں لہجے میں بھی واضح تھا۔

"جان سے مارنا چاہتی ہے نا مجھے؟"

اس کے سوال پر وہ بے یقین نگاہوں سے اسے تکتی تیزی سے نفی میں سر ہلانے لگی۔آنسو پھر سے رواں ہو چکے تھے۔

وہ اس کی گردن میں ہاتھ ڈالتا اس کا چہرہ جھکا کر اسے اپنے قریب تر کر گیا کہ نوریہ اپنی سانسیں روک کر رہ گئی۔

اگر مجھے مارنا نہیں چاہتی تو پھر یہ آنسو کیوں بہا رہی ہو جو میرے دل پر خنجر" کی طرح تیز وار کر کے میری جان لے رہے ہیں؟ جان چاہیئے تو صاف بولو اف کیے بغیر یہ جان تمہاری ہتھیلی پر رکھ دوں گا۔یہ آنسو بہا کر کیوں تڑپا رہی ہو؟ کافی ظالم ہو تڑپا کر مارنا چاہتی ہو۔"

اس کی ظالم بات پر وہ ضبط کھوتی بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دی تو راجہ اپنا ہاتھ اس کی گردن سے ہٹا کر بازو اس کی کمر میں ڈالتا اسے نرمی سے اپنے ساتھ لگا گیا اور سر جھکا کر اسے دیکھنے لگا جو اب اس کے زخموں سے چور وجود پر نیم دراز اس کے سینے پر سر رکھے رو رہی تھی۔ وہ لب سختی سے آپس میں پیوست کرتا اپنی تکلیف پر قابو پانے لگا۔

ترس کھا لو مجھ پر!!! اس طرح یہ قیمتی آنسو بے مول کر کے اور ان حسین" آنکھوں پر ستم ڈھا کر کیوں میرے کمزور دل کو مزید کمزور کرنے پر تلی "ہو۔

اس کے بے بسی بھرے لہجے پر وہ نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگی اور پھر دیکھتی ہی رہی۔

"!!! غور سے سنو"

وہ اس کا سر اپنے سینے میں موجود دھڑکتے ہوئے دل کے مقام پر رکھ گیا۔

"محسوس کر سکتی ہو؟؟؟"

وہ اس کا گال سہلاتا نوریہ سے پوچھنے لگا جو ساکت سی اس کے بے تحاشہ

دھڑکتے ہوئے دل کی دھڑکن صاف محسوس کر رہی تھی۔

"یہ حالت کر دیتی ہو تم میری۔ بستر پر بے بد پڑا ہوں۔ ایسے میں کیوں

"میرے ضبط کا امتحان لے رہی ہو۔

لہجے میں بے بسی ہی بے بسی تھی۔ نوریہ کو مزید زور کا رونا آنے لگا۔ وہ اونچا

لمبا مضبوط مرد واقعی اس نازک کلی کے سامنے ہار جاتا تھا۔

"میں بہت ڈر گئی تھی۔"

وہ اپنا ناک اس کی شرٹ سے صاف کرتی بتانے لگی۔

"!!!! میں محسوس کر سکتا ہوں"

وہ سر ہلا کر بتلانے لگا۔

"مجھے لگا آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی میری جان نکل جائے گی۔"

وہ اس کی شرٹ سختی سے اپنے ہاتھ میں جکڑ کر اس کے سینے میں سر چھپا گئی۔

ایسے کیسے نکل جاتی تمہاری جان۔ فکر مت کرو ہمارا ساتھ ازل سے ابد تک "

ہے۔"

وہ اس کا سر چومتا یقین دہانی کروانے لگا۔

"ہاں ہم صرف ایک دوسرے کے ہیں اور ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔"

وہ ضدی لہجے میں جتانے لگی تو وہ دھیرے سے ہنس دیا۔

"میں جانتا ہوں۔"

یقین بھرے لہجے میں مسکراہٹ کی آمیزش تھی۔

!!! کتنا روتی ہو یار!!!! میرے بے بی کو بھی اپنی طرح روندو بنا دو گی تم تو"

اس کی شرارت پر وہ جھٹکے سے سر اٹھا کر ماتھے پر تیوری چڑھائے اسے

گھورنے لگی۔

جی نہیں!!! میرا بے بی روندو نہیں ہو گا۔ وہ میری طرح معصوم اور بریو ہو "

گا۔"

اس کے گردن اکڑا کر کہنے پر وہ متاثر ہوتا سر ہلا گیا۔

"!!!!پر مجھے میرا بے بی میرے جیسا چاہئے"

وہ مسکرا کر اپنی فرمائش ظاہر کرتا اس کے گال پر جھولتی لٹ کانوں کے پیچھے اڑسنے لگا۔

"!!!کیا؟؟؟؟ مجھے اپنا بے بی ٹھرکی نہیں چاہئے"

اس کے یوں چیخ کر بولنے پر راجہ بھونچکا رہ گیا۔

"میں ٹھرکی ہوں؟؟؟"

وہ خود سے بڑبڑا کر رہ گیا وہ نوریہ اس کی بڑبڑاہٹ اچھے سے سن چکی تھی۔

"تو نہیں ہیں کیا؟ ہر وقت تو ٹھرک جھاڑتے رہتے ہیں میرے ساتھ۔"

وہ ناک سے مکھی اڑاتی بولی تو اس کی بہادری پر راجہ عش عش کر اٹھا۔

"!!!!!وہ ٹھرک نہیں میرا پیار تھا بیگم"

اس بیچارے کو تو صدمہ ہی لگ گیا تھا اس کی بات سے۔

"اچھا تو میں ٹھرکی ہوں نا!!!ابھی دکھاتا ہوں اپنا ٹھرک پن۔"

وہ اسے کھینچ کر احتیاط اپنے اوپر گرا گیا۔

"راجہ نہیں!!! ہم ہوسپٹل میں ہیں"

وہ چیخنے لگی پر وہ اس کی ایک بھی سنے بغیر اس کی سانسیں خود میں قید کر گیا جب کہ اس کی شرارت پر وہ خود کو کوس کر رہ گئی۔

ooooo

وہ جھنجھلائی سی اپنے پیروں میں موجود ہیلز کے ساتھ الجھ رہی تھی۔

باسم کی کوئی بزنس پارٹی ہے جس میں مومل کو ساتھ کے جانے کا شوشا وہ سب کے سامنے چھوڑ چکا تھا اور مومل کی ایک بھی سنے بغیر اسے پارٹی میں جانے پر فورس کر دیا گیا تھا۔

وہ مناہل کو ساتھ لے جانا چاہتی تھی پر باسم سب کے سامنے ہی کہہ چکا تھا کہ رات آنے میں کافی دیر ہی سکتی تھی اس وجہ سے مناہل کی نیند خراب ہو گی تو اسے ساتھ لے جانا مناسب نہیں جس کے جواب میں مومل صبر کے گھونٹ بھر کر رہ گئی۔

رات کے آٹھ بج چکے تھے اور باسم اب تک آفس سے واپس نہ لوٹا تھا۔

"!!!!لارڈ صاحب خود کہاں غائب ہیں اب"

ابھی اس کا بڑبڑانا جاری رہتا اس سے پہلے ہی دروازہ دھیرے سے کھلنے کی آواز مومل کو چوکنا کر گئی۔

چاہے جتنا مرضی نفرت کا پرچار کرتی پر اس ستمگر سے محبت تو آج بھی تھی اور بے تحاشہ تھی۔یوں سج سنور کر اس کے سامنے جانے سے مومک کے دل کی حالت غیر ہونے لگی۔دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی پر وہ دھڑکتے دل پر قابو پانے کی کوشش کرتی یوں ہی جھک کر ہیلز کی سٹرپ سے الجھنے لگی جو بند ہی نہ ہو رہی تھی۔

بھاری قدموں کی چاپ مومل کی اپنے نزدیک ہوتی محسوس ہوئی تو اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔

باسم آفریدی جو ابھی کمرے میں داخل ہوا تھا اندر پھیلی مسحور کن خوشبو اس کے حواسوں پر خوش گوار اثر چھوڑ گئی۔وہ آنکھیں بند کرتا گہری سانس بھر کر

اس خوشبو کو اپنے اندر اتارنے لگا جب چوڑیوں کی کھنک اس کے حواس بیدار کر گئی۔ وہ چونک کر آنکھیں کھول گیا۔

اس کی نظریں بے ساختہ سامنے نظر آتے دلکش منظر پر گئیں اور پھر وہیں جم کر رہ گئیں۔

سامنے ہی وہ اپسرا بلڈ ریڈ کلر کی ساڑھی پہنے اپنے حسن کے جلوے بکھیر رہی تھی۔ ریڈ کلر کی نیٹ کی سلیوز میں اس کے دودھیا بازو مزید دمک رہے تھے۔ لمبے (ارسم کے بقول چڑیلوں والے) ناخن بھی لال رنگ سے رنگے اس کی مخروطی انگلیوں کو چار چاند لگا رہے تھے۔

جھکنے کی وجہ سے گھٹاؤں سی زلفیں آدھی کندھے پر بکھری تھیں جب کہ آدھی چہرے پر پڑتی اس کا چہرہ ڈھک گئی تھیں۔

بوٹ گلے سے جھانکتی اس کی دودھیا گردن اس کو بہکانے لگی تھی۔ اس کے کانوں میں پہنے جھمکوں کے ساتھ باسم آفریدی کا دل بھی ڈولنے لگا تھا۔

وہ ٹرانس کی کیفیت میں قدم بڑھاتا اس کی طرف بڑھنے لگا۔ بے قرار دل ہمک ہمک کر اس دلنشین کی طرف جانے کی ضد کر رہا تھا۔

وہ اس کے قریب پہنچ کر اپنے قدم روک کر اپنا ہاتھ بڑھاتا اس کی ٹھوڑی تھام گیا تو مومل لرز اٹھی۔ باسم اس کی ٹھوڑی تھام کر اس کے چہرہ اٹھا گیا۔

کاجل سے لبریز نین کٹورے، گالوں کی لالی اور ہونٹوں کی سرخی باسم آفریدی پر خمار طاری کر گئے۔ ان کی نظریں آنکھوں سے پھسلتی لال ہونٹوں پر گئیں تو حلق میں کانٹے اگ گئے۔ وہ دوسرے ہاتھ سے گلے میں پہنی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرنے لگا۔ اس کی نظروں کا مرکز دیکھ کر مومل گڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہوئی اور ایک سائیڈ سے گزرنے لگی پر س کی ہیلز اسے عین موقع پر دھوکہ دے گئیں۔

"آہ!!!!!"

اس سے پہلے کہ وہ لڑکھڑا کر گرتی باسم تیزی سے اس کی کمر کے گرد بازو حائل کرتا اسے اپنی طرف کھینچ گیا۔

وہ دھک دھک کرتے دل کے ساتھ اس کے دونوں کندھوں پر اپنے ہاتھ جمائے خود کو اس کے اوپر گرنے سے روک گئی۔

"انٹرسٹنگ!!!!ویری انٹرسٹنگ"

اس کی گھمبیر سرگوشی سے وہ ہوش میں لوٹی۔

"چھوڑیں!!!"

وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹتی اس کے ہاتھ اپنی کمر سے ہٹا گئی تو اس کی حرکت پر وہ لب بھینچ کر رہ گیا پھر جانے کیا سوچ کر بے ساختہ مسکرا دیا۔

اس کی مزاحمت کی پرواہ کیے بغیر وہ اسے کندھوں سے تھام کر پیچھے سٹول پر بیٹھا گیا اور خود ایک گھٹنا زمین پر ٹکائے اس کے سامنے بیٹھ کر اس کی ٹانگ تھام کر اس کا پاؤں اپنے گھٹنے پر رکھ گیا۔

وہ حق دق سی اس کے عمل کو دیکھ رہی تھی۔وہ کسمسا کر اپنا پاؤں پیچھے کرنے لگی تو وہ اس کی پنڈلی تھام کر اسے گھور گیا جس پر وہ چپکی بیٹھی رہ گئی۔

باسم نے ساڑھی اس کے پاؤں سے اوپر کی جانب کھسکائی تو اس کی گوری پنڈلیاں باسم آفریدی کا دل بے ایمان کرنے لگیں۔ باسم نے ہاتھ ہولے سے اوپر کھسکاتے اس کی پنڈلیوں کو دھیرے سے چھوا تو وہ کانپ اٹھی۔ اس کی سرخ پڑتی رنگت باسم کو مزید گستاخی پر اکسا رہی تھی پر وہ جانتا تھا اس کے نتیجے میں وہ بھڑک اٹھے گی اسی لئے اپنے دل کو تھپک کر چپ کروانے لگا۔ وہ باری باری اس کے دونوں پاؤں میں ہیلز پہنا کر سٹریپس بن کر گیا تو وہ تیزی سے اٹھتی ڈریسنگ ٹیبل کے آگے جا کھڑی ہوئی جب کہ وہ اس کی پھرتی دیکھتا رہ گیا۔

گھڑی پر نظر پڑتے ہی اسے دیری کا احساس ہوا تو الماری کے باہر ہینگ ہوئے کپڑے تھام کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

وہ تیار ہو کے باہر آیا تو مومل بیڈ پر بیٹھی ہاتھ میں پکڑے موبائل پر کسی سے بات کر رہی تھی۔ وہ اسے ایک نظر دیکھتا ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑے ہو

کر بال خشک کرنے لگا۔اس کی نظریں بھٹک بھٹک کر اس اپسرا کی طرف ہی جا رہی تھیں جو اس سے بے نیاز بیٹھی تھی۔

ایک دم وہ اٹھی اور سہج سہج کر چلتی اس کی طرف آئی۔اس کا خوبصورتی سے تراشا گیا بدن ایک دفعہ پھر سے باسم آفریدی کے حواس سلب کرنے لگا تھا۔ مومل اس سے کچھ فاصلے پر کھڑی ہوتی اپنا موبائل اس کی طرف بڑھا گئی۔

"آپ کال نہیں پک کر رہے بڑے پاپا کی۔یہ لیں بات کریں۔"

سپاٹ انداز میں کہتی وہ اپنا موبائل اس کی طرف بڑھا گئی۔وہ موبائل اس کے ہاتھ سے تھام کر کان سے لگا گیا تو مومل ڈریسنگ ٹیبل پر بکھرا سامان سمیٹنے لگی۔

وہ بات کر چکا تو کال بند کر کے اس کا موبائل اپنے ہاتھ میں گھمانے لگا۔مومل اسے کمرے کے وسط میں کھڑے اپنے موبائل کے ساتھ سرکس کرتے دیکھ کر آنکھیں گھماتی اس کی طرف بڑھی اور اپنا ہاتھ سامنے پھیلا گئی۔

اس کی شفاف ہتھیلی دیکھ کر وہ دلکشی سے مسکرا دیا۔

باسم نے دوسرا ہاتھ جیب سے نکالا اور اپنے سامنے پھیلا مومل کا نازک ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں پکڑ کر اسے اونچا کر کے گھما گیا۔اس کے گھومنے سے اس کی ساڑھی کا پلو بھی اس کے ساتھ رقص کرنے لگا تھا۔مومل حیران پریشان سے یہ صورت حال سمجھنے سے قاصر تھی۔باسم نے مومل کو گھما کر اسے اپنے بازو پر ڈالا تو مومل چکراتے سر کے ساتھ اس کا کالر دونوں ہاتھوں میں سختی سے دبوچ کر آنکھیں سختی سے میچ گئی۔باسم آفریدی بے خود ہوتا اس کے چہرے پر جھک کر اس کے نشیلے لبوں پر اپنی محبّت کی چھاپ چھوڑنے لگا۔اسکی اکھڑتی سانسیں محسوس کرتا وہ خود پر ضبط کرتے ہوئے پیچھے ہٹا اور اس کے بھیگے لبوں کو دیکھ کر پھر سے مدہوش ہونے لگا پر اس کی حالت دیکھ کر خود پر قابو پاتے اپنے عنابی لب اس کی خم دار پلکوں سے سجی آنکھوں پر جما گیا۔

"!!!!میرے لئے نشے کی بند بوتل ہو تم"

اس کی گھمبیر بے باک سرگوشی سن کر مومل ہوش میں آتی جھٹکے سے پیچھے ہٹی اور خفت سے ڈریسنگ روم میں جا بند ہوئی۔اس کے کترانے پر وہ سر نفی میں ہلا کر رہ گیا۔

بیٹا اور بن تیس مار خان اور چھوڑ کر جا اپنی محبت کو۔شادی شدہ ہو کر بھی" کنوارا رہے گا تو شاید ساری عمر۔

وہ خود سے بڑبڑاتا اپنی تیاری کرنے لگا۔

---

ایک گہری چپ تھی جو ارمش کے ہونٹوں پر ڈیرا ڈال چکی تھی۔آفریدی ولا کا ایک ایک فرد اسے سمجھا سمجھا کر تھک چکا تھا اور ایک وہ تھی کہ ان کی باتوں کے جواب میں خاموشی سے سر ہلا دیتی بس۔

ارسم آفریدی واقعی جگرے والا مرد تھا جو اس ٹوٹی بکھری لڑکی کو کسی آبگینے کی طرح سینچ سینچ کر رکھ رہا تھا۔اپنی بے تحاشہ محبت اس پر لٹا رہا تھا۔اپنی عزت کی چادر میں اسے چھپا کر رکھ رہا تھا پر ایک وہ تھی جو سارے زمانے کے

ساتھ ساتھ اس سے بھی خفا محسوس ہوتی تھی پر کوئی کہاں جانتا تھا کہ وہ خود سے ہی خفا تھی۔

اب بھی وہ سفید سادہ سے جوڑے میں سوگوار سی بیٹھی لایعنی سوچوں میں قید تھی جب ارسم آفریدی دھیرے سے اس کے پہلو میں آکر نیم دراز ہو گیا۔

"سوفٹی!!!!!"

اس کی پیار بھری پکار پر بھی وہ متوجہ نہ ہوئی تو ارسم اسے کہنی سے پکڑ کر پیچھے کو اپنی جانب کھینچ گیا۔

"آہ!!!!!!"

اس کے کھینچنے پر ارمش ایک دم بوکھلا گئی اور کٹی ہوئی ڈال کی مانند اس کے سینے پر جا گری۔ ارسم اس کی کمر کے گرد اپنا بازو حائل کرتا اسے خود کے اور بھی نزدیک کر گیا۔

وہ پھیلی آنکھوں اور کھلے منہ سے اس کی کاروائی کو سمجھنے کی کوشش میں تھی۔

اس کے نیم واگلابی لب ارسم آفریدی کو کسی شدّت بھری گستاخی پر اکسا رہے رہے اور آج اتنے ماہ گزر جانے کے بعد پہلی دفعہ وہ اپنے بے قرار دل کی پکار سنتا اسے پیچھے گردن سے پکڑ کر خود پر جھکا گیا۔

ارمش پھٹی پھٹی نظروں سے یہ سب ملاحظہ کر رہی تھی۔اسے یقین ہی نہ آ رہا تھا کہ ایسا ارسم آفریدی نے کیا ہے۔اتنے مہینے گزر جانے کے بعد بھی اس نے ایسی گستاخی کبھی نہ کی تھی پھر آج اس کے جذبات اتنے منہ زور کیوں ہو گئے تھے۔

اپنی من مرضی کرتا وہ پیچھے ہٹا اور کروٹ بدل کے ارمش کو نرمی سے بیڈ پر لٹا کر خود اس کی دائیں بائیں ہاتھ رکھتا اس کے اوپر جھک گیا اور گہری نظروں سے اس کی سرخ رنگت اور پھولی ہوئی سا۔سانسیں نظر بند کرنے لگا۔

"!!!!!!ارمش"

اس کی گھمبیر آواز میں کی گئی سرگوشی ارمش کا دل دھڑکانے لگی۔وہ پہلی مرتبہ اسے اس کے نام سے پکار رہا تھا اور ارمش کو آج پہلی دفعہ اپنا نام اس

قدر دلکش لگ رہا تھا۔ اس کی پکار پر وہ دھیرے سے لرزتی پلکوں کی جھالڑ اٹھا کر اس کو گہری آنکھوں میں جھانکنے لگی پر لمحہ بھر ہی ایسا کر سکی پھر واپس اس کی پلکیں گلابی عارضوں پر جھک گئیں۔

قرآن پاک میں اللہ پاک فرماتا ہے کہ پاک عورتوں کے لئے پاک مرد اور "

"بد عورتوں کے لئے بد مرد!!! جانتی ہیں؟؟؟

اس کی سوال پر وہ دھیرے سے سر ہلا گئی۔

ارسم پیچھے ہٹتا کہنی کے بل اس کے پہلو میں دراز ہو کر دوسرے ہاتھ میں اس کا پسینے سے نم ہاتھ تھام گیا۔

اپ کو میں کیسا مرد لگتا ہوں؟؟؟"۔"

اب کہ ارمش اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔

"!!!!پاک مرد"

اس کے ہونٹوں سے بے ساختہ یہ الفاظ پھسل کر باہر آئے تھے۔

"پھر میرے حصّے میں کسی عورت آنی چاہئے؟"

وہ اس کا ہاتھ ہولے سے اپنے ہاتھ میں دبا کر اسے گرم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

"!!!پپ۔۔۔پاک عورت"

جواب دینے کے ساتھ ہی اپنے اس خسارے پر ارمش کا دل کرلایا۔اسے شکوہ ہونے لگا۔وہ پاک کیوں نہیں تھی؟اس قدر محبت کرنے والی جان لٹانے والا پاک مرد اسے اس حالت میں کیوں نہیں مل سکتا تھا کہ وہ بھی پاک ہوتی۔اس کا کیا قصور تھا جو وہ ناپاک کر دی گئی۔

"میرے نکاح میں کون عورت ہے؟؟؟"

ارمش کا سانس بند ہونے لگا۔

مم۔۔میں!!!"۔"

اس کی یک لفظی جواب پر وہ جھک کر اس کی پیشانی کو اپنے لمس سے معطر کر گیا۔

جب اللہ نے خود یہ وعدہ کیا ہے کہ جیسا مرد ہو اسے ویسی ہی عورت ملتی ہے تو مجھے پاک جانتے ہوئے آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ آپ ناپاک ہیں۔ اللہ اپ نے کسی بندے کے ساتھ بھی ناانصافی نہیں کرتا۔ وہ سب سے بہتر منصف ہے۔ آپ ایک پاک عورت ہیں۔ شبنم کے پہلے قطرے کی طرح پاک۔ خود کو ناپاک تصور کر کی خود کو گنہگار مت کریں۔"

اب کی بار ارمش ضبط کھوتی پھوٹ کر رو دی۔

پھر ہمارے ساتھ ایسا کیوں ہوا ہسبنڈ ہماری عزت کیوں خراب کی گئی ہمیں کیوں نوچا گیا ہمارا کیا قصور تھا۔"

ارسم اسے سینے سے لگا کر نرمی سے اس کی پیٹھ تھپتھپانے لگا۔

قصور آپ کا نہیں میری جان۔ اللہ پاک اپنے بندوں کو دے کر بھی آزماتا ہے اور لے کر بھی۔ وہ آپ کو لے کر آزما رہا ہے۔ آپ کو آزمائش پر پورا اتر کر صبر کا انعام حاصل کرنا ہے ناشکری کر کے اللہ کو ناراض نہیں کرنا۔ سمجھ رہی ہیں نا۔"

اس کے الفاظ ارمش کے جلتے ہوئے زخموں پر ٹھنڈی میٹھی پھوار کی طرح اثر انداز ہو رہے تھے۔ وہ پر سکون ہوتی اس کی سینے پر سر رکھے پڑی رہی۔

"اب کیا سوچا آپ نے پھر؟"

اس کے سوال پر وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"ہم اب ناشکری نہیں کریں گی بلکہ اللہ کا شکر ادا کریں گے اور صبر کریں گے۔ اللہ ہم سے خوش ہو کر ہمیں انعام دے گا پھر۔"

اس کی معصومیت بھری تفصیل پر وہ مسکرا کر پھر سے اس کا ماتھا چوم گیا۔

"شاباش میری جان!!! پر اللہ کو خوش کرنے کا ایک اور طریقہ بھی ہیں!!"

اس کی نرم آواز آخر میں سرگوشی میں تبدیل ہوئی تو ارمش نظر اٹھا کر سوال کرنے لگی۔

"وہ کیا؟؟؟؟"

وہ جاننے کو بے تاب تھی۔

"ہسبنڈ کو خوش کریں اللہ پاک خود ہی خوش ہو جائے گا۔"

اس کی سرگوشی پر ارمش کی آنکھوں میں استعجاب در آیا۔

"ہسبنڈ آپ ہم سے خوش نہیں ہے کیا؟"

وہ ایک دم روہانسی ہوئی تو ارسم بوکھلا اٹھا۔

"نن۔۔نہیں میری جان ایسا کب بولا میں نے۔پر ہسبنڈ کو زیادہ خوش کرنے کے لئے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے جس سے وہ مزید خوش ہوتا ہے۔"

وہ اس کی عقل کے مطابق اس کے دماغ میں بات ڈالنے لگا جسے سن کر وہ مزید الجھ گئی۔

"مثلاً؟؟؟"

اس کی الجھن دور کرنے کی خاطر وہ لب دباتا اس کے اپر جھک گیا۔

"اس کے قریب ترین آکے۔اسے پیار کر کے۔اس کی سانسیں خود میں الجھا کے۔اپنے تن سے اس کا تن مہکا کے۔"

اس کی گھمبیر سرگوشیاں ارمش کی جان لینے لگیں۔

وہ اپنی بھیگی ہتھیلیوں کو اس کی آنکھوں پر جما گئی تو ارسم قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

کرو گی میری خواہش پوری؟"۔"

وہ اس کے کان کے قریب جھکا تو اس کے لب ارمش کے کان اور گردن کو چھونے لگے۔اس کا دل باہر آنے کو بیتاب ہو گیا.

"بولیں؟؟*

اس کے اسرار پر وہ گھبراتی شرماتی اس کی گردن میں بازو ڈال کر اس کے سینے میں چھپی تو اس کی رضامندی جانتا ارسم آفریدی اسے خود میں بھینچ گیا۔

oooooooo

مومک گھریلو حلیے میں موجود تھی۔سادی کالی شلوار قمیض پہنے بالوں کا جوڑا بنائے وہ مناہل کے گندے کپڑے اکٹھے کر رہی تھی تا کہ لانڈری میں بھیج سکے۔کپڑے اکٹھے کر کے ٹوکری میں ڈالنے کے بعد وہ کمرے سے نکلنے لگی جب اندر داخل ہوتا باسم اس کا راستہ روک گیا۔

"پیچھے ہٹیں مجھے باہر جانا ہے۔"

مومل کے کہنے پر باسم اور پھیل کر کھڑا ہو گیا۔اس کی حرکت پر وہ لب بھینچ

تی اپنا غصّہ قابو کرنے لگی۔

"راستہ دیں۔"

اب کے ضبط سے بولی۔

"تمہارا ہر راستہ مجھ تک ہی آتا ہے۔"

وہ آنکھوں میں طنز سجائے اس خوش فہم انسان کو دیکھنے لگی۔

ہنہہ!!!!"۔"

مومل ہنکار بھر کر رہ گئی۔

باسم نے اس کے ہاتھ سے ٹوکری پکڑ کر نیچے رکھی اور خود اسے کندھوں سے

تھام کر کمرے کے اندر لے جا کر اندر سے دروازہ بند کر دیا۔

"ایسا کب تک چلے گا؟"

وہ اس کے سپاٹ چہرے کو دیکھتا سوال کرنے لگا۔

"کیسا؟"

ہنوز سپاٹ انداز۔

بس کردو مومل۔ کب تک نفرت نفرت کھیلو گی۔ اتنے ماہ گزر چکے ہیں "

" ہماری شادی کو پر تمہارا رویہ ہے کہ سہی ہو ہی نہیں رہا۔

وہ تھک چکا تھا اب اس روٹین سے۔

"میری اتنی توجہ بھی تم پر اثر نہیں کر رہی ؟؟؟"

وہ مستفسر ہوا۔

"مجھے نظر اندازی کے بعد دی گئی توجہ سے نفرت ہے۔"

وہ اپنے کندھے اس کی گرفت سے چھڑوانے کے جتن کرنے لگی۔

"میری دی ہوئی خوشیاں تمہارے لئے کوئی معنی نہیں رکھتیں ؟؟"

ایک اور سوال۔

"مجھے دکھ کے بعد دی گئی خوشی سے نفرت ہے۔"

اس کے انداز میں بلکل بھی لچک نہیں تھی۔

"میں تمہیں۔۔۔ میں تمہیں پیار بھی تو دے رہا ہوں۔"

اس کا التجائیہ لہجہ مومل کو ڈگمگانے لگا پر وہ سٹل رہی۔

"مجھے تکلیف اور دھتکار کے بعد دی گئی محبت سے نفرت ہے۔"

باسم اس کے ایسے لہجے پر بے یقین سا تھا۔

وہ وقت کا تقاضہ تھا مومل۔ ہم مل کے سب سہی کر سکتے ہیں۔ میں تمہیں"

سب کچھ دوں گا۔ مان، محبت، یقین، عزت، اپنا ساتھ!!!! سب کچھ!!! پر

"اب سب بھول جاؤ پلیز۔

وہ بے بس اور ملتجی ہوا۔

مجھے سب کچھ چھین کر واپس منہ پر مارنے والے سے نفرت ہے کیوں کہ"

"!!!!!میں کوئی بھی بات بھلا نہیں پاتی۔ نفرت ہے مجھے سمجھے آپ

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہ پھنکاری اور اس کا ساکت وجود دیکھتی اسے

پیچھے دھکیل کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

باسم نے اسے نہیں روکا۔ وہ اس حالت میں رہا ہی نہیں تھا کہ اسے روک

پاتا۔

"شاید میں نے اپنی سویٹ کو کھو دیا۔"

الفاظ پھڑ پھڑاتے ہوئے اس کے منہ سے ادا ہوئے اور پھر اس کے بعد گہری

!!!!!چپ

ooooo

وہ دونوں وجود اس وقت ساحل کنارے بیٹھے ایک دوسرے کی خاموشی سن رہے تھے۔ ان کا معمول بن گیا تھا ہر شام یہاں چلے آنا اور پھر کچھ وقت وہیں بیٹھے رہنا۔

!!!!دونوں ہی محبت کے مارے ہوئے تھے اور دونوں کی محبت یک طرفہ

ایک کی لاحاصل ٹھہری تھی پر کیا پتا دوسرے کو مل جاتی۔ پر کون جانے نصیب کے کھیل۔

"!!!!!دریہ"

زین کی پکار پر دریہ نے گردن ترچھی کر کے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

!!!! وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ دم سادھے، بنا پلکیں جھپکے

دریہ کو بھی اب عادت ہو گئی تھی ان نظروں کی۔وہ محبت نگر کی باسی تھی کس طرح انجان رہ سکتی تھی کسی کی محبت بھری نظروں سے۔

"کیا کہنا چاہ رہے آپ؟؟؟"

اس کی آواز پر زین نے سر جھٹک کر خود کو ہوش دلایا۔

"ایک بات پوچھوں؟؟"

دریہ نے محض سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا۔

"اب تک ارسم آفریدی سے محبت کرتی ہو؟"

دریہ کے بقول جان چکا تھا اس کی رام کتھا۔ہاں وہ اب رازدار تھا اس کا۔واحد

رازدار!!!

اس کے سوال پر وہ اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔

"کیا سننا چاہتے ہیں؟"

اس کی بات زین مسکرا دیا۔

"وہی جو سچ ہے!!!"

دریہ سر ہلا گئی پھر اس نے ہولے ہولے بولنا شروع کیا تو زین کے جسم کا ہر عضو کان بن گیا۔

جس دن ارسم کی شادی تھی میں نے اس دن ہی خود سے وعدہ کر لیا تھا کہ * اب خود سے ان کو یاد کرنے کی کوشش نہیں کروں گی۔ وہ کسی اور کی امانت ہیں اب۔ حلال تو مجھ پر پہلے بھی نہیں تھے پر اب بلکل حرام ہو چکے تھے۔ کسی دوسرے انسان کی چیز پر میں نے آج تک نظر نہیں رکھی یہاں تو پھر پورا انسان ہے۔ ہاں یہ نہیں کہ محبت نہیں رہی۔ محبت اب بھی ہے پر اس محبت کو دل کے نہاں خانوں میں چھپا چکی ہوں۔ اب تو عرصہ ہوا دیکھے اور جیسے "عکس بھی دھندلانے لگا ہے۔

زین یاسیت سے اس کا تکان زدہ دلکش چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"کتنا مشکل ہوتا ہے نا اپنی محبت کے منہ سے اس کی محبت کا ذکر سننا۔"

"!!!! ہاں شاید"

دریہ محض سر ہلا گئی۔بے خبر تو نہ تھی اس کے سوال میں چھپے مطلب سے پر بے بس تھی۔ سخت بے بس!!!!!

"دریہ!!!!"

اس کی پکار پر وہ پھر سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔

"آپ اداس مت رہا کریں۔ میں آپ کو خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔بہت زیادہ خوش۔میں نے آج تک آپ کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔کیا آپ ایک دوست کے لئے اتنا سا کام کر سکتی ہیں؟"

زین کی بات کے جواب میں وہ آنکھیں موند گئی۔وہ اس کے چہرے کو دیکھتا رہا۔پھر اس نے آنکھیں کھولی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔زین بھی اس کی تقلید میں کھڑا ہو گیا۔

"ہاں میں کر سکتی ہوں۔میں نہیں جانتی میری یہ زندگی کتنی ہیں۔میری کتنی سانسیں باقی ہیں پر زین!!!میں نے اپنی زندگی کے بہت سے قیمتی سال اداسی اور یاسیت میں گزارے ہیں۔اب تک میں زندگی گزار رہی تھی پر اب

میں زندگی جینا چاہتی ہوں۔ میں اداس اور غمزدہ رہ رہ کر تھک چکی ہوں۔ میں

"اب خوش رہنا چاہتی ہوں جینا چاہتی ہوں۔

دریہ کی آنکھوں سے موتی پھسل کر نیچے ریت پر گرنے لگے۔ یہ شاید اس

کے اندر کا غبار تھا جو آنسوؤں کے ذریعے باہر نکل رہا تھا۔ اس کی باتوں پر زین

کی آنکھیں چمک اٹھی۔

اسے یقین تھا وہ اس اداس چاند کو زندگی کی طرف واپس لے آتا ایک دن

ضرور اور اسے اس دن کا شدّت سے انتظار تھا۔

"تو پھر کہاں سے شروعات کی جائے؟؟؟"

دریہ نے اپنے سامنے کھڑے اس خوبروجوان کو دیکھا جو پینٹ کی جیبوں میں

ہاتھ ڈالے پر شوق نگاہیں اس پر جمائے کھڑا تھا۔

رات ہونے والے ہے ابھی مجھے گھر جانا ہے۔ ٹیکسٹ کر کے بتادوں گی"

"آپ کو۔اب چلیں؟؟

وہ کہتی واپسی جانے کے لئے مڑ گئی تو وہ بھی سر ہلاتا اس کے ہم قدم ہو گیا۔

○○○○○○○

"راجہ!!!!"

نوریہ کی پکار پر راجہ نے گردن جھکا کر اسے دیکھا جو اس کے سینے پر سر رکھے اس کی شرٹ کے بٹنوں سے کھیل رہی تھی۔

"بولو میری جان!!!!"

وہ اس کے سر پر بوسہ دے کر محبت بھرے لہجے میں بولا۔

"آپ مجھ سے کتنا پیار کرتے ہیں؟؟؟؟"

وہ سر اونچا کرتی اسے دیکھتی سوال داغ گئی تو راجہ کے چہرے کو مسکان نے چھو لیا۔

"انسان کے زندہ رہنے کے لئے سب سے زیادہ ضروری کیا چیز ہوتی ہے؟؟؟"

وہ سوال کے بدلے سوال کر گیا۔

"اس کی سانسیں۔"

کچھ لمحے سوچنے کے بعد وہ جواب دے گئی۔

ہاں سہی کہا۔ میرے سوال کا جواب تو مجھے مل گیا اب آتے ہیں تمہارے "

"سوال کی طرف۔

اسے کہتا وہ کروٹ بدل کر اسے بیڈ پر لٹاتا خود اس کے اوپر جھک آیا اور کہنی کے بل لیٹ گیا۔

میری سانسوں سے زیادہ ضروری ہو تم میرے لئے۔ میں بھتر حوروں کا"

"اکلوتا دلبر اگر تم پر فدا ہوں تو سوچ لو کس قدر اہم ہو تم میرے لئے۔

اس کے خوبصورت اظہار پر وہ مبہوت سی اس کی آنکھوں میں جھانکتی رہی۔

"کیا ہوا ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟"

اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے وہ اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اسے خود پر جھکا گئی۔

اس کا چہرہ ہاتھوں میں بھرے وہ اپنے لب نرمی سے اس کے ماتھے پر رکھ گئی۔ راجہ پر سکون ہوتا آنکھیں بند کر کے اس خوبصورت اور روح افزا احساس کو محسوس کرنے لگا۔

"میں ہمیشہ کوشش کروں گی کہ آپ کی محبت کا مان رکھ سکوں۔"

وہ اپنا ماتھا اس کے ماتھے سے ٹکا گئی۔

راجہ کا موبائل ایک دم بجنا شروع ہوا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور کال ریسیو کرتا مقابل سے بات کرنے لگا۔ اسے موبائل میں مصروف دیکھ کر نوریہ بھی اٹھ بیٹھی اور اپنے بکھرے بال سمیٹنے لگی۔

بال سمیٹنے کے بعد وہ اٹھی اور بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر پڑی چادر اٹھا کر اپنے وجود کے گرد اوڑھ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

کال ختم ہونے کے بعد راجہ نے کمرے کو ایک نظر دیکھا جو خالی تھا۔ وہ بیڈ سے اٹھا اور پیروں میں چپل اڑس کر کمرے سے باہر آگیا۔ کچن سے کھٹر پٹر

کی آوازیں سنائی دیں تو راجہ اسی طرف چل دیا جہاں وہ فریج سے جوس کا ڈبہ نکال رہی تھی۔

"مجھے ایک کام سے جانا پڑ رہا ہے۔ بہت ضروری کام ہے یار امید ہے دو تین گھنٹوں میں واپس آجاؤں گا۔ رات کا کھانا ہم ایک ساتھ ہی کھائیں گے۔ تم اپنا اور میرے بے بی کا بہت سادھیان رکھنا اور اب کوئی کام کرنے مت بیٹھ جانا ورنہ بہت پٹو گی مجھ سے سمجھی۔"

اس کی پیار اور فکر بھری دھمکی پر وہ مسکرا دی۔

"اوکے جناب جیسا آپ کا حکم۔"

وہ مسکراتی ہوئی جوس گلاس میں ڈالنے لگی۔

"اچھا نا!!! شوہر گھر سے باہر جا رہا ہے اسے اچھے سے رخصت تو کرو۔"

اس کی چالاکی پر وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"تم سے کچھ نہیں ہو گا مجھے خود سے کرنا پڑے گا۔"

راجہ کہنے کے ساتھ نوریہ کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اس کی سانسوں پر دسترس حاصل کر گیا تو وہ اس کا کالر اپنی مٹھیوں میں بھینچ گئی۔

پیچھے ہٹ کر اس نے نوریہ کا چہرہ دیکھا جو لال ہو چکا تھا جب کہ پلکیں لرز رہی تھیں۔وہ جھک کر اس کی پیشانی چوم گیا۔

"جارہا ہوں بہت دھیان رکھنا اپنا اور میری جان کا۔دروازہ اچھے سے لاک کر لو اور کھولنا مت کوئی بھی آئے اگر۔میں جب واپس آؤں گا تو خود ہی کھول لوں گا چابی ہے میرے پاس۔اللّٰہ حافظ!!!"

وہ اسے ڈھیر سی نصیحتیں کرتا اس کا گال تھپتھپاتا گھر سے نکل گیا تو وہ بھی مسکراتی ہوئی دروازہ لاک کرتی کچن سے جوس کا گلاس پکڑتی کمرے میں چلی گئی۔

جوس پینے کے بعد وہ موبائل پکڑ کر لیٹ گئی اور کینڈی کرش گیم کھیلنے لگی۔

اسے گیم کھیلتے ابھی دس منٹ ہی گزرے تھے جب کسی ان ناؤن نمبر سے اس کے موبائل پر کال آنے لگی۔اس نے کال کاٹ دی پر سامنے والا بھی

خاصا ڈھیٹ تھا جو بار بار کال کرتا جا رہا تھا۔جب چھٹی دفعہ کال آئی تو نوریہ جھنجھاتی ہوئی کال اٹھا گئی۔

"ہیلو!!!"

"ہیلو نوریہ یہ میں ہوں حاشر!!!نوریہ پلیز کال بند مت کرنا مجھے تم سے بہت زیادہ ضروری بات کرنی ہے۔میری بات سن لو بس پلیز اس کے بعد کال بند کر دینا چاہے۔"

حاشر کی آواز سن کر وہ کال کاٹنے والی تھی پر اس کے اسرار کرنے پر اس کا التجائیہ لہجہ دیکھتی لب بھینچ کر اس کو بولنے کا موقع دے گئی۔

اس کی خاموشی پر حاشر نے اس کی رضامندی محسوس کرتے اپنی بات جاری رکھی۔

"نوریہ ہمارے ساتھ بہت بڑا دھوکہ ہو گیا ہے۔راجہ کو جیسا ہم سمجھتے ہیں وہ ویسا نہیں ہے۔وہ ایک بہت بڑا گنڈا ہے۔اس کا تعلق مافیا سے ہے۔وہ بہت بڑا بہروپیہ ہے۔"

اس کی بات سنتی نوریہ بے یقین سی تھی۔

"آ۔۔آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔راجہ ایسے بلکل بھی نہیں ہیں۔آپ نے کیسے سوچ لیا کہ آپ کی کسی گھٹیا بات پر یقین کرلوں گی میں۔خبردار اگر آج کے بعد مجھے کال کرنے کی کوشش بھی کی۔"

اس کے الزام پر نوریہ بھڑک اٹھی۔

"میں جھوٹ نہیں بول رہا بلکل سچ کہہ رہا ہوں میرے پاس ثبوت موجود ہیں۔تمہیں اگر نہیں یقین آرہا تو میں تمہیں ایک ایڈریس سینڈ کرتا ہوں تم وہاں آکر خود ہی دیکھ لو کہ راجہ کیا ہے اور کیسا ہے۔"

اس کا یقین بھرا لہجہ نوریہ کو تھرا کر رکھ گیا۔

"پلیز نوریہ تم ایک دفعہ آکر اپنی آنکھوں سے ساری حقیقت دیکھ لو پھر تمہیں یقین آجائے گا۔"

جواب میں نوریہ چپ رہی پر وہ ایک سیکنڈ میں فیصلہ کر چکی تھی۔

"ٹھیک ہے آپ ایڈریس سینڈ کریں میں آتی ہوں۔"

وہ کہتی کال کاٹ گئی۔

میں وہاں کا کر ثابت کر دوں گی کہ میرے راجہ ایسے نہیں ہیں پھر اس کے "
"بعد کبھی حاشر کی شکل تک نہیں دیکھوں گی۔

وہ خود سے کہتی الماری سے اپنی چادر نکالنے لگی اور پھر کچھ ہی دیر بعد وہ چادر اوڑھ کر موبائل پکڑتی گھر سے نکل گئی۔

اگر اسے پتا ہوتا کہ اس کی یہ غلطی اسے کس قدر بھاری پڑ سکتی ہے تو کبھی یہ قدم نہ اٹھاتی۔

OOOOOOO

مینو ماما کی جان ماما کو کیوں تنگ کر رہی ہو۔ جلدی سے ماما کے پاس آؤ ماما آپ "
"کو بریک فاسٹ کروائیں۔

مومل مناہل کے پیچھے بھاگتی اسے آوازیں دے رہی تھی پر وہ کھلکھلاتی آگے بھاگتی جا رہا تھی۔

"مینو آ جاؤ بیٹا ورنہ ماما پٹائی کریں گی۔"

مومل کب سے اسے ناشتے کے لئے منا رہی تھی پر اس چھوٹی میڈم کا شرارتوں کا پلان تھا اس لئے مومل کے ہاتھ نہ آ رہی تھی۔

"مجھے نہیں تھانا!!!"

وہ جواب دیتی سیڑھیوں کی طرف بھاگی۔

"رکو مناہل ایسے مت بھاگو گر۔۔۔"

اسے فکر مندی سے منع کرتی اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات پوری کرتی مناہل کی چیخ پورے گھر میں گونجی۔

"ماما!!!!!!"

مناہل کی چیخوں پر مومل بھاگتی ہوئی سیڑھیوں کے پاس آئی جہاں خون سے لت پت مناہل سیڑھیوں سے نیچے فرش پر گری پڑی تھی۔

چیخیں سنتی ارمش بھی اپنے کمرے سے نکلتی بھاگتی ہوئی نیچے آئی تھی۔ ایشا آفریدی اور فریحہ آفریدی تھوڑی دیر پہلے ہی مارکیٹ گئی تھیں۔ ارسم بھی گھر نہیں تھا اور باسم بھی آفس جا چکا تھا۔

"مینو اٹھو ماما کی جان پلیز ماما کو پریشان مت کرو۔"

مومل مناہل کو اٹھا کر گود میں ڈالتی وہیں زمین پر بیٹھ کر اس کا چہرہ تھپتھپانے لگی۔

روتی ہوئی ارمش کے دماغ نے کام کیا تو وہ ہمت کر کی اٹھتی تیزی سے کمرے کی طرف واپس بھاگی اور جلدی سے باسم کا نمبر ملایا۔ باسم کو صورت حال سے آگاہ کرتی وہ واپس نیچے آئی تو مومل یوں ہی اس کا چہرہ تھپتھپاتی روتی چلی جا رہی تھی۔

"آپی ہمیں اسے ہوسپٹل لے کر جانا چاہئے دیکھیں کتنا خون بہہ گیا۔"

ارمش کی آواز پر مومل نے چونک کر گردن موڑ کر دیکھا تو وہ بھی اس کے پاس بیٹھ کر رو رہی تھی۔

ارمش۔۔۔ارمش دیکھو یہ اٹھ کیوں نہیں رہی ارمش اسے کہو اٹھے مجھے "بہت ڈر لگ رہا ہے یہ مجھے کیوں پریشان کر رہی ہے۔

ارمش سے کہتی وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی تو ارمش کے آنسوؤں میں بھی روانی آ گئی۔

"کچھ نہیں ہو گا آپی یہ بلکل ٹھیک ہو جائے گی آپ کو پتا ہے نہ کتنی شرارتی ہے ہمیں تنگ کر رہی ہے بس۔"

اس سے پہلے کہ مومل اس کی بات کا جواب دیتی لاؤنج کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور باسم دوڑتا ہوا ان تک پہنچا۔ باسم کو دیکھ کر مومل کی سانسیں سینے میں اٹک گئیں۔

وہ اسے مخاطب کیے بغیر اس کی گود میں پڑی مناہل کو اپنے بازوؤں میں بھر کر باہر کی طرف بھاگا تو مومل بھی ہوش میں آتی اس کے پیچھے لپکی۔

باسم کے گاڑی تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ فرنٹ ڈور کھول کر اندر بیٹھ گئی تو باسم مناہل کو اس کی گود میں ڈالتا خود ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

پورے راستے باسم ایک لفظ بھی نہ بولا تھا۔ مومل روتی ہوئی بار بار مناہل کو آوازیں دے رہی تھی پر وہ بے سدھ پڑی تھی۔

ہوسپٹل پہنچتے ہی مناہل کو ایمرجنسی وارڈ لے جایا گیا تھا۔ مومل کی ٹانگوں نے مزید اس کا بوجھ اٹھانے سے انکار کیا تو وہ سامنے موجود بینچ پر بیٹھتی چہرہ ہاتھوں میں گرائے زاروقطار رونے لگی۔

وہ باسم کی حد سے بڑھتی خاموشی پر اندر ہی اندر لرز اٹھی تھی۔ وہ جانتی تھی مناہل کو لے کر وہ کتنا حساس تھا۔ وہ سخت خوف زدہ تھی کہ باسم اب اسے معاف نہیں کرے گا۔

بے چینی سے یہاں سے وہاں چکر لگاتے باسم کی نظر بے طرح روتی مومل پر پڑی تو وہ دھیرے سے چلتا اس کے پاس آیا اور اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"مومل!!!!"

اس نے مومل کے کندھے کی گرد بازو پھیلا کر اسے پکارا تو وہ جھٹکے سے مڑتی اس کے سینے سے آ گئی۔ وہ بے چین ہوتا اس کی ہچکیاں بھرتے وجود کو دیکھ رہا تھا۔

باسم پپ۔۔۔پلیز مجھے معاف کردیں میں نے۔۔۔میں نے کچھ نہیں کیا"
میں تو اسے کھ۔۔ کھانا کھلانے والی تھی پر وہ خود ی بھاگتی ہوئی نیچے کی طرف
جا رہی تو پتا نہیں کک۔۔۔کیسے گر گئی۔ مم۔۔میں تو اسے منع بھی کر رہی
" تھی باسم پر وہ گر گئی مجھے میری بچی لا دیں واپس باسم اسے ٹھیک کر دیں۔
اسے بلک بلک کا روتے دیکھ کر باسم کی آنکھوں کی کنارے سرخ پر چکے
تھے۔
موول میری جان کچھ بھی نہیں ہوا اسے تھوڑی چوٹ لگی ہے بس ڈاکٹر "
ٹریٹمنٹ کر رہے ہیں دیکھنا تھوڑی دیر تک وہ بلکل ٹھیک ہو جائے گی اور
تمہاری اس میں کیا غلطی۔ بچی ہے وہ کھیلتے کھیلتے گر گئی اس میں کسی کا کوئی
قصور نہیں۔ چپ ہو جاؤ شاباش۔ جانتی ہو نا میں تمہیں روتے ہوئے نہیں
" دیکھ پاتا پھر کیوں میرے صبر کا امتحان لینے پر تلی ہو۔

اس کی آواز میں بے بسی گھلی تو مومل خود پر اپنے رونے پر قابو پانے لگی پر اس سے الگ نہ ہوئی۔ وہ اس کے سینے میں منہ دیے اس کی شرٹ کو مٹھیوں میں جکڑے بیٹھی سوں سوں کر رہی رہی۔

باسم وہ ٹھیک تو ہو جائے گی نا!!!!؟"

اس کی خوف زدہ آواز پر وہ جھک کر اس کے بالوں پر لب رکھ گیا۔

"جی میری جان وہ بلکل ٹھیک ہو جائے گی پریشان مت ہو۔"

وہ نرمی سے کہتا اس کی گرد حصار تنگ کر گیا۔

انھیں بیٹھے گھنٹہ گزر چکا تھا جب کمرے سے ڈاکٹر باہر آیا۔

باسم اور مومل تیزی سے ڈاکٹر کی طرف لپکے۔

"ڈاکٹر ہماری بیٹی کیسی ہے اب؟؟؟"

باسم بے چینی سے پوچھنے لگا۔

مسٹر باسم آپ کی بیٹی بلکل ٹھیک ہے۔ سر پھٹنے کی وجہ خون بہہ گیا جس کی" وجہ سے نقاہت اور خوف سے وہ ہوش کھو بیٹھی تھی۔ سٹیچز لگا دئے گئے ہیں

اور ڈریسنگ بھی کر دی گئی ہے۔ تھوڑی دیر تک وہ ہوش میں آجائیں گی پھر آپ انھیں گھر لے جا سکتے ہیں۔ ریلیکس رہیں پریشانی والی کوئی بات نہیں۔"

ڈاکٹر پیشہ ورانہ انداز میں کہتا وہاں سے چل دیا تو اس کی بات سنتے دونوں نے سکون کا سانس لیا۔

مومل گہرا سانس بھرتی باسم کے بازو کے گرد ہاتھ باندھتی اس پر سر ٹکا گئی۔

"میں بہت ڈر گئی تھی۔"

اس کی بات پر باسم دوسرے ہاتھ سے اس کا سر سہلانے لگا۔

"میں جانتا ہوں۔ میں بھی بہت ڈر گیا تھا پر اللہ کا لاکھ شکر کہ سب ٹھیک ہے۔"

تھوڑی دیر بعد مناہل کو ڈسچارج کر دیا گیا تو وہ اسے لئے گھر واپس چل دیے۔

○○○○○

وہ دونوں اس وقت قدم کے ساتھ قدم ملاتے ساحل کنارے چل رہے تھے۔

جانتے ہیں محبت کیا ہے؟؟؟"۔"

دریہ کے سوال پر زین گردیزی گردن موڑ کر اس کی جانب دیکھنے لگا جو سامنے دیکھتی چلتی جا رہی تھی۔ آنکھوں کی ویرانی اپنی جگہ قائم تھی۔

"آپ بتا دیں۔"

جواب دینے کی بجائے وہ اس سے مستفسر ہوا۔

محبت چار حروف کا سانچا ہے۔ "م"، "ح"، "ب"، "ت"۔ جانتے ہیں "محبت کے "م" کا مطلب کیا ہے؟ مل جائے تو معجزہ نہ ملے تو موت اور موت صرف جسم سے روح کے پرواز کر جانے کو ہی نہیں کہا جاتا۔ جانتے ہیں محبت کے "ح" کا کیا مطلب ہے؟ مل جائے تو حکومت نہ ملے تو حسرت اور حسرتیں پورا انسان نگل جایا کرتی ہیں۔ جانتے ہیں محبت کے "ب" کا کیا مطلب ہے؟ مل جائے تو بہادری نہ ملے تو بلا اور محبت سے بڑی بلا بھی کوئی ہوئی ہے بھلا آج تک۔ جانتے ہیں محبت کی "ت" کا مطلب کیا ہے؟ مل

جائے تو تخت و تاج نہ ملے تو تنہائی اور تنہائی سے زیادہ جان لیوا بھی آج تک کچھ ہوا ہے بھلا۔"

زین ساکت سا اس کے لبوں سے ادا ہوتے جملے سن رہا تھا۔ کیا تعریف بیان کی تھی اس نے محبت کی!!! اس کا حرف حرف سچ تھا۔ زین گردیزی بھی تو اسی محبت کی راہ کا مسافر تھا پھر کیسے نہ متفق ہوتا اس کی ایک ایک بات سے۔

وہ رکا رہا جب کہ وہ چلتی رہی۔ تھوڑی آگے جا کر اسے محسوس ہوا کہ وہ اکیلی ہی چل رہی ہے تو وہ رک کر دیکھنے لگی۔ اس نے رخ موڑ کر دیکھا تو کچھ پیچھے وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔

"کیا ہوا رک کیوں گئے؟"

وہ ابرو اچکا کر اشارے سے پوچھنے لگی تو وہ اداسی سے مسکراتا نفی میں سر ہلا گیا اور پھر سے اپنے قدم اس کی طرف بڑھا گیا۔ ڈوبتا سورج ہر روز کی طرح آج بھی ان دو بھٹکے ہوئے مسافروں کو دیکھ کر اداسی سے مسکرا دیا۔

ooooooo

نوریہ ڈرتے ڈرتے اس گھر میں داخل ہوئی جہاں کا پتا اسے حاشر نے دیا تھا۔اپنے بھاری وجود کے گرد مظبوطی سے چادر پھیلاتی وہ احتیاطی قدم اٹھاتی آگے بڑھتی جارہی تھی۔وہ گھر باہر سے جتنا ویران تھا اندر سے اس سے بھی زیادہ خوفناک دکھ رہا تھا۔

یہاں تک آتو گئی تھی پر اب خوف سے دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔

کک۔۔۔کوئی ہے!!!!"۔"

خالی مکان میں اس کی آواز گونجی تو نوریہ کو اپنی ہی آواز سے خوف محسوس ہوا۔

"حاشر؟؟؟"

اب کے اس کی پکار پر وہ ایک کمرے سے نکلتا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

آیئے آیئے مسز راجہ ویلکم!!!"۔"

اس کی سرد آواز پر نوریہ بے ساختہ ایک قدم پیچھے لے گئی تو اس کی پشت لاؤنج کے بند دروازے سے ٹکرا گئی۔اس کا رنگ سپید پڑ گیا کیوں کہ ابھی یہ دروازہ کھلا تھا پر حاشر کے سامنے آتے ہی بند ہو چکا تھا۔

"کیا ہوا ڈر کیوں رہی ہو ہاں!!!"

اس سے پوچھتا حاشر اس کی طرف قدم بڑھاتا جا رہا تھا جب کہ نوریہ خوف کے باعث اپنی چادر دونوں مٹھیوں میں بھینچ گئی۔

حاشر نے ایک تفصیلی نظر اس کے سراپے پر ڈالی۔اس کی نظریں نوریہ کو اپنے جسم کے آر پار ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔

وہ ایک دم تیش میں آتا آگے بڑھا اور نوریہ کو بالوں سے دبوچ گیا۔

"آہ!!!! چھوڑو مجھے جنگلی انسان!!!"

وہ چیختی ہوئی اپنے بال اس کی گرفت سے آزاد کروانے کے جتن کرنے لگی پر وہ اس کے چیخنے چلانے کی پرواہ کیے بغیر اسے بالوں سے دبوچے اپنے ساتھ کھینچتا ایک کمرے میں لایا اور ایک جھٹکے سے اسے نیچے زمین پر پھینک دیا۔

نوریہ نے بہت مشکل سے اپنے ہاتھ زمین پر جماتے خود کو بیلنس کیا تھا۔اپنے بچے کو کھونے کے ڈر سے اس کا دل بے طرح دھڑک رہا تھا۔

تجھے کیا لگا تھا کمینی کہ تو مجھ سے اپنے ماں بننے کی خبر چھپائے گی تو میں بے" خبر ہی رہوں گا۔ بھول ہے تیری۔مجھے تو شروع میں ہی علم ہو گیا تھا پر میں "سہی وقت کا انتظار کر رہا تھا اور دیکھ آج قدرت نے سہی موقع دے ہی دیا۔

وہ پھنکار رہا تھا جب کہ نوریہ سن ہوتی اسے دیکھ رہی تھی۔اسے لگا سامنے کھڑا یہ انسان حاشر ہو ہی نہیں سکتا۔اگر یہ حاشر تھا تو اس حاشر کو تو وہ جانتی ہی نہ تھی۔نوریہ کو بہت جلد یہ احساس ہو گیا کہ وہ بری طرح پھنس چکی ہے۔

بول!!!چپ کیوں ہے اب جواب دے۔کیوں چھپائی مجھ سے یہ" "خبر؟؟؟

وہ اس کے پاس زمین پر ایک گھٹنہ ٹکا کر بیٹھتا پھر سے اس کے بال مٹھی میں جکڑ گیا۔

"حاشر چھوڑیں آپ پاگل ہو گئے ہیں کیا؟؟"
وہ روتی ہوئی اپنے بال اس کی گرفت سے چھڑوانے لگی تو وہ ایک جھٹکے سے اسے چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

حاشر آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ ہاں میں جانتی ہوں کہ آپ کی خواہش* کی وجہ سے میں عارضی شادی کے لئے مان گئی پر میں اس پر قائم نہیں رہ سکی۔ میرے پاس بھی دل ہے میری بھی عزت نفس ہے۔ میں کوئی کھلانا نہیں جسے جب چاہا کسی اور کی جھولی میں ڈال دیا اور جب چاہا واپس حاصل کر لیا۔ میں ایک جیتی جاگتی لڑکی ہوں جس کے جذبات اور احساسات ہیں۔ میں نے پاپا سے ضد کر کے آپ سے شادی کی حاشر۔ آپ کو ہر سکھ دینے کی کوشش کی۔ آپ کی اولاد کی روز بروز بڑھتی خواہش مجھے سولی پر اٹکائے رکھتی تھی۔ پھر جب آپ کو پتا چلا کہ آپ باپ نہیں بن سکتے تو آپ مجھے کسی اور مرد کے پاس جانے پر مجبور کرنے لگے۔ میں نے انکار کر دیا تو آپ اپنی جان لینے کے درپر آ گئے۔ اپ کی دھمکیوں کی وجہ سے میں یہ سب مجبور

ہوئی۔ آپ تو اس قدر بے غیرت ثابت ہوئے کہ اپنی بیوی کسی اور کی جھولی میں ڈال دی۔ عزت دار مرد تو ایسا سوچتے ہوئے بھی ہزار دفعہ مرتا ہے۔ پر آپ تو پورے بے غیر۔۔۔آہ!!!"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات پوری کرتی حاشر نے اس کے چہرے پر ایک زور دار تھپڑ رسید کیا۔ تھپڑ کی شدّت اتنی زیادہ تھی کہ نوریہ کو اپنا جبڑا ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا۔اس کے منہ میں خون کا ذائقہ گھلنے لگا۔

"مجھے گالی دے گی؟؟ حاشر کو؟؟ دیکھ اب تیرے ساتھ کرتا کیا ہوں میں۔"

وہ غیض سے کہتا اسے بازو سے کھینچتا کمرے کے وسط میں پڑی کرسی کے قریب لے جاتا اسے کرسی سے باندھ گیا۔

"چل اب شروع کر آگے کی کہانی!!!"

اس کے کہنے پر نوریہ خوف کے مارے لب سی گئی۔

"بول!!!!"

وہ چیخ کر کہتا نوریہ کو تھرانے پر مجبور کر گیا۔

"میری راجہ سے جب شادی ہوئی میں نے تب ہی سوچ لیا تھا کہ اب کسی صورت راجہ سے طلاق نہیں لوں گی۔ میں کوئی کھلونا نہیں ایک سانس لیتا وجود ہوں جس کے سینے میں دل دھڑکتا ہے۔ جس کے پاس عزت نفس ہے اور پھر راجہ کے محبت اور عزت بھرے رویے نے مجھے اپنے فیصلے پر اور بھی ثابت قدم کر دیا۔ راجہ نے مجھے مرد کے ایک نئے روپ سے آشنا کروایا۔ اتنی عزت اتنی محبت دی جس کا میں تصور بھی نہ کر سکتی تھی۔ راجہ نے واضح الفاظ میں مجھے بتا دیا تھا کہ وہ کبھی مجھے نہیں چھوڑیں گے۔ میں بھی کہاں چھوڑنا چاہتی تھی انھیں۔ ہم دونوں کی زندگی بہت پرسکون ہو گئی تھی حاشر پر آپ نے آج دھوکے سے مجھے یہاں بلا کر ثابت کر دیا کہ آپ کبھی بھی راجہ کی برابری نہیں کر سکتے۔"

بات ختم کرتے ہی نوریہ حاشر سے دوسرا تھپڑ بھی کھا چکی تھی۔

وہ بے آواز رونے لگی تو حاشر اس کے مزید قریب ہوا۔

اس سب سے ایک بات تو اچھی طرح ثابت ہو گئی کہ دھوکہ دینے والے کو "

" بھی بدلے میں دھوکہ ہی ملتا ہے۔ جانتی ہو کیسے ؟؟

اس کے پوچھنے پر وہ چہرہ موڑ کر دوسری جانب دیکھنے لگی۔

"آہاں !!! اتنا غرور !! کوئی نہیں ابھی یہ غرور مٹی میں ملنے والا ہے۔ "

وہ کہتا اس کے گرد چکر کاٹنے لگا۔

جانتی ہو راجہ کون ہے او پس !!! راجہ تو راجہ ہی نہیں۔ مجھے یہ سوال پوچھنا "

چاہئے تھا کہ جانتی ہو مرتسم یزدان حسن کون ہے ؟؟"۔

اس کے سوال پر نوریہ کی آنکھوں میں الجھن ابھری۔

میں بتاتا ہوں کون ہے مرتسم یزدان حسن !!! یہ دیکھو یہ ہے مرتسم "

" !!! یزدان حسن

وہ موبائل کی سکرین نوریہ کے سامنے کر گیا تو سامنے دیکھتی نوریہ کی آنکھیں

پھیل گئیں۔

"کک۔۔۔کیا بکواس ہے۔یہ کوئی مرتسم کیسے ہو سکتا ہے۔یہ میرے راجہ ہیں!!!"

وہ اس کی عقل پر شبہ کرتی چلائی۔

"چچ چچ چچ بیچاری نوریہ!!! کس قدر بھولی ہو تم۔جانتا تو شروع سے ہی تھا پر اب تو یقین ہو گیا ہے۔دس ماہ ہو چکے ہیں تمہیں راجہ کے ساتھ رہتے اور اب تک تم اس کی اصلییت ہی نہ جان سکی۔بہت افسوس ہوا۔چلو خیر!!! میں بتاتا ہوں تمہیں سچائی تمہارے پیارے راجہ کی۔"

اس کی باتیں نوریہ کو ہولا رہی تھیں۔

"مرتسم یزدان حسن۔۔۔ایک سیکرٹ ایجنٹ جسے بلیک پینتھر کے نام سے جانا جاتا ہے پر اسی مرتسم کو ہم جانتے ہیں "راجہ" کے نام سے۔راجہ کا گیٹ اپ اس نے اپنے ایک مشن کے لئے لیا جانتی ہو کون سا مشن???"

وہ نوریہ کی بے یقین آنکھوں میں دیکھتا سوال کرنے لگا پر وہ اس حالت میں ہی کہاں تھی کہ اس کے سوال کا جواب دے پاتی۔

میرے گینگ کو پکڑنے کے لئے !!!!"۔"

وہ انکشاف کرتا جارہا تھا جب کہ نوریہ کی آنکھوں میں بے یقینی اترتی جارہی تھی۔

OOOOOO

"!!!!مومل !!!مومل !!!کہاں ہو یار"

مومل جو کچن میں کھڑی باسم کے لئے ناشتہ بنارہی تھی اوپر سے آتی اس کی چنگھاڑتی آواز پر سب چھوڑ چھاڑ کر تیزی سے کمرے کی طرف گئی۔

کیاہو گیاہے کیوں اس طرح چیخ رہے ہیں۔آپ کی اتنی تیز آواز سے ابھی" "میری بچی اٹھ جاتی۔

وہ اسے سناتی کسمساتی ہوئی مناہل کو تھپکنے لگی جو چند سیکنڈز میں ہی دوبارہ نیند میں چلی گئی تھی۔

جی فرمائیں اب !!!کس خوشی میں صبح صبح میرے نام کاراگ الاپ رہے" "ہیں؟

مناہل کو سلانے کے بعد وہ باسم کی طرف آئی جو ڈریسنگ ٹیبل کے ساتھ ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا اس کی طرف دیکھ رہا تھا جب کہ دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈال رکھے تھے۔ بلیک پینٹ کے ساتھ سفید شرٹ پہنے وہ مومل کو ہمیشہ کی طرح ہمیشہ سے بڑھ کر پیارا لگا۔ اس کی گہری نظریں خود پر جمی محسوس کر کے مومل کی ہتھیلیاں بھیگنے لگیں پر وہ خود کو نارمل ظاہر کرتی اس کے قریب چلی آئی۔

"آہ۔۔۔ میں آپ کے لئے ناشتہ۔۔۔ کوئی کام تھا آپ کو؟!!!!"

اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی باسم اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے قریب ترین کھینچ گیا تو وہ مومل کے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ باسم اس کی کمر پر دباؤ ڈالتا اسے اپنے بلکل ساتھ لگا گیا تو اس کی اس قدر قربت پر مومل کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

"ک۔۔ کیا کر رہے ہیں؟؟؟"

مومل اس کی مضبوط چھاتی پر ہاتھ رکھتی پیچھے ہونے کی کوشش کرنے لگی پر وہ اس کی کوشش ناکام بنا گیا۔

"!!!عبادت"

باسم کے جواب پر وہ چہرہ اونچا کر کے بے یقینی سے اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔

"عبادت!!پر کیسے؟؟؟"

اس کی حیرت سے کھلی آنکھوں پر وہ پھونک مار کر مسکرا دیا تو مومل پلکیں جھپکنے لگی۔

"!!!بیوی سے محبت کرنا عبادت ہے"

وہ اپنی بات کے جواب میں اس کے چہرے پر پھیلے خوب صورت رنگوں کو مبہوت ہو کر دیکھنے لگا۔

"!!!! روح من"

اس کی محبت سے لبریز آواز مومل کے جسم میں پھریری دوڑا گئی۔اس کے لفظوں کی چاشنی مومل کی روح کو مہکانے لگی۔پلکیں لرز کر عارضوں پر سجدہ ریز ہو گئیں۔

"ج۔۔۔۔جی!!!"

"جانتی ہو تم کیا ہو میرے لئے؟"

اس کی گھمبیر آواز میں کئے گئے استفسار پر وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"قرار من ہو تم!!چاہت دل ہو تم!!اجلا سویرا ہو تم!!مہکی رات ہو تم!!سبز رتوں کا پیام ہو تم!!مجھ میں،میں کہاں ہوں مجھ میں پور پور ہو تم!!!"

اس کے الفاظ مومل کی روح کے ادھڑے اور جلے زخموں پر پھوار بن کر برس رہے تھے۔اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے باسم نے اسے کبھی کوئی دکھ دیا ہی نہ ہو۔یوں جیسے وہ ہمیشہ سے اس کی اسی محبت کی حق دار رہی ہو۔

"باسم!!!"

مومل کی پکار پر باسم نے سر جھکا کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے اسے مزید اپنے قریب کر لیا کہ مومل کی تیز ہوتی دھڑکن اسے اپنے سینے میں مدغم ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"!!!بولو جان جان"

وہ چہرہ جھکاتے اس کی کان میں سرگوشی کرنے لگا تو مومل لرز اٹھی۔

آپ۔۔۔آپ آفس سے لیٹ ہو رہے ہیں اور میرا بنایا گیا ناشتہ بھی اب" "تک ٹھنڈہ ہو چکا ہو گا۔

وہ اس کی شرٹ کے بٹنوں پر انگلی پھیرتی ہوئی بولی تو باسم آفریدی کے جذبات پر اوس برس گئی۔

"!!!!یارررر"

وہ بدمزہ ہوتا بولا تو مومل کھلکھلا کر ہنس دی۔

"بہت مزہ آرہا ہے نہ میری حالت پر ابھی بتاتا ہوں۔"

وہ چڑ کر کہتا شرارت سے اسے پکڑنے کے لئے آگے بڑھا تو اس کے ارادے سمجھتی مومل اسے زبان چڑا کر کمرے سے باہر بھاگ گئی جب کہ وہ صرف اس کی پھرتی دیکھتا رہ گیا۔ پھر سر جھٹک کر بھرپور مسکراتا اپنا رخ شیشے کی طرف موڑ کر اپنے بال بنانے لگا۔

OOOOOOO

"ہسبنڈ یہ والا سوال سمجھا دیں!!!"

ارمش سامنے بیٹھے ارسم سے بولی جو موبائل میں گم تھا۔ اس کی آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھایا پھر اس کی بات پر دھیان دیتا بیڈ کی ٹیک چھوڑ کر آگے ہو کر بیٹھا اور موبائل سائیڈ پر رکھ گیا۔

"لائیں دکھائیں کون سا سوال ہے۔"

گزرے سات مہینوں سے ارسم ارمش کو پڑھا رہا تھا۔ جب میچز میں بزی ہوتا تب یہ ذمہ داری مومل کے سر آجاتی۔ ارسم نے بہت کم وقت میں جان لیا تھا کہ ارمش ایک زہین لڑکی تھی اور وہ بہت جلد چیزیں پک کر لیتی تھی۔

ابھی بھی وہ الجبرا کے سوال حل کرنے بیٹھی تھی جب اسے ایک سوال میں مشکل ہوئی۔ وہ اسی سوال میں اب باسم سے ہیلپ مانگ رہی تھی۔

"یہ والا۔"

وہ انگلی سے سوال کی جانب اشارہ کرتی بولی تو ارسم سر ہلا کر اس کے ہاتھ سے پین اور رجسٹر پکڑ کر اسے سوال سمجھانے لگا۔

اسے سوال سمجھا کر وہ پھر سے موبائل میں مصروف ہو گیا۔

ابھی دس منٹ گزرے تھے جب اس کی میٹھی سی آواز پھر سے ارسم کے کانوں سے ٹکرائی۔

"!!! ہسبنڈ دوبارہ سمجھا دیں پلیز "

اس کی پکار پر وہ پھر سے سر ہلاتا اسے سمجھانے لگا۔اسے سوال سمجھا کر وہ پھر سے موبائل میں گیم کھیلنے لگا۔

"!!! ہسبنڈ ایک دفعہ بس اور پلیز"

تیسری دفعہ پھر پکارا گیا۔

"ہس۔۔ ہسبنڈ پلیز لاسٹ ٹائم!!!"

اب کے آواز میں تھوڑی نمی بھی گھل گئی تھی پر وہ پہلی دفعہ جیسی ہی فرماں برداری کے ساتھ سر ہلاتا پہلی سی توجہ کے ساتھ سمجھاتا رہا اور پھر سے گیم کھیلنے لگا۔ کچھ دیر بعد اسے ہلکی ہلکی سسکیوں کی آواز سنائی دی تو وہ چونک کر سر اٹھاتا سامنے دیکھنے لگا پر اس پر نظر پڑتے ہی ٹھٹھک گیا۔

وہ آنسو بہاتی گود میں پڑے رجسٹر کو گھورتی چلی جا رہی تھی۔ آنسو تواتر سے بہتے رجسٹر کو گیلا کر رہے تھے۔ بالوں کی لٹیں بھیگ کر گالوں سے چپکی ہوئی تھیں۔ ناک لال ہو رہی تھی اور جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔۔۔۔۔۔

جاری ہے۔۔۔۔۔۔

اب کے آواز میں تھوڑی نمی بھی گھل گئی تھی پر وہ پہلی دفعہ جیسی ہی فرماں برداری کے ساتھ سر ہلاتا پہلی سی توجہ کے ساتھ سمجھاتا رہا اور پھر سے گیم کھیلنے لگا۔ کچھ دیر بعد اسے ہلکی ہلکی سسکیوں کی آواز سنائی دی تو وہ چونک کر سر اٹھاتا سامنے دیکھنے لگا پر اس پر نظر پڑتے ہی ٹھٹھک گیا۔

وہ آنسو بہاتی گود میں پڑے رجسٹر کو گھورتی چلی جا رہی تھی۔ آنسو تواتر سے بہتے رجسٹر کو گیلا کر رہے تھے۔ بالوں کی لٹیں بھیگ کر گالوں سے چپکی ہوئی تھیں۔ ناک لال ہو رہی تھی اور جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا.

وہ موبائل بیڈ پر پھینکتا تیزی سے اس کے نزدیک آتا اسے کندھوں سے تھام گیا۔

"کیا ہوا یار کیوں رو رہی ہیں؟ کہیں درد ہے کیا؟ طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

وہ پریشانی سے پوچھتا خود ہی اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھتا چیک کرنے لگا پر جسم ٹھنڈہ تھا.

ارمش اس کے استفسار پر منہ سے ایک بھی لفظ نکالے بغیر اس کے کندھے پر سر رکھتی بچوں کی طرح رونے لگی۔اسے یوں روتے دیکھ وہ مزید پریشان ہو گیا پر اب کی بار اس سے کچھ پوچھے بغیر ایک ہاتھ اس کی کمر کے گرد باندھتا دوسرے ہاتھ سے اس کا سر تھپتھپانے لگا۔

کافی منٹ رولینے کے بعد جب اس کا رونا مدھم سسکیوں میں بدل گیا تو ارسم دھیرے سے اسے خود سے الگ کرتا اپنی انگلیوں سے اس کے بھیگے گال صاف کرتا اس کے سرخ پڑتے چہرے کو تشویش سے دیکھنے لگا۔

کول ڈاؤن!!! اب چپ کر مجھے بتائیں شاباش کہ کیوں رو رہی تھیں آپ" "!!! اور خبر دار اگر اب ایک بھی آنسوان حسین آنکھوں سے بہا تو

وہ ارمش کو پیار بھری ڈانٹ پلاتا اس کے رونے کی وجہ دریافت کرنے لگا۔

اس کے سوال پر وہ شرمندگی سے سر جھکاتی نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا گئی۔

"!!!!! اوں ہوں"

ارسم اسے اشارے سے منع کرتا دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کی مدد سے اس کا زیریں لب دانتوں کی ظالم گرفت سے چھڑوا گیا۔اس کی حرکت پر وہ مزید سرخ پڑتی چہرہ اور جھکا گئی۔

"شاباش بتائیں!!!"

ارسم ارمش کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں قید کرتا نرمی سے پوچھنے لگا تو وہ شرمندہ شرمندہ سے سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھتی خود میں بولنے کی ہمت پیدا کرنے لگی۔

"وو۔۔۔وہ ایکچولی۔۔۔۔ہمیں۔۔۔"

وہ اٹک اٹک کر بولنے لگی تو ارسم اثبات میں سر ہلا کر اس کا سردپڑتا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دباتا اسے حوصلہ دینے لگا۔

"ہمیں اس سوال کی سمجھ بلکل بھی نہیں آرہی۔"

وہ آنکھیں بند کرتی اپنا مسلہ ایک ہی سانس میں بتاتی زبان دانتوں میں دبا گئی تو ارسم حیرت سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"آپ ایک سوال سمجھ نہ آنے پر اتنا رو رہی تھیں؟ لائک سیریسلی؟؟؟"

ارسم کی آواز اور چہرے سے چھلکتی بے یقینی دیکھ کر وہ مزید شرمندہ ہو گئی۔

"سس۔۔۔۔ سوری!!!!"

ارسم آفریدی کہاں ارمش آفریدی کو شرمندہ ہوتے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔ وہ ارمش کی ٹھوڑی پکڑتے اس کا سے اٹھاتا خود کی طرف دیکھنے پر مجبور کر گیا.

"اس میں رونے والی کیا بات ہے میری جان!!! اگر نہیں سمجھ آیا تو دوبارہ سمجھ لیں. اٹس ناٹ آ بگ ڈیل!!!"

وہ اس کی ٹھوڑی چھوڑ کر اس چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام گیا۔

"لیکن ہم چار دفعہ سمجھ چکی تھی آپ سے۔"

وہ ہونٹ لٹکاتی بولی تو ارسم اس کی معصوم مگر جان لیوا ادا پر دل کے ہاتھوں مجبور ہوتا جھک کر اس کے لبوں کو چھو گیا۔ اس کے لمس کی نرمی اور گرمی ارمش آفریدی کو لرزا گئی۔ وہ نظریں چراتی یہاں وہاں دیکھنے لگی تو اس کے گریز پر ارسم مسکرا دیا۔

آپ میرے سے چار دفعہ کیا چار ہزار دفعہ بھی ایک ہی سوال کر سکتی ہیں۔"

ارسم آفریدی کا ابھی تک اتنا جگرا نہیں ہوا کہ وہ ارمش آفریدی کو انکار کر سکے اور نہ ہی ایسا کبھی ہو گا۔ارمش آفریدی ارسم آفریدی پر ہر حق رکھتی ہے تو ارسم آفریدی کا بھی اولین فرض ہے کہ ارمش آفریدی کے نخرے اٹھائے اور اس کی ہر بات پر لبیک کہے۔"

وہ اپنے خوب صورت الفاظ ارمش کی کانوں میں اتارتا جھک کر اس کی پیشانی اپنے پاک لمس سے معطر کر گیا۔ارمش آنکھیں موندتی اس روح افزا احساس کو محسوس کرنے لگی۔

"اچھا ایسا کریں ابھی چھوڑ دیں۔کچھ دیر دماغ کو پر سکون ہونے دیں۔پھر دوبارہ سمجھیں۔"

وہ اس کی گود میں پڑا رجسٹر اور پین پکڑ کر سائیڈ ٹیبل پر رکھتا بیڈ سے ٹیک لگا کر بیٹھا اور اسے بھی ہاتھ سے کھینچ کر اپنے نزدیک کر گیا۔

وہ جھجھکتی ہوئی اس کے کندھے پر سر رکھ گئی۔

"ہسبنڈ !!!!"

وہ ارسم کی شرٹ کے کالر پر بنے ڈیزائن پر انگلی پھیرتی اسے پکار گئی۔

"جی میری جان!!"

وہ جھک کر اس کے معصوم چہرے کو دیکھتا اس کے چہرے پر آئی آوارہ لٹ کو انگلی پر لپیٹنے لگا۔

"ہمیں آئس کریم کھانی ہے۔"

اس کی فرمائش پر ارسم نے خوش گوار حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ بہت کم فرمائش کرتی تھی۔ نہ جانے کیوں جھجھکتی تھی اس سے۔

"اوکے حضور جیسا آپ کا حکم۔ بندہ آپ کے حکم کا غلام ہے۔"

اس کے یوں عاجزی سے کہنے پر ارمش کھلکھلا کر ہنس دی۔

"چلیں ریڈی ہوں آپ میں گاڑی کے پاس ویٹ کر رہا ہوں آپ کا۔"

وہ اس کا گال تھپتھپا کر اٹھتا موبائل اور گاڑی کی چابی پکڑے کمرے سے باہر نکل گیا۔

ارمش مسکراتی ہوئی اٹھی اور ڈریسنگ روم میں گم ہو گئی۔

ooooo

وہ بے چین ہوتی کمرے میں یہاں سے وہاں چکر لگا رہی تھی۔ چکر لگا کر تھک جاتی تو الماری میں منہ دے کر بے وجہ ترتیب زدہ کپڑوں کو پھر سے ترتیب دینے لگتی۔ اس کام سے اکتا جاتی تو ڈریسنگ ٹیبل پر پڑی چیزوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے لگتی۔

مومل نے گردن گھما کر بیڈ کی طرف دیکھا تو اس سے سے بے نیاز باسم لیپ ٹوپ سامنے کھولے کانوں میں بلوٹوتھ لگائے اپنے بزنس ورلڈ میں گم تھا۔

"نہ جانے آدھی رات کون سا ایسا کام ہے جو دن کے وقت نہیں کیا جا سکتا۔" غصّے میں بڑبڑاتے اس کی نظر بیڈ کے وسط میں سوئی مناہل پر پڑی تو اسے اس پر بھی غصّہ آیا۔

"کتنی بے وفا بیٹی ہے میری۔ ماں یہاں بور ہو رہی ہے اور یہ سوئی پڑی ہے۔ ویسے سوتے ہوئے تو اور بھی زیادہ پیاری لگتی ہے میری گڈی!!!"

وہ پیار بھری نظروں سے مناہل کی جانب دیکھتی سوچتی جا رہی تھی۔

"!!!نہیں مس حنا یہ پوائنٹ مت ایڈ کریں"

اس کی آواز پر مومل جل کر رہ گئی۔

"!!!!چڑیل چمٹ کر رہ گئی ہے میرے شوہر کو"

ایک دم تیش میں آتی وہ بیڈ کی طرف بڑھی اور باسم کے سر پر جا کھڑی ہوئی

پر وہ اس پر دھیان دیے بغیر اپنے کام میں مصروف رہا۔

"!!!باسم"

اس کی پکار پر وہ اب بھی متوجہ نہ تھا جس سے مومل کے غصّے کا گراف مزید بلند ہو گیا۔

"!!!!باسم"

اب کی دفعہ آواز تھوڑی بلند تھی۔

"!!!ہمم"

وہ اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دے گیا۔

"مجھے کچھ پوچھنا تھا آپ سے۔"

وہ اپنے غصّے کو قابو کرنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی۔

"ہاں پوچھو!!!"

اسے بولنے کی اجازت دیتا وہ لیپ ٹوپ پر تیزی سے انگلیاں چلانے لگا۔

"میں سوچ رہی تھی ہم اپنے روم میں بلو کلر کا پینٹ کروا لیتے ہیں۔"""

اس کی بات پر وہ سر ہلا گیا۔

"ٹھیک ہے میں کروا دوں گا۔"

اس کے جواب پر شاک سے مومل کا منہ کھل گیا۔ وہ اچھے سے جانتا تھا کہ نیلا رنگ مومل کو سخت ناپسند تھا۔

مم۔۔۔ میں یہ بھی کہہ رہی تھی کہ مناہل کے لئے ہم ایک کیئر ٹیکر ارینج کر لیتے ہیں۔"

وہ اپنی غلط فہمی دور کرنے کی خاطر ایک اور سوال داغ گئی۔

" اوکے ہو جائے گا یہ بھی"

اس کے جواب پر مومل کے منہ کے ساتھ ساتھ اس کی آنکھیں بھی کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہ ایسا سوچ بھی کیسے سکتا تھا ان دونوں کی بیٹی کے لئے۔

وہ غصّے میں لال پیلی ہوتی مٹھیاں سختی سے بند کرتی اپنے غصّے پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی۔

"دوسری شادی بھی کرلیں پھر۔"

وہ دانت پر دانت جماتی اس کے جواب کا انتظار کرنے لگی۔

"!!!!اوکے ٹھیک ہے"

باسم کے جواب پر مومل کے ضبط کی تناباں ٹوٹ گئیں۔ وہ پیر پٹختی ڈریسنگ روم کی طرف گئی اور اپنے پیچھے زور سے دروازہ بند کرگئی۔

ٹھاہ" کی آواز پر اپنے کام میں مصروف باسم کا دل دہل گیا۔ وہ الجھن بھری" نظروں سے پورے کمرے کو دیکھنے لگا. محض تین سیکنڈز لگے تھے اسے ساری صورت حال سمجھنے میں۔

"!!!!شٹ یار"

وہ ایک ہاتھ کا مکا بنا کر دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتا خود کو کوسنے لگا۔

"!!!مس حنا باقی کام ہم صبح آفس میں ڈسکس کریں گے۔اوور"

وہ کال کاٹ کر بلوٹوتھ کان سے اتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھتا بیڈ سے اتر کھڑا ہوا۔سامنے پڑا لیپ ٹوپ اٹھا کر بلوٹوتھ کے ساتھ رکھا اور ڈریسنگ روم کے بند دروازے کو گھورنے لگا۔

"!!!!مومل"

اس کی پکار پر کوئی جواب نہ ملا۔

"!!!مومل اوپن دا ڈور"

اب کی دفعہ وہ ڈریسنگ روم کے باہر کھڑا بولنے کے ساتھ ساتھ دروازہ بھی ناک کر رہا پر ہنوز جواب ندارد۔

جانتا تھا اسے غصّہ بہت کم آتا تھا پر جب بھی آتا تھا سب کچھ بھسم کر دیتا تھا۔

"اوکے اب جو ہو گا اس کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔میرا کوئی قصور نہیں ہو گا۔"

اس کی دھمکی بھی جب کام نہ آئی تو باسم سائیڈ ٹیبل ڈرار سے ڈپلیکیٹ چابی نکلتا ڈریسنگ روم کا دروازہ کھولنے لگا۔

وہ جو غصّے میں بھری ہاتھ سینے پر باندھے کھڑی تھی لاک کھلنے کی آواز پر چونک کر مڑی۔اس کے مزید کچھ سوچنے سے پہلے ہی باسم دروازہ کھول چکا تھا۔اسے دیکھ کر مومل غصّے سے چہرہ دوسری جانب گھما گئی۔

باسم دونوں بازو سینے پر باندھے دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہوتا گہری نظروں سے مومل کو دیکھنے لگا جو سرخ چہرہ لئے باسم کے علاوہ ہر طرف دیکھنے میں محو تھی۔

"سویٹی!!!!"

باسم کی محبت سے لبریز پکار سن کر مومل کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔کتنے عرصے کے بعد اس نام سے پکارا تھا اس ستمگر نے۔مومل کا دل اس کی طرف ہمکنے لگا۔

"کم ہیئر!!!!"

وہ پھر سے اسے پکارنے لگا پر مومل اپنے دل کو ڈانٹ کر چپ کرواتی سٹل کھڑی رہی۔

اس کی ہٹ دھرمی پر باسم کو غصّہ آنے لگا پر وہ لب بھینچے خود پر قابو پانے لگا۔

وہ اسے مزید ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ آنکھیں بند کر کے ایک گہری سانس بھرتے مضبوط قدم اٹھاتا مومل کی طرف بڑھنے لگا۔اسے یوں اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر مومل کا دل زوروں سے دھڑکنے لگا۔اس کے قریب پہنچ کر وہ دو قدم کے فاصلے پر رک گیا اور گہری نظروں سے مومل کی سرخ پڑتے چہرے کو دیکھنے لگا۔

"ناراض ہو؟؟؟"

وہ مومل کے گال کو چومتی آوارہ لٹ کو اپنی انگلی پر لپیٹ کر پوچھنے لگا۔

اس کے لہجے کی نرمی مومل کا دل پگھلانے لگی پر وہ اپنی حد سے بڑھتی" دھڑکنوں کو تھپک تھپک کر چپ کرواتی خاموش کھڑی رہی۔

جواب نہ ملنے پر باسم جھک کر اسے اٹھاتا کندھے پر ڈال گیا۔

"آہ!!!! چھوڑیں مجھے باسم یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔ نیچے اتاریں مجھے۔"

وہ اس کے کندھے پر اپنے نازک ہاتھ کے مکے مارتی دبی دبی آواز میں چیخنے لگی کیوں کہ اپنی بیٹی کی نیند نہیں خراب کرنا چاہتی تھی۔

باسم اس کی ایک بھی بات سنے بغیر اسے لیتا بیڈ کی طرف بڑھا۔ اسے بیڈ پر لٹانے کے بعد باسم نے بیڈ کے درمیان سوئی اپنی شہزادی کو اٹھا کر دیوار کے ساتھ لگے چھوٹے سے بیڈ پر لٹایا اور پھر واپس بیڈ کی طرف آیا۔

سے اپنی طرف پلٹتا دیکھ کر مومل رخ موڑتی تکیے میں منہ چھپا گئی۔ باسم اپنی مسکراہٹ چھپاتا اس کے پیچھے لیٹ کر اسے بازو سے جکڑتا اس کا رخ اپنی طرف کر گیا۔

"ناراض کیوں ہو؟؟؟؟"

اس کے سوال پر مومل پل بھر کے لئے اپنی آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑھ گئی پر باسم کی بولتی آنکھوں نے بہت جلد اسے آنکھیں چرانے پر مجبور کر دیا۔

"سوری یار بہت امپورٹنٹ کام میں بزی تھا۔"

کہنے کے ساتھ وہ باقاعدہ کان کو ہاتھ لگا گیا۔

"کس کس بات کی معافی مانگیں گے۔ نیند آئی ہے مجھے سونا ہے۔"

وہ سپاٹ انداز میں کہتی رخ موڑ گئی تو باسم گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"اوکے!!!"

. باسم اس کی نازک کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے قریب ترین کھینچ گیا

مومل ایک دم سٹپٹا گئی۔

"یہ کیا۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کر پاتی باسم اس کے ہونٹوں پر اپنی انگلی جما گیا۔

"ہششش!!!! چپ چاپ سو جاؤ ورنہ پھر سونے نہیں دوں گا"

اس کے سرگوشی کرتے لب اور بے باک الفاظ موبل کو کپکپانے پر مجبور کر گئے۔ وہ جھرجھری لیتی جھٹ سے آنکھیں بند کرتی سونے کی کوشش کرنے لگی پر اس ستمگر کی قربت میں ایسا کہاں ممکن تھا۔

○○○○○

وہ دونوں گول گپے کھانے فوڈ سٹریٹ آئے ہوئے تھے اور اب زین کے کہنے پر دونوں مقابلے سے گول گپے کھا رہے تھے۔
زین پھرتی سے گول گپے کو میزے سے بھرتا پانی میں ڈبو کر منہ میں ڈالتا نگل رہا تھا جب کہ دریہ بیچاری بہت پھرتی دکھانے کے باوجود زین سے پیچھے تھے۔

اچانک دریہ کے ذہن میں کوندا لپکا تو وہ اپنے خیال پر عمل کرنے کی ٹھان گئی۔ اس نے دو گولگپے پکڑ کر مسلے اور پاؤڈر منہ میں ڈال کر پانی والی کٹوری منہ سے لگالی۔ جب اس نے چھے گول گپے اس طرح کھائے تو اس کی چالاکی پر زین کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"یہ چیٹنگ ہے !!!"

زین احتجاجیہ چلایا تو دریا کھلکھلا کر ہنس دی پر ہنستے ہوئے وہ یہ بھول گئی تھی کہ اس کے منہ میں گول گپا موجود ہے جس کے باعث اسے پھندہ لگ گیا۔ وہ کھانس کھانس کر بے حال ہونے لگی۔ زین جلدی سے اٹھ کر اس کے پاس آتا اس کی پیٹھ تھپتھپانے لگا۔

"کیا کرتی ہیں یار!!! چھوڑیں یہ میں اپنی منگواتا ہوں۔"

کہنے کے ساتھ ہی وہ تیزی سے وہاں سے ہٹا تو اسے وہاں سے جاتا دیکھ کر دریہ تیزی سے اپنی پلیٹ میں پڑے گول گپوں سے پانچ گول گپے اس کی پلیٹ میں رکھ گئی اور پھر اپنی جگہ پھر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ کچھ سیکنڈز کے بعد ہی اسے زین اپنی طرف آتا دکھا جس نے ہاتھ میں پانی کی بوتل پکڑ رکھی تھی۔ اس کے چہرے پر چھائی پریشانی کوئی اندھا بھی دیکھ سکتا تھا۔ اس کے قریب پہنچ کر وہ بوتل کا ڈھکن کھول کر بوتل اس کے آگے کر گیا تو وہ کھانستی ہوئی بوتل منہ سے لگا گئی۔ پانی پیتے اس سے چور نظروں سے زین کی طرف دیکھا تو وہ

آنکھوں میں پریشانی سموئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ دریہ سٹپٹا کر نظریں پھیر گئی۔ پانی پینے کے بعد اس نے بوتل سامنے ٹیبل پر رکھی اور ایک نظر زین کی پلیٹ پر ڈالی۔

"!!!! یے !!!! میں جیت گئی !!! زین لوزر !!! زین لوزر"

وہ خوشی سے چیختی تالیاں بجانے لگی تو بیچارہ زین بوکھلا گیا۔ اس نے جھٹ سے اپنی پلیٹ کی طرف دیکھا تو اس کی چالاکی سمجھ آئی۔

دریہ چیٹر !!! کتنی گندی بچی ہیں آپ چیٹنگ کرتے ہوئے شرم نہیں آتی" "کیا۔

وہ بازو سینے پر باندھ کر ٹیبل کے ساتھ کمر ٹکا کر اس کی آنکھوں میں دیکھتا پوچھنے لگا۔

نہیں جی میں نے کوئی چیٹنگ نہیں کی !!!"۔"

وہ ناک سکوڑ کر بولی تو زین اس کی ادا پر فدا ہو گیا۔

"اگر ہار بھی رہی ہوتی تو مجھے پتا ہے آپ مجھے کبھی نہ ہراتے۔"

اس کے الفاظ میں محسوس کیا جانے والا مان تھا۔زین کو لگا وہ ایک دفعہ پھر سے اس حسینہ کے آگے اپنا دل ہار گیا ہے۔

زین گردیزی دریہ کے آگے اپنا آپ تو ہار سکتا ہے پر اسے کبھی ہرا نہیں سکتا!!!"

اس کے جواب پر وہ حسینہ دھیرے سے مسکرا دی پر آنکھوں سے چھلکتی اداسی زین سے اب بھی چھپ نہ پائی تھی۔جانے ایسا کون سا دکھ تھا جو اس پیاری لڑکی کی آنکھوں سے جھلکتا تھا۔

". زین چلیں نا اب۔مجھے رائیڈز لینے ہیں"

اس کی فرمائش پر زین ایک ہاتھ سینے پر رکھتا اس کے سامنے جھک گیا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"جو حکم ملکہ عالیہ ہم تو آپ کے حکم کے غلام ہیں۔"

اس کی نوٹنکی پر دریہ کی ہنسی رکنے کا نام نہ لے رہی تھی۔

وہ دونوں وہاں سے اٹھ کر فورٹریس آ گئے اور ٹکٹس خرید کر رائیڈز کی طرف بڑھ گئے۔

"سب سے پہلے کشتی پر بیٹھنا ہے مجھے۔"

"اوکے جناب"

وہ دونوں کشتی والے جھولے پر آئے اور دریہ کے اسرار پر ایک کونے میں بیٹھ گئے۔

دریہ آپ کو ڈر نہیں لگ رہا یار۔ لڑکیاں تو ڈرتی ہیں ایسے رائیڈ سے اسپیشلی"

". کارنر میں بیٹھنے سے

وہ واقعی حیران تھا اس لڑکی پر۔

ہاں ڈرتی ہیں پر وہ دوسری لڑکیاں ہیں۔ دریہ کسی سے نہیں ڈرتی اور یہاں"

"ہی تو مزہ آتا ہے۔ دیکھئے گا آپ بھی کتنا انجوائے کرتے۔

وہ خوشی سے کہتی کشتی میں موجود دوسرے مسافروں کو دیکھنے لگی اور پھر واقعی وہ کشتی چلنے پر بھی بلکل نہیں ڈری تھی۔

ایک دوسرے کی سنگت میں ایک بھرپور دن گزار کر دونوں اپنے اپنے ٹھکانوں کو روانہ ہو گئے۔

OOOOOO

راجہ گھر پہنچا تو باہر دروازے پر لگے تالے کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔

"نوریہ کہاں گئی!!!"

تالا کھول کر وہ گھر داخل ہوا تو پورا گھر سائیں سائیں کر رہا تھا۔

"رانی!!!!رانی!!!!!کہاں ہو یار!!!"

وہ اونچی آواز میں نوریہ کو پکارتا پورا گھر چیک کرنے لگا پر وہ کہیں بھی نہیں تھی۔

اس نے جیب سے موبائل نکالا اور نوریہ کا بر ڈائل کیا۔

"Tha dialled number is powered off. Please try back later"

"آپ کا ملایا ہوا نمبر فلحال بند ہے۔ برائے مہربانی کچھ دیر بعد کوشش کیجئے"

ایک بار۔دو بار۔ تین بار۔ وہ بار بار نمبر ملانے لگا پر نمبر بند جا رہا تھا اب کی بار

وہ حقیقتاً کافی پریشان ہو چکا تھا۔

دفعتاً اس کے دماغ میں ایک خیال کوندے کی طرح لپکا۔

"حاشر!!!! شٹ شٹ میں اتنا لاپرواہ کیسے ہو گیا۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے بال نوچتا خود کو احمق ترین انسان سمجھ رہا تھا۔

اس نے جیب سے موبائل نکالا اور تیزی سے ایک نمبر ڈائل کیا۔

ہیلو! ایس ایس پی مرتسم یزدان سپیکنگ!!! حاشر پر اٹیک کا وقت آ گیا"

ہے۔ جلدی سے فورس ریڈی رکھو۔ ہمیں اگلے ایک گھنٹے میں اٹیک کرنا

"!!!ہے۔ فورس تیار کرو اور میرے اگلے حکم کا انتظار کرو۔ او ور

بارعب انداز میں حکم صادر کرتا وہ اپنا لب و لہجہ مکمل طور پر بدل چکا تھا۔

یس سر!!!!"۔"

جواب سنتے ہی وہ کال کاٹ گیا۔اس کی انگلیاں تیزی سے ایک اور نمبر ملانے میں مصروف تھیں .

"ہیلو احسن !!! حاشر نے میری وائف کو کڈنیپ کر لیا ہے۔ ہمیں اگلے ایک گھنٹے میں اٹیک کرنا ہے۔اپنے آدمی تیار رکھو۔ہری اپ !!!"۔

سرد لہجے میں حکم سناتا کال بند کر کے تیزی سے موبائل پر انگلیاں چلانے لگا۔پانچ منٹ اپنا کام کرنے کے بعد وہ کمرے کی طرف بڑھا اور الماری کے نچلے حصّے میں بنے ایک خفیہ لاکر کو کھولنے لگا۔لاکر کھول کر اس میں پڑی پسٹل اٹھا کر جینس میں اڑسی چاقو پکڑ کر لاکر بند کر دیا اور چاقو کو دیکھنے لگا۔یہ ایک چمکتا ہوا تیز دھاری چاقو تھا جس کی چھوٹی سی دستی کالے رنگ کی تھی۔

راجہ نے چاقو کی نوک اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھی اور ہلکا سا دباؤ ڈالا۔دباؤ پڑتے ہو سرخ خون کی ننھی سی بوند چاقو کی نوک پر چمکنے لگی۔اس نے چاقو ہٹا کر شرٹ کے بازو سے صاف کیا اور اپنی ہتھیلی پر لگی کٹ پر انگلی دبائی۔پانچ سیکنڈز کے بعد خون نکلنا بند ہو گیا۔

تم نے یہ اچھا نہیں کیا حاشر۔ اب دیکھو مر تسم یزدان تمہارے ساتھ کیا کرتا۔ جسٹ ویٹ اینڈ واچ!!!"

لال انگارہ ہوتی آنکھوں کو غیر مرئی نقطے پر جماتے راجہ نے سوچا اور سپاٹ چہرہ لئے گھر سے نکلتا چلا گیا۔

@@@@@

گھر سے نکل کر وہ گلی کے باہر کھڑی گاڑی کی طرف بڑھا اور موبائل نکال کر کان سے لگایا۔

"ایڈریس سینڈ کر رہا ہوں ایک جگہ کا۔ وہاں پہنچو سب جلدی۔"

بات مکمل کر کے موبائل جیب میں رکھتا وہ ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھا اور گاڑی وہاں سے بھگا لے گیا۔ سب سے پہلے اس نے گاڑی قریبی مسجد کی طرف موڑی۔ مسجد پہنچ کر وہ گاڑی سے باہر نکلا اور جوتا اتار کر مسجد میں داخل ہو گیا۔ سب سے پہلے وضو کیا اور پھر مسجد کے اندرونی حصّے کی طرف چلا گیا۔ دو رکعت حاجت کے نفل کی نیت باندھی اور پڑھنا شروع کر

دیا۔ رکوع کے لئے جھکا تو آنکھ سے بہتا ایک آنسو قدموں میں جا گرا۔

سجدے میں سر جھکایا تو دل بھر آیا۔ نفل پڑھ کے سلام پھیری اور دعا کے لئے ہاتھ بلند کر لئے۔ اب کی دفعہ آنسوؤں پر قابو پانا مشکل ہو گیا۔ قابو پاتا بھی کیوں؟ آنسو روکتا بھی کیوں؟ اس کی ذات کے آگے رونا ہی تو جچتا ہے۔ وہی تو ہے ایک جو آنسوؤں کی لاج رکھتا ہے رسوا نہیں کرتا۔ آنسو بہنا شروع ہوئے تو بہتے ہی چلے گئے۔

یا اللہ میں تیرا بڑا نافرمان بندہ ہوں۔ بہت گناہگار ہوں پر تو تو رحیم ہے۔" رحمان ہے۔ غفور ہے!!! میرے پروردگار مجھ پر رحم فرم۔ مجھے معاف کر دے۔ انسان گناہوں اور خطاؤں کا پتلا ہے۔ میرے گناہوں کی اتنا بڑی سزا نہ دینا مجھے۔ میری بیوی اور بچے کی حفاظت فرمانا۔ یا اللہ میں نے بہت دکھ دیکھے ہیں۔ اپنے ہر عزیز کو کھونے کے بعد اب مجھ میں حوصلہ نہیں کہ میں اپنی رانی کو بھی کھودوں۔ وہ میری زندگی کا کل سرمایا ہے۔ میرے وجود کا حصّہ اس کے وجود میں سانسیں لے رہا ہے۔ وہ میری زندگی کی راحت ہے۔

وہ میری جنّت کی ساتھی ہے۔اسے اپنے حفظ وامان میں رکھنااور مجھے ہمت دیناکہ میں اس کی حفاظت کرسکوں۔"

آنسوؤں سے تر چہرے پر ہاتھ پھیر کر وہ وہیں بیٹھااپنے جذبات پر قابو پانے لگا۔بظاہر لوہے کی طرح مضبوط دکھنے والامرد اندر سے کانچ کے بکھرے ٹکروں کی مانند تھا۔ہمیشہ اس سے اس کی سب سے قیمتی چیز چھین لی جاتی تھی اور وہ تہی دامن رہ جاتا تھا۔حالات نے باہر سے اسے جتنا مضبوط بنادیا تھااس کی زندگی میں رونما ہوئے واقعات نے اسے اندر سے اتناہی کھوکھلا بھی کردیا تھا۔پراب اس نے تہیہ کرلیا تھاوہ اب چپ نہیں بیٹھے گا۔برسوں پہلے بھی ایک جنگ ہوئی تھی اور مرتسم یزدان حسن ہار گیا تھاکیوں کہ تب وہ ایک بچہ تھا۔آج پھرایک جنگ ہونی تھی جس میں اسے ہارنا نہیں جیتنا تھا کیوں کہ مرتسم یزدان حسن اب ایک بچہ نہیں رہا تھابلکہ ایک بھرپور توانا مظبوط مرد بن چکا تھاجوسب دشمنوں کے مقابلے کے لئے اکیلاہی کافی تھا۔وہ اکیلا بھی

ان ہزاروں پر بھاری تھا۔ سو دن کتوں کے ہوں تو ایک دن شیر کا بھی ضرور آتا ہے اور وہ ایک دن بھی کتوں کے سو دنوں پر بھاری ہوتا ہے۔

وہ مضبوط اور اٹل ارادے لئے وہاں سے نکل آیا۔ اب وقت آ گیا تھا کہ دشمنوں کو نیست و نابود کر دیا جاتا۔

@@@@@

وہ سپاٹ چہرہ لیا کرسی پر بندھی بیٹھی تھی۔ حاشر کی باتوں نے اس کے وجود میں ایک طوفان برپا کر دیا تھا۔ وہ یہ سوچ سوچ کر پاگل ہو رہی تھی کہ حاشر کو کیا ضرورت پڑی تھی اس سے اتنا بڑا جھوٹ بولنے کی۔ کوئی بات تھی تو ہی وہ ایسا بول رہا تھا نا۔ اگر حاشر کی بات سچ ہوتی تو؟؟؟ اتنا بڑا دھوکہ !!! اس کا راجہ اس کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا تھا۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر نوریہ نے سر اٹھا کر دیکھا تو حاشر کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ اس کی ہاتھ میں کچھ کاغذات تھے جنھیں رول کر کے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔

وہ قدم قدم چلتا نوریہ کے نزدیک آیا اور پاس پڑی خالی کرسی نوریہ کے سامنے رکھ کر بیٹھ گیا۔

اس کی مکروہ صورت دیکھتی وہ تنفر سے چہرہ موڑ گئی تو اس کی حرکت پر حاشر بھنا اٹھا۔

"بڑی اکڑ ہے نہ تجھ میں۔ آج یہ ساری اکڑ ہوا ہو جائے گی۔ چل پکڑ یہ اور سائن کر ان پر۔"

وہ نخوت سے کہتا ہاتھ میں پکڑے پیپرز اس کی گود میں رکھ گیا۔

اس کی بات کا جواب دیے بغیر وہ اسے تنفر بھری نظروں سے دیکھتی رہی۔

"کیا دیکھ رہی ہے۔ سائن کر جلدی!!!"

حاشر کی بات پر وہ ایک نظر اس پر ڈال کر دوسری نظر اپنے ہاتھوں پر ڈال گئی جو بندھے ہوئے تھے۔

اس کا اشارہ سمجھتے وہ اٹھا اور کرسی کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔

کھولنے لگا ہوں پر خبر دار کوئی چالاکی کی تو یہ سوچ لینا پہلے کہ اس حالت میں "
نہیں تم کہ کوئی چالاکی کر سکو ".

اس کی دھمکی پر نوریہ کی آنکھیں بھر آئیں۔اس کے وہم و گمان میں بھی یہ
سب نہ تھا کو اس کے ساتھ ہو رہا تھا۔

اس ہاتھ کھولنے کے بعد وہ واپس اپنی کرسی پر جا بیٹھا البتہ پاؤں اب تک
بندھے تھے .

نوریہ نے جوں جوں ان پیپرز پر لکھی تحریر کی پڑھنا شروع کیا توں توں اس کی
آنکھیں پھیلتی گئیں۔

یہ۔۔۔یہ سب کیا ہے!!!"۔"
نوریہ بے یقینی سے ان پیپرز کو دیکھتی اس سے استفسار کرنے لگی۔
نظر نہیں آرہا یا پڑھنا نہیں آرہا۔تمہاری پراپرٹی کے پیپرز ہیں۔وہی پراپرٹی "
جس کی خاطر میں نے تم سے شادی کی!!!"۔
اس پر بمب پھوڑتا وہ آخر میں مکروہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

جانتی ہو میں نے تم سے شادی کیوں کی ؟؟؟"۔"

اس کے سوال پر وہ آنسو بھری نظروں سے اس ظالم انسان کو دیکھنے لگی۔

"!!!! تمہاری جائیداد حاصل کرنے کے لئے"

اس کے انکشاف پر نوریہ کو حیرت کا ایک اور جھٹکا لگا.

تم سے شادی تو کرلی پر اب سوال تھا اس جائیداد کا جس کی خاطر میں نے تم" سے شادی کی۔ تمہارے باپ نے اپنی آدھی جائیداد تمہارے نام لگوادی جب کہ مجھے تو پوری چاہیئے تھی۔ پھر میں نے سوچا وہ بڈھا اتنا آسانی سے تو ساری جائیداد تمہارے نام نہیں کرے گا۔اور اگر تمہاری جائیداد بھی میں اپنے نام لگوالیتا تو اس بڈھے کو پتا چل جاتا۔اس لئے میں نے اس بڈھے کو ہمیشہ کی لئے گہری نیند سلادیا۔ہاہاہا!!!"۔

ایک اور انکشاف!!! اور یہ انکشاف سب سے زہریلا تھا۔ جس باپ کی موت کو وہ آج تک ایک حادثہ سمجھتی آئی تھی وہ موت حادثہ نہیں بلکہ ایک قتل تھا یہ سوچ کی نوریہ کی روح لرزا گئی تھی۔

تمہارے باپ کو مار دیا تو اس کی اکلوتی اولاد ہونے کی وجہ سے ساری جائیداد"
تمہارے نام ہو گئی۔ اب میں چاہتا تو تمہیں مار کر ساری جائیداد اپنے نام لگوا لیتا پر جانتی ہو اس سے کیا ہوتا؟ انویسٹیگیشن ہوتی تو پولیس کا پہلا شک مجھ پر جاتا۔ پھر میں نے سوچا کہ ہمارا بچہ ہو گا تو بچے کی پیدائش کے دوران تمہارا کام تمام کروا دوں گا۔ تم مر جاتی تو تمہاری ساری جائیداد کا مالک کون ہوتا؟ ظاہر ہے تمہاری اولاد۔ پر اس پلان کا بیڑا غرق تب ہوا جب مجھے پتا چلا کہ میں باپ نہیں بن سکتا۔ پھر میری جان من ماہی نے مجھے مشورہ دیا کہ کیوں نہ بچے کے لئے تمہاری دوسری شادی کرا دی جائے۔ اب تم سوچ رہی ہو ماہی کون؟ بھئی ماہی میری محبت!!! سچی محبت!!! پھر ایک دن جب میں ماہی سے ملنے گیا تو وہاں مجھے راجہ ملا۔ میں نے اسے سائیں سمجھ کر تمہاری شادی کچھ جان چکی ہو تو اس سے طے کر دی پر وہ سالا کچھ اور ہی نکل آیا۔ جہاں اتنا ایک بات اور جان لو۔ ڈرگز سپلائی کرتا ہوں میں۔ گینگ ہے ہمارا جہاں ہم یونیورسٹی کے طلبا اور کلبز میں ڈرگز سپلائی کرتے ہیں۔ اس کمینے مرتسم اوپس

راجہ!!! ہاں راجہ نے مخبری کر کے ہمارا مال پکڑوا دیا اور پولیس کو پیچھے لگا دیا۔ پر حاشر نے بھی کچی گولیاں نہیں کھیلی اس کا سب سے قیمتی مال چرا لیا

"!!!! ہاہاہا

تم گھٹیا انسان میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم اس قدر گھٹیا نکلو گے۔"

میرے باپ کے قاتل ہو تم اور میں تمہیں اپنا مسیحا سمجھتی رہی۔ تم نے اتنی گندی پلاننگ کی اور میں تمہیں کیا سمجھتی رہی۔ انسان کی کھال میں چھپے

"!!!! بھیڑیے ہو تم۔ تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی میں

وہ ایک دم خود پر ضبط کھوتی چیختی چلاتی حاشر پر جھپٹنے لگے پر اس کے پاؤں اب تک کرسی سے بندھے تھے۔ وہ ایک دم کھڑی ہوتی اس پر جھپٹی اور اس کا منہ نوچنے لگی۔ حاشر اس سے یہ امید نہیں کر رہا تھا کہ وہ ایسا کرے گی۔ وہ ایک دم سنبھلتا پیچھے ہٹا۔

"!!! تمہاری اتنی ہمت"

غصّہ سے دھاڑتا وہ آگے بڑھا اور نوریہ کے گال پر زوردار تھپڑ رسید کر گیا۔

"!!!!آہ!!!!راجہ"

تھپڑ اتنا شدید تھا کہ وہ اس کی شدت سے لڑکھڑاتی پیچھے پڑی کرسی پر گر گئی۔

اسے اپنے منہ میں خون کا ذائقہ گھلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ نازوں پلی لڑکی جسے آج تک کسی نے پھول سے بھی نہ مارا تھا اس جابر انسان کے تھپڑ کی شدت برداشت نہ کر پائی تھی اس لئے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"مجھے مارے گی؟؟؟ حاشر کو مارے گی؟؟؟ دیکھ میں تیرا حال کیا کرتا۔ جلدی سے ان پیپرز پر سائن کر و ورنہ تو اور تیرا بچا سیدھا اوپر پہنچ جاؤ گے میرے ہاتھوں ."

وہ پاکٹ سے پسٹل نکال کر اس کی سر پر تان گیا تو نوریہ کا رنگ فق ہو گیا۔

"یہ۔۔یہ میرے پاپا کی زندگی کا۔۔۔کل سرمایا ہے۔۔پلیز ایسا مت کرو۔۔۔میں تمھارے آگے۔۔۔ہاتھ جوڑتی ہوں!!!"

ہچکیوں کے درمیان بولتی وہ اس کی منت کرنے لگی پر اس کی سننے والا کون تھا۔

تیرا بھاشن نہیں سننا مجھے۔ جلدی سے سائن کرو وقت نہیں ہے میرے" پاس۔ صرف دو منٹ دے رہا ہوں تجھے۔ اگر سائن نہ کیے تو تو کرسی سمیت نیچے جائے گی اور تیرا بچا سیدھا اوپر !!!!"

اسے دھمکی دیتا وہ اس کی کرسی کے پیچھے کھڑا ہوتا اس کو گود میں پیپرز پھینک گیا تو نوریہ لرزتے ہاتھوں سے پین پکڑ گئی۔ آنسو تواتر سے بہتے جا رہے تھے۔ وہ اس وقت خود کو دنیا کی بے بس ترین لڑکی تصور کر رہی تھی۔ یہ جائیداد اس کے لئے اپنے بچے سے پیاری نہیں تھی۔ لرزتے کانپتے ہاتھوں سے جیسے ہی اس نے سائن کیے حاشر اس کے ہاتھ سے پیپرز جھپٹ کر چار قدم پیچھے ہوتا کرسی کو ایک زوردار ٹھوکر سے گرا گیا۔

سنسان اور ویران کمرہ نوریہ کی دل دہلاتی چیخ سے گونج اٹھا تو حاشر کے چہرے پر مکروہ مسکراہٹ ڈیرہ جما گئی۔

@@@@@

(جھٹکے دار، دھماکے دار)

اس نے جیسے ہی گاڑی کو بریک لگائی، اس کی گاڑی کے پیچھے تین چار گاڑیوں کے ٹائرز چرڑ چرڑانے کی آواز صاف سنائی دی۔ وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر ایک جست میں گاڑی سے اترا اور سامنے کھڑی عمارت کے کھلے ہوئے گیٹ سے اندر داخل ہو گیا۔ پیچھے موجود گاڑیوں سے نکلے افراد تیز تیز قدموں سے اس کی پیروی کرنے لگے۔

وہ مضبوط اور پھرتیلے قدم اٹھاتا اس کھلے میدان کی طرف بڑھ گیا جہاں بہت سے لوگ پہلے سے موجود تھے۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا سامنے رکھے ڈائس کی طرف بڑھ گیا۔

سامنے موجود افراد اسے اپنے سامنے دیکھتے ہی تیزی سے سلیوٹ کر گئے۔ وہ سر سے اشارہ کرتا اپنی جیب سے کچھ نکالنے لگا۔ اپنی جیب سے ایک کاغذ کا

ٹکرا نکال کر سامنے موجود ڈائس پر رکھنے کے بعد اس نے ایک جانچتی ہوئی نظر سامنے کھڑے افراد پر ڈالی۔

ایک سائیڈ پر انسپکٹر حسن اپنی ٹیم کے ساتھ کھڑا تھا جس کی تمام افراد اپنی مخصوص پولیس کی وردیوں میں موجود تھے اور دوسری جانب تیس افراد اور کھڑے تھے جو انٹیلیجنس کے بندے تھے اور اس وقت سول کپڑوں میں تھے۔

اس نے ایک تفصیلی نظر دوبارہ اس کاغذ کے ٹکرے پر ڈالی پھر اسے اپنے ہاتھ میں لئے چل کر تھوڑا آگے آیا۔

ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ ہمیں جو بھی کرنا ہے ابھی ہی کرنا ہے" اور بہت ہوشیاری سے کرنا ہے۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں ہم اس گینگ کے پانچوں خفیہ اڈوں کا پتا لگا چکے ہیں۔ ہمیں اب ان کے ہر اڈے پر ایک ساتھ حملہ کرنا ہیں۔ اگر ہم ان کے کسی ایک اڈے پر حملہ کریں کے پھر دوسرے اڈے کی طرف بڑھیں گے تو وہ پہلے حملے سے محتاط ہو کر باقی جگھوں سے رو

پوش ہو جائیں گے۔ دشمن کو کبھی کمزور سمجھ کر موقع نہیں دینا چاہئے۔ جب تک آپ اپنے دشمن پر پنجے نہ گاڑھ لیں آپ کبھی اس کی طاقت کے بارے میں رائے قائم نہیں کر سکتے۔ دشمن کبھی کمزور نہیں ہوتا بلکہ ہمیں خود کو اس سے زیادہ مضبوط بنانا پڑتا ہے۔ ہم ان کے تمام اڈوں پر ایک ساتھ حملہ کریں گی ایسے میں ان کو فرار کا موقع نہیں ملے گا اور وہ بوکھلا جائیں گے۔ یہی ان کا ویک پوانٹ ہو گا جس سے ہمیں بھرپور فائدہ اٹھانا ہے۔ آپ سب میری بات سمجھ رہے ہیں۔"

وہ بھاری مضبوط آواز میں کہتا ان سب سے سوال کر گیا۔

"یس سر"

وہ سب یک زبان ہو کر بولے تو مرتسم نے اپنی بات جاری رکھی۔

حسن تم اپنی ٹیم کو دو گروپس میں تقسیم کرو اور علی حیدر تم اپنی ٹیم کو تین" گروپس میں۔ تم پانچوں گروپس ایک ہی وقت میں ان کے پانچوں اڈوں پر حملہ کرو گے۔ وسیم، عباس، حیدر، ولی اور توقیر میرے ساتھ جائیں گے۔ یاد

رہے ہم سب کو ایک مخصوص وقت میں ایک ساتھ ہر دشمن پر حملہ آور ہونا

"ہے۔از دیٹ کلئیر؟؟؟

اس کی پر وقار اور گھمبیر آواز خاموشی میں ایک الگ ہی جادو برپا کر رہی تھی۔

"یس سر!!!"

ان کی یقین دہانی پر وہ سر ہلاتا "تھمز اپ" کا اشارہ کرتا اپنے مخصوص آدمیوں

کے ساتھ وہاں سے نکلا تو باقی سب بھی اپنے اپنے گروپ کے ساتھ اپنے

مطلوبہ ٹارگٹ کی طرف بڑھ گئے۔

@@@@@

اسے دھمکی دیتا وہ اس کی کرسی کے پیچھے کھڑا ہوتا اس کو گود میں پیپرز

پھینک گیا تو نوریہ لرزتے ہاتھوں سے پین پکڑ گئی۔آنسو تواتر سے بہتے جا

رہے تھے۔وہ اس وقت خود کو دنیا کی بے بس ترین لڑکی تصور کر رہی تھی۔

یہ جائیداد اس کے لئے اپنے بچے سے پیاری نہیں تھی۔ لرزتے کانپتے ہاتھوں سے جیسے ہی اس نے سائن کیے حاشر اس کے ہاتھ سے پیپرز جھپٹ کر چار قدم پیچھے ہوتا کرسی کو ایک زوردار ٹھوکر سے گرا گیا۔

سنسان اور ویران کمرہ نوریہ کی دل دہلاتی چیخ سے گونج اٹھا تو حاشر کے چہرے پر مکروہ مسکراہٹ ڈیرہ جما گئی۔

نوریہ جو کرسی نیچے گرنے کی وجہ سے خود بھی منہ کے بل گرنے والی تھی وہ بروقت تیزی سے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر جماتی خود کو زمین پر گرنے سے روک گئی۔

جھٹکا لگنے کی وجہ سے کمر میں تکلیف اٹھ گئی۔

"راجہ!!! آہ !!!!

وہ اس مشکل وقت میں راجہ کو پکارتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اسے احتیاط سے زمین پر بیٹھ کر روتے دیکھ کر حاشر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس کے قریب آیا اور پیروں کے بل اس کے قریب بیٹھ گیا۔

اسے یوں اپنے نزدیک آتے دیکھ کر نوریہ اپنے گرد لپٹی چادر میں مزید خود کو چھپاتی خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی جو وحشی بنا اسے مارنے کے درپر تھا۔

"دد۔۔۔ دیکھو۔۔۔ میں نے اپنی۔۔۔ ساری جائیداد تمہارے نا۔۔۔ نام کر دی ہے۔ پپ۔۔۔ پلیز مجھے یہاں سے جانے دو اب۔!!!"

وہ لرزتی کانپتی اس کے آگے ہاتھ جوڑ گئی۔ اس وقت اسے اپنے بچے کے علاوہ کسی چیز کی فکر نہیں تھی۔ اس سے پہلے کہ حاشر اس کا کوئی ناقابل تلافی نقصان کر دیتا وہ کسی بھی طریقے یہاں سے نکل جانا چاہتی تھی۔

"ابھی تو بس جائیداد حاصل کی ہے۔ اپنے ساتھ کیے گئے دھوکے کا بدلہ تو ابھی باقی ہے۔ راجہ کے کیے گئے ظلم کا بدلہ تو ابھی کافی ہے۔ اچھا نہیں کیا اس نے میرے ساتھ۔"

وہ راجہ کا ظلم یاد کرتا ایک دم سیخ پا ہوتا نوریہ کو بالوں سے پکڑ گیا۔

"آہ!!! چھوڑو مجھے ذلیل انسان۔"

وہ روتی ہوئی اس کی ظالم گرفت سے اپنے بال چھڑوانے کی کوشش کرنے لگی۔

"گالی دیتی ہے ہاں !!!!! مجھے !!! حاشر کو گالی دیتی ہے دیکھ اب میں تیرے ساتھ کرتا کیا"۔

وہ چیختا ہوا نوریہ کی منہ پر زوردار تھپڑ رسید کر گیا۔ تھپڑ کی شدت اتنی تھی کہ نوریہ منہ کے بل زمین پر گری۔ سر ایک جھٹکے سے زمین پر لگا اور وہاں سے نکلتا خون زمین کو رنگنے لگا۔

"مم۔۔۔میں نے تمہیں معاف کیا حاشر !!!! میں نے تمہیں اپنے ساتھ کیے گئے ہر ظلم کے لئے معاف کیا کیوں کہ۔۔کیوں کہ میں نہیں چاہتی کہ ہمیں روز قیامت بھی معافی تلافی کے لئے ایک دوسرے کے روبرو ہونا پڑے"۔

اس کے لہجے اور الفاظ میں چھپے کرب نے پل بھر کے لئے حاشر کا دل لرزا دیا پر وہ سر جھٹک کر خود کو لاپرواہ کر گیا۔

وہ نازک سی لاڈوں پلی لڑکی اتنی تکلیف نہ برداشت کرتے ہوش وحواس سے بیگانہ ہوتی چلی گئی۔

حاشر سرخ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی ظلم کرتا کمرے کا دروازہ ایک دم کھٹاک کی آواز سے ٹوٹا اور پانچ چھے افراد سیلاب کی طرح تیزی سے کمرے میں داخل ہوئے۔

اس سے پہلے کہ وہ اس اچانک ہوتے حملے سے سنبھلتا، مرتسم آندھی طوفان کی طرح تیزی سے آگے بڑھتا اس پر جھپٹ پڑا اور اس پر گھونسوں اور لاتوں کی برسات کردی۔اسے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر مرتسم اسے مارتا جارہا تھا۔ اس کی نظریں حاشر سے ہٹتی زمین پر خون میں لت پت نوریہ پر گئیں تو اسے لگا وہ اگلا سانس نہیں لے سکے گا۔

حاشر کو پاس کھڑے اپنے ایک آدمی کی طرف پھینکتے ہوئے وہ نوریہ کی طرف لپکا۔

"نور میری جان اٹھو۔ویک اپ یار!!!"

وہ نوریہ کا سر اپنی گود میں رکھتا اس کے گال تھپتھپانے لگا۔ نظر ایک دم اس اس کے جسم پر لگے خون پر گئی تو وہ پاس پڑی اس کی چادر پکڑ کر تیزی سے نوریہ کے وجود کے گرد لپیٹنے لگا۔

"!!!عبّاس گاڑی سٹارٹ کرو جلدی"

عبّاس کو چیخ کر حکم دیتا وہ نوریہ کو گود میں اٹھائے باہر کی طرف بھاگا۔اس کے گاڑی تک پہنچنے سے پہلے ہی عبّاس گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔ جیسے ہی مرتسم نوریہ کو لئے گاڑی میں بیٹھا آگے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے عبّاس نے تیزی سے گاڑی ہسپتال کی طرف موڑ دی۔

"!!!! نوریہ میری جان ہمت کرو پلیز آنکھیں کھولو"

وہ بے بسی سے اسے خود میں بھینچ گیا جو آنکھیں موندے پڑی اس کا ضبط آزما رہی تھی۔

گاڑی جسے ہی ہسپتال کے باہر رکی عبّاس نے تیزی سے باہر نکل کر دروازہ کھولا تو مرتسم نوریہ کو باہوں میں لئے اندر کی طرف دوڑا۔

نوریہ کو اسی وقت ایمر جنسی وارڈ میں شفٹ کر لیا گیا تھا۔

وہ بے چینی سے کمرے کے باہر چکر لگاتا پریشان حال کھڑا تھا۔ کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ بجلی کی سی تیزی سے کمرے سے باہر نکلتی ڈاکٹر کی طرف لپکا۔

ڈاکٹر میری مسز کیسی ہیں اور میرا بے بی؟؟؟"۔"

بے چینی اس کے انگ انگ سے جھلک رہی تھی۔

دیکھئے سر میں آپ کو کوئی جھوٹی تسلی نہیں دوں گی پر مسز مرتسم کی حالت" کافی نازک ہے۔ ایسے میں ہم کچھ کہہ نہیں سکتے کہ بے بی کو بچا سکیں گے یا نہیں۔ آپ کی مسز کا بی پی کنٹرول نہیں ہو رہا۔ ابھی کچھ ٹیسٹس اور الٹراساؤنڈ کریں گے ہم اور کوشش کریں گے ان کی حالت کچھ نارمل ہو سکے "پر آپ کو اپنا دل مضبوط رکھنا پڑے گا۔

وہ ڈاکٹر مرتسم کو اچھے سے جانتی تھی۔ وہ تو اسے بتا کر چلی گئی پر مرتسم کا دل ڈوب گیا۔ وہ دھپ سے پاس رکھے بینچ پر بیٹھتا سر دونوں ہاتھوں میں تھام گیا۔

یااللہ میں تیرا بڑا گناہگار ہوں پر مجھے اتنی بڑی آزمائش میں مت ڈال"

"میرے مولا میری مشکل آسان فرما دے۔

وہ یوں ہی سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھا تھا اور عبّاس ہاتھ باندھے اس کے پاس ہی کھڑا تھا جب ایک دم افراتفری میں ڈاکٹرز کا آنا جانا بڑھ گیا۔ وہ بے چین ہوتا ایک دم کھڑا ہو گیا۔

وہ ضبط کی حدوں کو چھوتا جانے کس طرح برداشت کیے کھڑا تھا جب ڈاکٹر ہما کمرے سے باہر آئیں۔ ان کے چہرے پر چھائے سنجیدہ تاثرات دیکھ کر مرتسم کا دل ناخوشگوار انداز میں دھڑک اٹھا۔

"ڈاکٹر ہما از ایوری تھنگ اوکے ؟؟؟"

وہ بے تحاشہ دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھنے لگا تو ڈاکٹر ہما اس کی بے چینی دیکھ کر ادا اسی سے سر نفی میں ہلا گئی۔

"!!!آئی ایم سوری سر!!!آئی ایم رئیلی سوری"

اس کی بات سن کر مرتسم کو لگا ساتوں آسمان ایک ساتھ اس کے سر پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ وہ ایک دم دھڑام سے اپنے پورے قد سمیت ہسپتال کے یخ ٹھنڈے فرش پر گھٹنوں کے بل گر پڑا۔ اسے لگا اس کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی گئی ہے۔

ڈاکٹر اب شاید تسلی بھرے جملے بول رہی تھی پر وہ اپنے ہوش میں ہی کہاں تھا۔ ایسا انسان ہوش میں ہو بھی کس طرح سکتا تھا جس سے ایک جھٹکے میں اس کی پوری دنیا چھین لی جائے۔

محبت سے زیادہ محبت کا انجام ظالم ہوا کرتا ہے یہ بات اسے آج پتا چلی تھی۔

@@@@@

وہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے شاپنگ کرنے میں مگن تھے۔ارمش کا موڈ آج کافی اچھا تھا اور ارسم کو بھی دو دن بعد واپس جانا تھا پریکٹس کے لئے اس لئے وہ دونوں یہ دو دن ایک دوسرے کی سنگت میں بھرپور انداز میں بتانا چاہتے تھے۔سب سے پہلے وہ اسے شاپنگ کروانے مال لے آیا۔شاپنگ کے بعد ان کا ارادہ باہر ہی لنچ کا تھا۔

ارسم ارمش کو ساتھ لئے ایک لیڈیز شاپ کے سامنے رکا تو شاپ کے اندر نظر ڈالتے ارمش کا چہرہ لال سرخ پڑ گیا۔ارسم کو معنی خیزی سے پہلے شاپ اور پھر خود کو دیکھتے ارمش نے تیزی سے اپنا ہاتھ اس کی آنکھوں پر رکھ دیا۔اس کی معصوم حرکت پر ارسم قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"!!!!چھی!!!!شرم کریں ہسبنڈ"

شرم اور خفت کے مارے اس کے چہرے سے دھواں اٹھنے لگا۔

جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم!!!اپنا تو یہی اصول ہے بھئی۔اور"

"اپنی خاص الخاص اور پرسنل بیوی یا اس کی چیزوں سے کیا شرم۔

ارمش اس کی آنکھوں سے ہاتھ ہٹاتی آنکھیں پھاڑے اسے دیکھنے لگی جو چہرے پر شرارتی مسکان سجائے شریر نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"!!!!توبہ استغفار"

وہ خفت سے زیر لب بولتی آنکھیں چراتی یہاں وہاں دیکھنے لگی تو اس کی معصومیت پر وہ پھر سے قہقہہ لگاتا مسرور ہوا تھا۔

"آپ۔۔۔آپ یہیں رکیں ہم ابھی آتے ہیں۔"

وہ التجائیہ نظروں سے اسے دیکھتی بولی کہ کہیں اس کے ساتھ جانے پر ہی بضد نہ ہو جائے۔

اوکے اپ جائیں ایزی ہو کر شاپنگ کریں میں یہاں ساتھ والی شاپ میں جا"

"رہا ہوں آپ کے فری ہونے تک آ جاؤں گا۔

ارسم کے جواب پر ارمش نے سکون بھرا سانس لیا۔

"اوکے"

وہ سر ہلاتی شاپ کے اندر گئی تو ارسم بھی دوسری شاپ میں چلا گیا۔

دس منٹ کے بعد جب ارمش اپنی مطلوبہ چیزیں خریدنے کے بعد باہر آئی تو ارسم وہاں موجود نہ تھا۔ وہ وہیں کھڑی اس کا انتظار کرنے لگی۔

اپنے قریب کسی ک موجودگی محسوس کرتے ارمش نے جیسے ہی گردن موڑ کر دیکھا تو سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کر اس کا رنگ سپید پڑ گیا۔ ہاتھ میں موجود شاپنگ بیگز زمین بوس ہو گئے۔ خوف و حراس سے ارمش کا پورا وجود لرزنے لگا۔

سویٹ ہارٹ گزشتہ چند مہینوں نے تو تم پر بہت خوشگوار اثرات چھوڑے" ہیں۔ مجھے کہنا پڑے گا کہ تم مزید حسین ہو گئی ہو۔ غلطی کر دی جو تمہیں ہاتھ "سے جانے دیا ورنہ تم ایسی چیز تو ہرگز نہیں جس سے پیچھا چھڑوایا جا سکے۔

اس کے چہرے سے ٹپکتی خباثت اور لہجے سے جھلکتی حوس نے ارمش کے وجود کو انگاروں پر گھسیٹ لیا تھا۔ وہ سن پڑتے وجود کے ساتھ ایک دم زمین بوس ہوئی تو سامنے کھڑا وجود پراسرا سا مسکراتا اس کی طرف ہاتھ بڑھا گیا۔

@@@@@

ارسم شاپ سے باہر نکلا اور ارمش کو دیکھنے لگا پر اسے وہ کہیں نظر نہ آئی۔اس کی نظر شاپ کے باہر زمین پر گرے شاپنگ بیگز اور ایک کالے رنگ کے ہینڈ بیگ پر پڑی تو وہ ٹھٹھک گیا۔

تیزی سے ان چیزوں کی طرف لپکتے اس نے سب چیزیں چیک کی تو اس کا شک یقین میں بدل گیا۔یہ تمام چیزیں ارمش کی تھیں۔پر ارمش کہاں تھی خود؟؟؟

ارسم کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

موبائل جیب سے نکالتے اس نے ارمش کا نمبر ڈائل کیا تو اس کے ہاتھ میں موجود بیگ میں اس کا فون بجنے لگا۔

"!!!!شٹ شٹ شٹ!!!!! میں اتنا لاپرواہ کس طرح ہو گیا"

ٹینشن کی وجہ سے اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔وہ ہمت کرتا پورے مال میں اسے دیکھنے لگا پر وہ وہاں ہوتی تو ملتی۔

ارسم سیدھا مال کی انتظامیہ کے پاس پہنچا اور ان سے "سی سی ٹی وی" فوٹیج دکھانے کی گزارش کرنے لگا۔ مانا وہ ایک جانا مانا کھلاڑی تھا پر وہ اس طرح کسی کے لئے رولز نہیں توڑ سکتے تھے اس لئے ارسم سے معذرت کر گئے۔

وہ غصّے سے پاگل ہونے کے درپر تھا۔ پورے دو گھنٹے گزر چکے تھے پر ارمش کا کوئی اتا پتا نہیں تھا۔

پریشانی اور بے بسی سے اپنے بال نوچتے ایک دم اس کے دماغ میں ایک خیال آیا جسے عملی جامہ پہنانے لئے اس نے تیزی سے جیب سے موبائل نکال کر ایک نمبر ڈائل کیا۔

"آئی نیڈ یو یار۔۔۔ رائیٹ ناؤ۔"

(مجھے ابھی اسی وقت تمہاری ضرورت ہے یار!!!!)

اس کے جملے کے جواب میں نہ جانے کیا کہا گیا تھا جس کے جواب میں وہ ساری بات اس کے گوش گوار کرنے لگا۔

ٹھیک دس منٹ کے بعد وہ مال کے کنڑول روم میں کھڑا سرخ آنکھوں سے سامنے لگی ایل-سی-ڈی پر سی سی ٹی وی فوٹیج دیکھ رہا تھا۔

@@@@@

دریہ کافی دیر سے زین کا نمبر ملا رہی تھی پر وہ کال اٹھا ہی نہ رہا تھا۔آخری دفعہ کال کرتی وہ جھنجھلا کر کال کاٹنے ہی والی تھی جب وہ کال اٹھا گیا۔

"السلام علیکم !کیسی ہیں؟"

اس کی نرمی بھری آواز پر وہ ایک پر سکون سانس خارج کر گئی۔

وعلیکم السلام!!!کہاں ہیں آپ کب سے کال کر رہی تھی؟؟"۔"

وہ دھیمے لہجے میں سوال کرتی آنکھیں موندے خود میں سکون اترتا محسوس کر رہی تھی۔

میں ایک بہت ضروری کام سے مال آیا ہوا ہوں اور ہاں مجھے بہت ضروری" کام سے تین دن کے لئے شہر سے باہر جانا پڑ رہا ہے۔آپ پریشان مت

ہوئے گا وقت نکال کر آپ سے رابطہ کرتا رہوں گا۔ چلیں ابھی مجھے جلدی ہے باقی بات بعد میں ہوتی ہے۔ اپنا خیال رکھئے گا۔ اللہ حافظ !!!"۔

ایک ہی سانس میں اپنی بات مکمل کرتا وہ کال کاٹ گیا تو دریہ کے دل کو مایوسی نے گھیر لیا۔ اس نے باہر جانے کا پلان بنایا تھا۔

"!!! چلو کوئی نہیں جب زین آئیں گے تب سہی"

وہ خود سے کہتی کافی بنانے کی غرض سے کچن کی طرف بڑھ گئی۔

تجھ سے بچھڑ کر باخدا میں یہاں

!!!!! جی نہ سکوں گا اک لمحہ

آرام آتا ہے دیدار سے تیرے

مٹ جاتے ہیں سارے غم

ہے یہ دعا کہ تمہیں دیکھتے دیکھتے ہی نکل جائے دم

شکرانہ چاہے میں جتنا بھی کر لوں

پھر بھی رہے گا وہ کم

تیرا تصور مجھے دے کے مولا نے

مجھ پے کیا ہے کرم

"!!!!!آرام آتا ہے دیدار سے۔۔۔آہ

وہ جو چولہے کے سامنے کھڑی کڑاہی میں چمچ چلاتی مزے سے گنگناتی اپنی ہی دنیا میں مگن تھی ایک دم سے جھٹکا لگنے پر مڑی اور اپنے پیچھے کھڑے باسم کے سینے جا ٹکرائی۔وہ حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگی جو اس کی کمر کی گرد اپنے دونوں بازو باندھے آنکھوں میں جذبات کا ایک جہاں سموئے اسے تکنے میں مگن تھا۔

اس کی نظروں کی تپش مومل کے چہرے کو جھلسانے لگی تو وہ لرزتی پلکوں کی جھالر عارضوں پر گرا گئی۔

"آپ کچن میں کیا کر رہے ہیں۔"

وہ اپنا ایک ہاتھ باسم کی سینے پر رکھے اور دوسرے ہاتھ سے اس کی شرٹ کے بٹنوں پر پھیرتی یوں ہی جھکی نظروں سے مستفسر ہوئی تو باسم اس کی ٹھوڑی کے نیچے اپنے مضبوط ہاتھ کی انگلی رکھتا اس کا چہرہ اوپر اٹھا گیا۔

"ایک ظالم کے دیدار کے لئے دل مچلا تو دل کی پکار پر لبیک کہتے میں کچی ڈور سے بندھا اس ظالم کے پیچھے چلا آیا ."

اس کی بوجھل آواز پر مومل اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔

"آہاں !!!! کس ظالم نے کون سا ظلم کر دیا آپ پر"

وہ اپنا دوسرا ہاتھ بھی اس کے سینے پر جما گئی تو اس کے ہاتھ کے نیچے مضبوطی سے دھڑکتا باسم آفریدی کا دل مومل آفریدی کی ہتھیلیاں نم کر گیا۔

اس کے سوال پر باسم مومل کی کمر کے گرد بندھے اپنے ہاتھوں کو حرکت دیتا اسے اپنے نزدیک تر کر گیا۔ وہ ایک جھٹکے سے خود بھی اس کے سینے سے آ لگی۔

"ظلم یہ ہوا ہے کہ۔۔۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتا مومل کسمسا کر اس کی گرفت سے آزاد ہونے کی کوشش کرنے لگی جس پر وہ اسے مزید خود سے قریب کرتا پیچھے چلتے چلتے کا بٹن بند کرتا اپنے دونوں بازو مضبوطی سے مومل کے گرد حمائل کر گیا۔

"!!!مظلوم کے قریب ہو کر ظالم کے ظلم کی داستان سنو نا"

مومل لب بھینچ کر اپنے ہونٹوں پر مچلتی بے ساختہ مسکراہٹ چھپانے لگی۔

اسے یوں مسکراہٹ چھپاتے دیکھ کر باسم ایک دم جھکا اور اسے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع دیے بغیر اس کے گلابی نازک سے لب اپنے عنابی لبوں میں قید کر گیا۔

مومل اس کا کالر اپنے دونوں ہاتھوں میں جکڑتی اپنی آنکھیں سختی سے بند کر گئی۔اسے احتجاج نہ کرتے دیکھ کر ایک سکون بھری لہر باسم کے وجود میں سرائیت کرتی چلی گئی۔

وہ اسے کمر سے جکڑ کر اوپر اٹھاتا پیچھے سلیب پر بیٹھاتا اس کے ہونٹوں پر اپنی گرفت سخت کر گیا۔اس کے شدّت بھرے لمس پر مومل کا سانس بند ہونے لگا تو وہ خود کو اس کی گرفت سے آزاد کروانے کی خاطر کسمسانے لگی پر وہ پیچھے ہٹنے کی بجائے مزید شدّت دکھانے لگا۔جب اسے محسوس ہوا کہ وہ نازک جان سانس لینے کو مچل رہی ہے تو دھیرے سے اس کے لبوں کو آزادی بخش گیا اور گہری نظروں سے اسے دیکھنے لگا جو بند آنکھوں اور سرخ چہرے کے ساتھ لمبے لمبے سانس لیتی باسم کے خمار کو بڑھا رہی تھی۔اس کی لمس نے باسم کی تشنہ لبی میں اضافہ کر دیا تھا۔

اپنے دل کی پکار پر وہ سامنے بیٹھی مومل کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھامتا پھر سے اس کے ہونٹوں پر جھک گیا۔اب کی دفعہ مومل کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں پر ایک وہ تھا جو سیر اب ہی نہ ہو رہا تھا۔

اس کے لبوں کو آزادی بخش کر وہ پیچھے ہٹتا اس کی گردن میں اپنا چہرہ چھپا گیا اور کے بدن سے اٹھتی بھینی بھینی خوشبو کو گہری سانسوں کے ذریعے خود میں اتارنے لگا۔

اس کی گرم سانسیں اپنی گردن پر محسوس کرتے مومل کا جسم سنسنانے لگا۔

وہ اپنے کانپتے ہاتھ اس کے کندھوں پر رکھتی اسے پیچھے ہٹانے کی کوشش کرنے لگی پر وہ پیچھے ہٹنے کی بجائے اس کے دونوں ہاتھ اپنے بھاری ہاتھوں میں تھام کر پیچھے موڑتا اس کی کمر سے لگا گیا۔

اس نے اپنے تپتے ہوئے لب مومل کی شفاف گردن پر رکھے تو وہ کپکپا اٹھی۔

"!!!پپ۔۔پلیز!!! مجھے کھانا۔۔۔بنانا ہے"

وہ اس کی قید میں بے بس پڑی بتا رہی تھی یا اجازت لے رہی تھی اس بات کا اندازہ اسے خود بھی نہ تھا۔

چھوڑو کھانے کو۔روم میں چلتے ہیں!!!"۔"

اس کی نازک گردن پر جگہ جگہ لب رکھتا وہ اپنی دلی خواہش ظاہر کر گیا تو اس کی بے باکی پر مومل کی آنکھیں پھیل گئیں۔

وہ مزید سرخ پڑتی اس بے باک انسان کی گرفت سے نکلنے کے لئے کسمسانے لگی جو وقت اور جگہ کا لحاظ کیے بغیر ہی اپنی من مانیوں پر اتر آیا تھا۔

"مجھے کھانا بنانے دیں پلیز۔ بہت بھوک لگی ہے۔ کھانا بنا کر کمرے میں ہی آؤں گی نا۔"

وہ فلوقت اپنی جان چھڑوانے کے لئے اسے اس طرح لالچ دینے لگی جیسے بچوں کو دیا جاتا ہے۔

"پہلے وعدہ کرو کھانا بناتے ہی کمرے میں واپس آؤ گی!!!"

وہ پیچھے ہٹتا اس کی آنکھوں میں دیکھتا وعدہ لینے کی خاطر اپنا ہاتھ آگے بڑھا گیا تو مومل اپنا لرزتا کانپتا ہاتھ اس کے مضبوط ہاتھ پر رکھ گئی۔

باسم نے جھک کر اس کے مومی ہاتھ کی پشت پر اپنے لب رکھے اور اس کا ہاتھ ایک دفعہ اپنے ہاتھ میں دبا کر چھوڑتا کچن سے نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد مومل اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ کر اپنی سانسیں ہموار کرنے لگی۔

وہ چھلانگ لگاتی نیچے اتری اور چلھے کے آگے کھڑی ہوتی چولہا چلا گئی۔

اب کی دفعہ کھانا بناتے ہوئے اس کی زبان خاموش تھی پر لب خوبصورت مسکان میں ڈھلے ہوئے تھے۔

@@@@@

کھانا ٹیبل پر لگا کر مومل نے باسم اور مناہل کو آواز دی کہ آ کر کھانا کھا لیں۔ارسم اور ارمش شاپنگ پر نکلے تھے ڈنر بھی باہر کرنا تھا انہوں نے۔

بڑے سب کسی رشتہ دار کی عیادت کے لئے گئے تھے۔ایسے میں صرف وہ تینوں ہی گھر پر تھے۔

مومل کھانا لگا کر جیسے ہی فارغ ہوئی اسے باسم اندر داخل ہوتا دکھائی دیا۔

مناہل کیوں نہیں آئی؟"۔"

وہ باسم کو اکیلے وہاں آتے دیکھ کر مستفسر ہوئی۔

"ہماری پرنسز تو سو گئی۔"

وہ اسے جواب دیتا کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"آپ نے اسے کیوں سونے دیا باسم؟اس نے دو گھنٹے پہلے دودھ پیا تھا بس مجھے اب اسے کھانا کھلانا تھا۔"

وہ پریشانی سے کہتی اس کے ساتھ والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"بس بس بس!!!!کیا ہو گیا بیگم؟اس کو نیند آئی تھی تو سو گئی کیسے اس کی نیند خراب کرتا۔تم جانتی ہو نا بھوک کی کتنی کچی ہے وہ۔بھوک لگے گی تو خود ہی اٹھ جائے گی تب کھلا دینا۔"

وہ اس کی فکر دیکھتا اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتا تسلی دینے لگا۔

"وہ تو ٹھیک ہے باسم پر۔۔۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنا جملہ مکمل کرتی باسم اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ گیا۔

"آہ!!!!"

مومل ایک جھٹکے سے اس کی گود میں گری۔ باسم اس کے بازو پکڑ کر اپنی گردن کے گرد ہمائل کیے اور اس اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے مزید خود کے قریب کر لیا۔

"!!!!!کیا کر رہے ہیں باسم۔ چھوڑیں پلیز"

وہ جھجھکتی ہوئی پیچھے ہٹنے لگی پر باسم کی گرفت سے نکلنا کہاں ممکن تھا۔

جانِ باسم ہر وقت یہی کہتی رہتی ہو ہو کہ چھوڑیں باسم!! مت کریں" باسم!! پیچھے ہٹیں باسم!! کبھی قرب کی تمنا بھی ظاہر کر دیا کرو۔ کبھی یہ بھی کہہ دیا کرو کہ باسم مجھے اپنی سانسوں سے بھی قریب تر کر لیں۔ اپنے مضبوط "!!!!حسار میں قید کر لیں۔ بس دور جانے کی ہی بات کرتی ہو

اس کے شکووں پر مومل آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتی رہی۔

آپ بہت بے شرم ہیں باسم!!!! میرے منہ مت لگیں فلحال کھانے پر" "!!!توجہ دیں

وہ اپنے لہجے کو سخت بنانے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔

"اپنے منہ لگنے ہی کہاں دیتی ہو تم ظالم !!! ایک دفعہ اچھے سے منہ لگنے کی اجازت تو دو بس !!! دیکھنا ایسا منہ لگوں گا کہ تم پر سانسیں تنگ پڑ جائیں گی !!!"

اس کی خمار بھری بوجھل آواز اپنے کانوں کے نزدیک تر محسوس کرتے مومل کے وجود میں سنسنی دوڑ گئی۔

"مجھے بھوک لگی ہے باسم !!!"

اسے اپنے فرار کا محض یہی طریقہ نظر آرہا تھا اس وقت۔

"اوکے کھانا کھاتے ہیں۔مجھے برداشت کرنے کے لئے تمہیں طاقت کی بے انتہا ضرورت ہے آج !!!!"

اس کی معنی خیز بات پر مومل کا سرخ چہرہ مزید جھک گیا۔اس کی تذبذب کیفیت دیکھتا وہ اس کے ماتھے پر بوسہ دے کر اب کی بے شرافت کا مظاہرہ کرتا اپنے ہاتھوں سے اسے کھانا کھلانے لگا جب کہ آنے والے لمحات کا سوچتے مومل کا ذہن بری طرح منتشر تھا۔

@@@@@

سر میں اٹھتی ٹیسوں سے اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کیا تو سر میں اٹھتی تکلیف نے اسے کراھنے پر مجبور کر دیا۔

"یہ۔۔۔۔ یہ میں کہاں ہوں!!!!"

وہ اپنا سر ہاتھوں میں تھام کر سوچنے لگی۔ پھر آہستہ آہستہ حواس بحال ہونے لگے تو ایک ایک کر کے ہر بات دماغ میں آتی اسے حقیقی دنیا میں پٹخ گئی۔

اسے اتنا یقین ہو چکا تھا کہ وہ ایک دفعہ پھر سے بری طرح پھنس چکی تھی۔

"ہسبنڈ پلیز آجائیں!!!"

وہ منہ پر ہاتھ رکھتی اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹنے لگی۔

"بابا!!!!"

دوسرے نمبر پر اسے اپنا باپ پوری شدّت سے یاد آیا تھا اور اپنے باپ کا آخری دیدار بھی.

اس آخری دیدار کا واقع پوری جزیات کے ساتھ ذہن کے پردوں پر لہرایا تھا۔

(ماضی)

وہ چھوٹی سی معصوم پری اس وقت خوف سے لرزتی کانپتی بیڈ کے نیچے چھپی ہوئی تھی۔اپنے ماں باپ کے چیخنے اور چلانے کی آوازوں سے بچنے کے لئے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے تھے جب کہ اپنی چیخیں روکنے کے لئے اپنے ہونٹ سختی سے بند کر کے منہ گھٹنوں پر جمار کھا تھا۔

"تم گھٹیا عورت۔۔۔میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اس قدر گھٹیا اور لالچی نکلو گی۔اپنی حوس پوری کرنے کی خاطر تم نے اس معصوم کی جان لے لی اور خود مظلوم بن کر میرے سامنے آگئی۔"

وہ کسی مرد کی آواز تھی جو غصے سے چیخ رہا تھا۔

"دد۔۔دیکھو تم غلط سمجھ رہے ہو ایسا کچھ نہیں جیسا تم کہہ رہے ہو۔تمہیں بہت بڑی غلط فہمی ہوئی ہے کوئی۔میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا جس کا الزام مجھ پر لگا رہے ہو تم!"

وہ عورت اس کا ہاتھ پکڑتی منت بھرے لہجے میں بولی۔

غلط فہمی! تم کہ رہی ہو کہ غلط فہمی ہوئی ہے مجھے۔ شک تو پہلے ہی ہو گیا تھا" مجھے تم پر پر آج میں نے خود اپنے ان کانوں سے تمہیں اپنے گھٹیا کارناموں کا اعتراف کرتے سنا ہے۔ تم اب بھی حقیقت کو جھٹلاؤ گی ہاں! اس کا نہیں تو اس کی معصوم بچی کا ہی خیال کر لیتی جس نے ابھی تو اس دنیا میں آنکھ کھولی اور تم نے ساتھ ہی اس کے سر سے ماں کا سایہ چھین لیا۔ میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں ذلیل عورت۔ ابھی پولیس کو کال کر کے لاک اپ میں بند کرواتا ہوں تمہیں اور ایک جان لینے اور فراڈ کے جرم میں پھانسی پر نہ بھی چڑھی تو ساری "عمر جیل کاٹو گی۔

وہ تیش کے عالم میں اسے اس کی حقیقت باور کرواتا جیب سے اپنا فون نکال کر کال ملانے لگا۔ اس سے پہلے کے وہ کال کر پاتا وہ ایک دم اس پر جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے فون چھین گئی۔

"ہاں ہاں کیے ہیں میں نے یہ جرم۔ میں نے ہی اس کی جان لی پر کیا ثبوت ہے تمھارے پاس اس بات کا۔ کوئی بھی نہیں۔ تم واحد گواہ ہو نہ پر جب تم ہی نہیں رہو گے تو کون سا ثبوت اور کہاں کا ثبوت۔ ہاہاہا۔ بائے بائے ڈیئر بہی!"

وہ مکروہ ہنسی ہنستی ایک دم سائیڈ ٹیبل پر پڑا گلدان جھپٹ کر پکڑتی اس کے سر میں مار گئی۔ وہ بیچارہ آدمی ابھی پہلے وار سے سنبھلا بھی نہ تھا کہ اس عورت نے اس کے سر پر پے در پے کئی وار کر دیے۔ دماغ پر کاری ضربیں لگنے سے وہ آخری دفعہ اپنی پری کا چہرہ دیکھنے کی حسرت لئے موقع پر ہی دم توڑ گیا جب کہ بیڈ کے نیچے چھپا وجود اپنے سائبان کا خون میں لت پت وجود دیکھ کر خوف و ہراس کی آخری حد کو چھوتا ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا۔

(حال)

کھٹکے کی آواز پر وہ ایک دم ماضی سے نکل کر حال میں واپس لوٹی تو اس کی نظر سیدھا دروازے سے اندر داخل ہوتے وجود پر پڑی جسے دیکھتے ہی اس کا وجود ساکت ہو گیا۔

"!!!! کیسی ہو مشی جان"

اس کی آواز پر ارمش کو لگا جیسے کسی نے پگھلا ہوا سیسا اس کے کانوں میں انڈیل دیا ہو۔ اس کا سب سے بڑا خوف اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ وہ شخص پھر سے اس کے مقابل آ گیا تھا جس نے محبت اور عزت دے کر اس کی روح چھلنی کر دی تھی۔

"!!!! کیسی لگی یہ ملاقات"

وہ نفیس اور خوبصورت چہرے کے ساتھ کراھیت بھرے لہجے میں بولتا ارمش کو درندہ ہی محسوس ہوا۔

ارمش کے دل نے بے ساختہ خواہش کی تھی کہ موت کا فرشتہ اس کی روح قبض کرنے اسی وقت پہنچ جائے پر ہر دعا کہاں پوری ہوا کرتی ہے اسی وقت!!!!!

@@@@@

کھٹکے کی آواز پر وہ ایک دم ماضی سے نکل کر حال میں واپس لوٹی تو اس کی نظر سید ھا دروازے سے اندر داخل ہوتے وجود پر پڑی جسے دیکھتے ہی اس کا وجود ساکت ہو گیا۔

"کیسی ہو مشی جان!!!!"

اس کی آواز پر ارمش کو لگا جیسے کسی نے پگھلا ہوا سیسا اس کے کانوں میں انڈیل دیا ہو۔اس کا سب سے بڑا خوف اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔وہ شخص پھر سے اس کے مقابل آ گیا تھا جس نے محبت اور عزت دے کر اس کی روح چھلنی کر دی تھی۔

"کیسی لگی یہ ملاقات!!!!"

وہ نفیس اور خوبصورت چہرے کے ساتھ کراھیت بھرے لہجے میں بولتا ارمش کو درندہ ہی محسوس ہوا۔

ارمش کے دل نے بے ساختہ خواہش کی تھی کہ موت کا فرشتہ اس کی روح قبض کرنے اسی وقت پہنچ جائے پر ہر دعا کہاں پوری ہوا کرتی ہے اسی وقت!!!!!!

"ہمیں آپ رہے ہیں سزا دے رہے ہیں آپ کس بات کی سزا دے رہے ہیں!!!! آپ کا بگاڑا ہے ہم نے کیا۔ جانتے ہیں ہم آپ کو کیا سمجھتے تھے؟؟ اپنا باپ!!!! جب ہمارے بابا فوت ہوئے اس کے بعد آپ ماما کی زندگی میں آئے مجھے لگا آپ گندے ہوں گے۔ پر آپ کے نرمی اور محبت بھرے رویے نے میری سوچ کو غلط ثابت کر دیا۔ آپ نے باپ کے درجے پر ہوتے ہوئے اپنی ہی بیٹی کی روح داغدار کر دی۔ ہم سوچتے تھے کہ سگا سوتیلا کیا ہوتا ہے؟؟ رشتہ تو رشتہ ہی ہوتا ہے

پھر کیا سگا اور کیا سوتیلا!!! پر آپ نے ثابت کر دیا کہ سوتیلے اور منہ بولے رشتے محض نام کے ہی ہوتے ہیں۔"

جوش سے بولتے اخر میں ارمش کی آواز بھرا گئی۔

"بس بس لڑکی!!! کتنے کان پکانے لگ گئی ہے۔پہلے تو آواز ہی نہیں تھی نکلتی اور اب کیسے فر فر زبان درازی کر رہی ہے۔اتنا تو جان چکی ہو گی کہ کس مقصد کی خاطر میں نے یہ قدم اٹھایا ہے۔"

اس کی مکروہ صورت دیکھتے ارمش سے تنفر سے چہرہ موڑ لیا تو یوں خود کو رد ہوتے دیکھ کر عالم گردیزی نے تیش میں آ کر آگے بڑھتا ارمش کے بال مٹھی میں دبوچتا اس کا چہرہ اپنے مقابل کر گیا۔

اس کی جارہانہ حرکت پر ارمش سسک کر رہ گئی۔

"مجھ سے منہ موڑے گی؟؟؟ مجھے نفرت سے دیکھے گی؟؟؟ تجھے تو میں اس قابل ہی نہیں چھوڑوں گا کہ مجھ سے نفرت کر سکے۔"۔

عالم گردیزی نے ترشی سے کہتے اس کے بالوں کو جھٹکا دیا۔

"دیکھیں پلیز ہمیں چھوڑ دیں ہمیں جانے دیں ورنہ ہمارے ہسبنڈ آپ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے"۔

وہ تکلیف برداشت کرتی اس کی التجا کرنے لگی تو اس کی بات پر عالم گردیزی بلند و بالا قہقہے لگانے لگا۔

"ہسبنڈ!!!اور وہ بھی تمہارا!!!ہاہاہا!!!مانا کہ بہت حسین اور معصوم کلی تم تم پر تم جیسی لڑکی سے کون شادی کر سکتا ہے جو اپنے سوتیلے باپ کے ساتھ ساتھ اس کے کئی دوستوں کا دل بھی بہلا چکی ہو!!!"۔

اس کی باتیں ارمش کو ذلّت کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینک گئیں۔

"چلو آج تمہیں ایک کہانی سناتا ہوں پہلے۔اس کے بعد ہم کچھ اور سوچیں گے!!سنو گی کہانی؟"۔

اس کے سوال پر ارمش سرخ نم آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"ایک تھا بزنس مین جس کا نام تھا حسین لاشاری!!!اس کو اپنی ایک کلاس فیلو رانیہ انور سے محبت ہو گئی۔رانیہ انور ایک مڈل کلاس فیملی سے تعلق

رکھتی تھی۔ حسین لاشاری نے جب رانیہ کے گھر رشتہ بھیجا تو اس کے ماں باپ کس طرف کفران نعمت کرتے۔انہوں نے خوشی خوشی حسین کا رشتہ قبول کیا تو حسین نے شادی کی جلدی ڈال دی اور پھر یوں ہی ایک ماہ کے اندر حسین اور رانیہ کی شادی ہو گی جس کے کچھ عرصہ بعد ایک ننھی پری اس دنیا میں آئی۔

پھر ایک دن یوں ہوا کہ ایک اندھیری رات میں حسین کو سڑک پر ایک جوان عورت ملی جس کے ساتھ ایک چھوٹا سا چھے سالہ بچہ بھی تھا۔وہ مدد مانگنے کی خاطر گاڑی کے آگے آئی تو مجبور ہو کر حسین کو گاڑی روکنی پڑی۔وہ جوان عورت حسین سے سہارا مانگ رہی تھی کیوں کہ شوہر کی وفات کے بعد پہلے سسرال اور پھر مائکے والوں نے بھی اسے گھر بدر کر دیا تھا۔حسین اپنی ھمدرد طبیعت کی باعث ان دونوں ماں بیٹا کو گھر لے آیا جس پر رانیہ نے "خوش دلی سے ان کا استقبال کیا پھر جانتی ہو کیا ہو؟؟

وہ جھک کر ارمش کی سپید پڑتے چہرے کی طرف دیکھتا پوچھنے لگا۔ وہ اس کی قدر بے وقوف تو نہ تھی کہ اپنے ماں باپ کے ناموں سے ہی ناواقف ہوتی۔ اس کی سگی ماں رانیہ تھی تو پھر جہاں آرا کون تھی؟؟ کیا وہ اس کی سوتیلی ماں تھی؟؟؟

اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ سوچتی عالم کی آواز اسے سوچوں کی دنیا سے باہر کھینچ لائی۔

"پھر یوں ہوا کہ حسین اور رانیہ کی ننھی پری ارمش کی دوستی جہاں آرا کے بیٹے زین سے ہو گئی۔ جہاں آرا شروع سے لالچی طبیعت کی حامل تھی جب اس نے حسین کے گھر کے ٹھاٹھ باٹھ دیکھے تو اس کے دل میں شیطان آ گیا۔ حسین جیسا خوبصورت، جوان، دولت مند اور محبت کرنے والا مرد اس کی سوچوں پر طاری ہو گیا اور وہ اس بڑی محل کی ملکہ بننے کے سپنے بننے لگی۔ وہ حسین کو رجھانے کے جتن کرنے لگی۔۔ تین سال گزر گئے پر وہ حسین جیسے وفادار مرد کو اپنے جال میں نہ پھنسا سکی۔ پھر جانتی ہو جہاں آرا نے کیا

کیا!!! جہاں آرا نے رانیہ کے منہ پر سرہانہ رکھ کر اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے

سلا دیا۔ ہاہاہا!!!!"

اس قدر بھیانک انکشاف پر ارمش کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اسے آج سمجھ میں آرہی رہیں اپنے باپ کی مرنے سے پہلے کی گئی باتیں۔

حسین بیچارے نے بہت صدمہ لیا رانیہ کی موت پر اپ مسلہ تمہارا تھا۔ وہ" اکیلا تمہیں سنبھال نہیں پارہا تھا اور پھر آخر بے بس ہوتے اس نے جہاں آرا سے شادی کرلی کیوں کہ اسے تمہارے لئے ایک ماں کی ضرورت تھی اور اسے تم میں ایک عظیم ماں نظر آتی تھی۔ بیچارہ حسین!!! کتنا نادان تھا۔

پھر جہاں آرا کی اوقات ہی بدل گئی۔ اپر سوسائٹی میں اٹھنے بیٹھنے والی جہاں آرا کی ملاقات ایک پارٹی میں مجھ سے ہوئی۔

مجھے ہمیشہ خوبصورتی اٹریکٹ کرتی ہے!!! اور جہاں آرا جیسی جوان اور خوبصورت عورت میرے حواسوں پر بھی سوار ہوگئی۔ ہم دونوں کی دوستی

ہوئی اور یہ دوستی آگے جا کر ایک خاص تعلق میں بدل گئی۔ میں جہاں آرا کے دلکش بدن پر مر مٹا اور جہاں آرا میرے پیسے پر۔

پھر ایک دن وہ کال پر مجھے رانیہ کی موت کا قصّہ سنا رہی تھی جب حسین نے سب سن لیا اور جہاں آرا پر جھپٹ پڑا۔ پھر جہاں آرا نے وہی کیا جو اسے کرنا چاہئے تھا۔ اس نے حسین کو بھی راستے سے ہٹا دیا۔ ماں باپ کا اکلوتا حسین اپنی من چاہی بیوی کے پاس جا بسا ہاہاہا!!!!"۔

اس کے مکروہ قہقہے ارمش کے وجود میں وحشت برپا کر رہے تھے۔ ماں باپ کی اس قدر بے درد موت کی روداد اسے چیخنے پر مجبور کر رہی تھی پر صدمہ اور دکھ اس قدر زیادہ تھا کہ آواز اور الفاظ حلق میں ہی اٹک چکے تھے۔

وہ پوچھنا چاہتی تھی کہ کیوں!!!!! پر الفاظ اٹک گئے تھے۔

عدت پوری ہوتے ہی اس نے میرے ساتھ شادی کر لی اور میں تم لوگوں" کی فیملی کا حصّہ بن گیا۔ جہاں آرا کے بیٹے زین کو اپنا نام دیا۔ پر جانتی ہو جہاں آرا نے تمہیں راستے سے کیوں نہیں ہٹایا؟؟ کیوں کہ حسین کی ساری

پراپرٹی تمہارے نام ہے۔اگر تم بھی مر جاتی تو ساری پراپرٹی کسی ٹرسٹ کے پاس چلی جاتی۔ جہاں آرا نے سوچا کہ تمہارے اٹھارہ سال کے ہوتے ہی ساری پراپرٹی اپنے نام کروا کر تمہیں کسی ان پڑھ جاہل کے ساتھ بیاہ دے گی "!!!پر تمہاری دلکش جوانی نے مجھے بہکا دیا

وہ ارمش پر دردناک انکشافات کرتا اس کی روح قبض کر رہا تھا۔اسے لگا یہ صدمے برداشت نہ کرتے جلد ہی اس کے جسم سے روح پرواز کر جائے گی۔

وہ اس کی تھوڑی اپنے غلیظ ہاتھ میں تھام کر اس کا چہرہ اپنی طرف کرنے لگا تو اس کے لمس پر ارمش تڑپتی ہوئی خود کو اس کی گرفت سے آزاد کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"نہ نہ نہ مائی لو!!!ایسی غلطی مت کرنا ورنہ انجام بہت بھیانک ہو گا۔"

اس کی دھمکی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے وہ گھٹ گھٹ کر روتی سخت مذاہمت کرنے لگی۔

اس کے وجود پر اور اس کی روح پر اب صرف اور صرف ارسم کا حق تھا۔اس کے دل و جان ارسم کی امانت تھے پھر کیسے وہ اس وحشی کو ارسم کی امانت میں خیانت کرنے دیتی۔

وہ اپنا دوسرا ہاتھ اس کی گردن کر طرف بڑھا گیا تو ارمش نے ایک دم بغیر کچھ سوچے سمجھے اس کے منہ پر تھوک دیا۔

ذلّت اور توہین کے احساس کی بدولت عالم گردیزی کا چہرہ غیض و غضب سے لال پڑ گیا۔وہ الٹے ہاتھ کا بھاری تھپڑ ارمش کے نازک گال پر پوری شدّت سے جڑ گیا تو تکلیف کے احساس سے ارمش چیخ پڑی۔

مجھ پر تھوکے گی؟؟؟ مجھ پر؟؟؟ عالم گردیزی پر!!!! اب دیکھ تیرا کیا حال "کرتا۔تو خود موت کی بھیک مانگنے پر مجبور ہو جائے گی۔"

وہ اس کے ہاتھ کھولتا ایک جھٹکے سے اسے بستر پر پھینک گیا تو ارمش پھوٹ پھوٹ کر روتی کسی کو مدد کے لئے بلانے لگی پر اس اجاڑ میں کون اس کی مدد کو آتا۔اس کی سسکیوں کو ان دیواروں سے ٹکرا کر وہیں ختم ہو جانا تھا۔

@@@@@

"!!!آئی ایم سوری سر!!!آئی ایم رئیلی سوری"

اس کی بات سن کر مرتسم کو لگا ساتوں آسمان ایک ساتھ اس کے سر پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ وہ ایک دم دھڑام سے اپنے پورے قد سمیت ہسپتال کے یخ ٹھنڈے فرش پر گھٹنوں کے بل گر پڑا۔ اسے لگا اس کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی گئی ہے۔

ڈاکٹر اب شاید تسلی بھرے جملے بول رہی تھی پر وہ اپنے ہوش میں ہی کہاں تھا۔ ایسا انسان ہوش میں ہو بھی کس طرح سکتا تھا جس سے ایک جھٹکے میں اس کی پوری دنیا چھین لی جائے۔

محبت سے زیادہ محبت کا انجام ظالم ہوا کرتا ہے یہ بات اسے آج پتا چلی تھی۔

"!!!سر"

عبّاس اس کے مقابل بیٹھتا اسے کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑتا اسے پکار رہا تھا۔ اس کے جھنجھوڑنے پر وہ اجنبی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"اٹھیں سر پلیز!!!! دیکھیں ڈاکٹر صاحبہ کچھ کہہ رہی ہیں آپ سے۔"

عبّاس کی بات پر مرتسم نے گردن اٹھا کر نا سمجھی سے ڈاکٹر ہما کی طرف دیکھا جو پریشان صورت لئے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

ڈاکٹر ہما کی بات یاد آتے ہی وہ ایک جھٹکے سے اٹھا۔

"یہ۔۔۔یہ جھوٹ بول رہی ہیں عبّاس!!! تم بتاؤ یہ جھوٹ بول رہی ہیں نا۔یہ ایسے کیسے کہہ سکتی ہیں میری رانی کے متعلق۔یہ دیکھو عبّاس کیا تم کچھ محسوس کر سکتے ہو؟؟"

وہ عبّاس کا ہاتھ تھام کر اپنے دھڑکتے دل کے مقام پر رکھ گیا۔

"دیکھو عبّاس تمہیں میرا دل دھڑکتا ہوا محسوس ہو رہا ہے نا!! میری سانسیں چلتی محسوس ہو رہی ہیں نا!!! پھر میری رانی کو کیسے کچھ ہو سکتا ہے!!!"

وہ ہزیانی انداز میں بولتا ہمّت کھو رہا تھا.

"سر پلیز آپ ریلکس ہو کر ڈاکٹر کی پوری بات تو سن لیں پلیز!!!"

اس سے پہلے کہ مرتسم مزید کچھ بولتا عبّاس اسے دونوں کندھوں سے تھام
کر ہلکے سے جھنجھوڑ گیا.

وہ چونک کر عبّاس کی طرف دیکھنے لگا تو عبّاس اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر
تسلی دینے لگا۔

مرتسم لرزتے ہاتھوں کو چہرے پر پھیر کر چہرہ صاف کیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

ڈاکٹر تاسف سے اس کی حالت دیکھتی دو قدم آگے آئی۔

مرتسم اپنی لال انگارہ ہوتی آنکھیں فرش پر جمائے کھڑا تھا۔آنکھیں یوں
معلوم ہو رہی تھیں جیسے ان سے ابھی لہو ٹپک پڑے گا۔

"سر میں یہ کہہ تھی کہ آئی ایم رئیلی سوری کیوں کہ۔۔۔"

وہ بات بیچ میں چھوڑ گئی تو مرتسم نے دونوں مٹھیاں سختی سے بھینچتے لب
دانتوں تلے کچل ڈالے۔اس کی حالت دیکھ کر ڈاکٹر ہما اور عبّاس کو لگا کہ وہ
ابھی چھوٹے بچوں کی طرف پھوٹ پھوٹ کر رو دے گا۔

کیوں کہ ہم نے آپ کو بلاوجہ اس قدر پریشانی دی۔اللہ کے فضل سے مسز"
نوریہ کا بلڈ پریشر کنٹرول ہو گیا ہے اور اب وہ خطرے سے باہر ہیں۔ کچھ دیر
میں انھیں روم میں شفٹ کر دیا جائے گا پھر آپ ان سے مل سکتے ہیں کیوں
"کہ ابھی وہ دوائی کے زیراثر سو رہی ہیں۔

ڈاکٹر کی بات پر مرتسم نے ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر ڈاکٹر کی جانب دیکھا.اس کی آنکھوں میں موجود بے یقینی ڈاکٹر کو بے طرح شرمندہ کر گئی۔

"آپ۔۔۔آپ سچ کہہ رہی ہیں؟؟؟"

اسے یقین ہی نہ ہو رہا تھا کہ خدا اس پر اس قدر مہربان ہو گیا ہے کہ اسے موت کے منہ سے نکال کر زندگی کی طرف دھکیل دیا۔

ڈاکٹر ہما مسکرا کر سر اثبات میں ہلا گئی۔

مرتسم کا چہرہ دمک اٹھا پر اس دمکتے چہرے کی جوت بجھنے میں صرف ایک" ہی سیکنڈ لگا جب اسے اپنے بچے کا خیال آیا۔روشن آنکھیں ایک دم تاریک پڑ گئیں۔

نور کو جب پتا چلے گا کہ ہمارا بچہ نن۔۔۔ نہیں رہا تو وہ برداشت نہیں کر پائے "

"گی۔

لاکھ ضبط کرنے کے باوجود اپنے بچے کا ذکر کرتے مرتسم کی آنکھیں بھیگ

گئیں۔کتنا خوش تھے وہ دونوں اپنے بچے کو لے کر۔کتنا کچھ سوچ چکے تھے وہ

پر اللہ کی شاید یہی رضا تھی۔

وہ آنکھیں بند کرتا خود پر ضبط کرنے لگا۔

"!!!سر آپ کی مسز اور بے بی دونوں بلکل ٹھیک ہیں"

ڈاکٹر ہما کی آواز اسے کسی خوش گوار جھونکے کی طرح محسوس ہوئی تھی۔وہ

پٹ سے آنکھیں کھول گیا۔ڈاکٹر ہما کے مسکراتے ہوئے چہرے نے اس خبر

کی تصدیق کی تو وہ ایک دم وہیں سجدے میں گر گیا۔اس کا جسم ہولے ہولے

لرز رہا تھا۔

آس پاس سے گذرتے لوگ حیرت سے یہ منظر دیکھ رہے تھے جہاں ایک

اونچا لمبا بھرپور جوان مرد ہسپتال کے فرش پر سجدہ ریز تھا۔

"یااللہ میں نوازا گیا ہوں!!! میں نوازا گیا ہوں میرے مولا!!!"

مرتسم کی زبان پر اسی جملے کی گردان تھی۔

کچھ دیر بعد اس نے دھیرے سے فرش سے اپنا سر اٹھایا اور چہرہ جھکائے ہی دونوں ہاتھوں میں چھپالیا۔ کسی کا ہاتھ اپنے کندھے پر محسوس ہوا تو مرتسم نے ہاتھ چہرے سے ہٹاتے مڑ کر دیکھا جہاں اس کا جگری دوست باسم آفریدی اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔

کسی اپنے کو اپنے سامنے دیکھتے مرتسم بے ساختہ اٹھا اور باسم کے گلے جا لگا۔

باسم اس کی پیٹھ تھپتھپا کر اسے حوصلہ دینے لگا.

@@@@@

"سنیں باسم!!!"

مومل باسم کے بٹنوں سے کھیلتی اسے پکار گئی.

"جی سنائیے بیگم جان!!!"

اس کے طرز مخاطب پر مومل کا چہرہ گلابی پڑ گیا۔ باسم آفریدی پرشوق نظروں سے اس کے چہرے پر پھیلے حسین رنگوں کو دیکھنے لگا۔

"آ۔۔۔آپ نے بتایا نہیں۔"

اس کی بات پر باسم ناسمجھی سے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"کیا نہیں بتایا؟"

اس کے استفہامیہ انداز پر مومل اسے دیکھ کر رہ گئی۔

یہی کہ کھانا کیسا بنا ہے۔ میں نے پہلی دفعہ اتنے پیار سے آپ کے لئے بنایا" ہے کچھ اور آپ نے بتایا ہی نہیں کیسا بنا ہے!!!"۔

اس کے انداز میں خفگی محسوس کرتے باسم نے مصنوعی سنجیدگی اختیار کی اور اس کی طرف متوجہ ہوا۔

نہیں بتایا تو کیا ہوا ابھی بتا دیتا ہوں۔ میں نے اس لئے نہیں بتایا تا کہ پہلے " "سکوں سے کھالوں پھر تفصیل سے تعریف کروں گا۔

اس نے مومل کے چہرے پر جھولتی لٹ انگلی میں لپیٹنی شروع کی تو اس کے غصّے پر حیا حاوی ہونے لگی۔

"جانتی ہو کھانا کیسا تھا؟"

وہ اس کے کان کی لو کو اپنی انگلی کی پور سے چھونے لگا تو مومل لرزا ٹھی۔

"کیسا؟؟؟"

مومل نے دھیرے سے پلکوں کی جھالڑ اٹھاتے دھیمی آواز میں پوچھا۔

"ہاٹ!!!! بلکل تمہاری طرح"

وہ مومل کے کان کے قریب اپنے لب لے جاتا سرگوشی میں بولا تو مومل کے گال دہک اٹھے۔

"چھی!!! بہت گندے ہیں باسم۔میں نے یہ پوچھا کہ کھانا کیسا بنا تھا"

وہ بنا پر زور دیتی ہوئی بولی تو باسم نے "او" کی شیپ میں ہونٹ سکیڑے۔

"تیکھا اور نمکین!!! بلکل تمہاری طرح"

اس کے بے باک جواب پر وہ خفت زدہ ہوتی اس کے کندھے پر مکا جڑ گئی تو اس کی حالت سے لطف اندوز ہوتا باسم قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔اس کی دلکش قہقہے نے مومل کی سانسیں اتھل پتھل کر دیں .

"بہت بد تمیز ہیں آپ جائیں مجھے آپ سے بات ہی نہیں کرنی !!!"

اس کی شریر نظروں سے تنگ آکر وہ بولی تو باسم لب دبا گیا۔

"ابھی کوئی بد تمیزی کی ہی کہاں ہیں۔"

خمار بھری آواز میں کہتا وہ جوں ہی اسے اپنی گرفت میں جکڑنے لگا مومل مکھن کی طرح اس کے ہاتھوں سے پھیسلتی دور جا کھڑی ہوئی۔

"ستے شارخ خان بعد میں بنئے گا ابھی فلحال ماما کو کال کر کے پوچھیں کہ وہ کب تک واپس آیئں گے۔آپ روم میں جائیں مناہل اکیلی ہے میں برتن سمیٹ کر آتی ہوں۔"

اپنا فرمان جاری کرتی وہ کچن کی طرف بڑھ گئی تو اس کی چالاکی پر باسم نفی میں سر ہلاتا مسکراتے ہوئے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

@@@@@

"مجھ پر تھوکے گی؟؟؟ مجھ پر؟؟؟ عالم گردیزی پر!!!! اب دیکھ تیرا کیا حال کرتا۔ تو خود موت کی بھیک مانگنے پر مجبور ہو جائے گی۔"

وہ اس کے ہاتھ کھولتا ایک جھٹکے سے اسے بستر پر پھینک گیا تو ارمش پھوٹ پھوٹ کر روتی کسی کو مدد کے لئے بلانے لگی پر اس اجاڑ میں کون اس کی مدد کو آتا۔ اس کی سسکیوں کو ان دیواروں سے ٹکرا کر وہیں ختم ہو جانا تھا.

اس سے پہلے کہ وہ ارمش کی طرف بڑھتا کمرے کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور آندھی طوفان بنے دو وجود کمرے میں داخل ہوئے۔ عالم گردیزی کو کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع بھی نہ ملا تھا جب کوئی بری طرح اس پر پل پڑا۔

"آہ!!!!! چھوڑو مجھے کتے"

اپنے منہ پر پے در پے پڑنے والے گھونسوں سے وہ بلبلا اٹھا۔

اس انسان نے جب اس کے منہ کو چھوڑ کر اس کی گردن دبوچی اور اس کا رخ اپنی طرف کیا تو عالم انجانی نظروں سے اس انجان کو دیکھنے لگا۔

بیڈ پر پڑی روتی موت مانگنے کی دعا کرتی ارمش کی نظر جب عالم گردیزی کے ساتھ بھڑتے ہوئے وجود پر پڑی تو اس کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل گئیں۔

"ہسبنڈ!!!!!"

اس کے منہ سے سرگوشی نما اپنا نام سنتا ارسم آفریدی ایک پل کے لئے اس کی طرف مڑا اور اگلے ہی پل اس کی حالت دیکھنے کے باعث سرخ ہوتی آنکھیں پھیر کے عالم گردیزی پر ٹکا گیا۔

"ہاتھ کیسے لگایا؟؟؟

اس کی سرد آواز عالم کو کپکپانے پر مجبور کر گئی۔

پیچھے کھڑا زین ارمش کی طرف بڑھا اور زمین پر پڑا دوپٹہ اس کے سر پر اوڑھا کر اسے اپنے ساتھ لگا گیا۔اس کے ساتھ لگتے ہی ارمش اس کے سینے پر سر رکھے پھوٹ کر رونے لگی۔

"بھائی!!!"

وہ روتی ہوئی اسے پکار گئی تو اس کی ایسی حالت دیکھ کر زین نے خونخوار نظروں سے ارسم آفریدی کی گرفت میں موجود عالم کو دیکھا۔

"بس بھائی کی جان سب ٹھیک ہے۔چپ ہو جاؤ شاباش سب ٹھیک ہے!!!"

وہ ارمش کا سر تھپتھپاتا اسے پیار سے بہلانے لگا۔

"ہاتھ کیسے لگایا؟؟؟"۔

اس کی سرد آواز سے جھرجھری لیتے عالم نے خود کو اس کی گرفت سے چھڑوانے کی کوشش کی پر ناکام ٹھہرا۔

"میں نے پوچھا ہاتھ کیسے لگایا!!!!"۔

ارسم غصّے سے دھاڑتا اس کے منہ پر زوردار مکا رسید کر گیا۔اس کے مکے کی شدّت سے عالم کو اپنا جبڑا ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا۔

"تو نے میری ارمش کو ہاتھ بھی کیسے لگایا۔"

وہ جنونیت سے کہتا اس کے منہ پر تھپڑ اور مکے مارتا جا رہا تھا۔ جب عالم کا منہ لہولہان ہو گیا تو ارسم اسے نیچے پھینکتا اپنے پاؤں سے اس کے پیٹ میں ضربیں لگانے لگا۔ وہ تکلیف سے چیختا جا رہا تھا پر ارسم اس کی کسی بھی آہ و فریاد پر کان دھرنے کی بجائے دیوانہ وار اسے اپنے عتاب کا نشانہ بناتا رہا۔

اس کی جنونیت بھری دیوانگی دیکھ کر ارمش خوف سے زین کے سینے میں منہ چھپا گئی۔ اس نے ارسم کا یہ روپ آج تک نہ دیکھا تھا۔ وہ سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ ہمیشہ کول مائنڈڈ رہنے والا انسان اس قدر جنونی بھی ہو سکتا ہے .

"ارسم چھوڑ دو یار ابھی بعد میں دیکھ لیں گے۔"

اسے اپنی طرف متوجہ کر کے زین نے اس کا دھیان لرزتی کانپتی ارمش کی طرف کروایا تو ارسم نے بہت مشکل سے خود پر ضبط کرتے ادھ مری حالت میں عالم کو پیچھے دھکیلا تو وہ بے جان ہوتا ڈھے گیا۔

اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر خود کو نارمل کرتا وہ زین کی طرف بڑھا اور اس کے سینے میں چھپی ارمش کو بازو سے پکڑ کر زین سے الگ کرتے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔

اس کی حرکت پر زین نے گھور کر اس بے شرم کو دیکھا جو اس کے سامنے ہی اس کی بہن کو یوں سینے سے لگائے کھڑا تھا۔اس کی گھوری کو کسی خاطر میں نہ لاتے ارسم روتی ہوئی ارمش کی پیٹھ تھپتھپانے لگا تو زین نے نفی میں سے ہلاتے کمرے سے باہر کا رخ کیا پر باہر نکلنے سے پہلے ہی اس کی نظر زمین پر پڑے عالم پر پڑی تو اسے ٹانگوں سے پکڑ کر گھسیٹتا کمرے سے باہر لے گیا۔

"سوفٹی!!!!"

ارسم نے اپنے سینے سے لگی ارمش کے بال سہلاتے نرمی سے اسے پکارا پر وہ چپ رہی۔

"ارمش!!!!"

وہ پہلی دفعہ اسے اس کے نام سے پکار رہا تھا پر جواب ندارد۔

"!!!میری طرف دیکھیں تو سہی یار"

وہ بے بسی سے کہتا اسے خود سے الگ کرنے لگا پر وہ مزید اس میں گھسنے لگی۔

"!!!!ارمش میں پریشان ہو رہا ہوں یار پلیز سمجھیں"

اس کے کہنے کی دیر تھی کہ وہ جو اللہ اللہ کر کے چپ ہوئی تھی پھر سے رونے لگی۔

"ہم بہت ڈر گئے تھے ہسبنڈ اگر آپ نہ آتے تو؟؟؟"

اس کی آواز سے ارسم اس کے خوف کا اندازہ لگا سکتا تھا۔

کیسے نہ آتا؟ اللہ نے آپ کی حفاظت کا ذمہ مجھے دیا ہے پھر کیسے وہ مجھے آپ" "کی حفاظت کے لئے نہ بھیجتا۔ مجھے تو آنا ہی تھا۔

وہ نرمی سے کہتا اس کے سر پر بوسہ دے گیا۔

"پر اس نے مجھے کہا کہ آپ۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنا جملا مکمل کرتی ارسم جھک کر اس کے لبوں پر انگلی رکھ گیا۔

ہششش!!!!سب بھول جائیں بس اتنا یاد رکھیں کہ ارسم آفریدی زندگی"

"کے ہر موڑ پر ہر نشیب و فراز میں آپ کے ساتھ ہے۔

اپنے خوب صورت الفاظ اس کے کانوں میں اتارتا وہ اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر اس کی پیشانی کو اپنے لمس سے معطر کر گیا۔

"!!!ہم۔۔۔ہم آپ سے۔۔بب۔۔۔بہت زیادہ۔۔۔پیار کرتے ہیں"

وہ کانپتی ہوئی آواز میں کہتی ایڑیوں کے بل اوپر ہوئی تو ارسم میکانکی انداز میں اس کی طرف جھکا۔وہ اپنے نازک لب اس کے شیو زدہ گال پر رکھ گئی تو ارسم آفریدی کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی سے تپتے ہوئے کوئلوں پر ٹھنڈی پھوار برسا دی ہو۔

شادی کے آٹھ ماہ میں اس نے پہلی دفعہ ایسا اظہار کیا تھا جو ارسم کے قلب کو شاد کر گیا تھا۔

وہ پھر سے اس کے سینے پر سر رکھے آنکھیں موند گئی تو ارسم نے جھک کر اس کی نم پلکوں سے سجی خوب صورت سنہری آنکھوں پر اپنے تپتے ہوئے لب رکھتے اس کی گرد اپنی گرفت مضبوط کر دی۔

بس کر دو تم لوگ باقی کا گھر جا کر بہ ٹینیو کر لینا ابھی گھر چلو پلیز!!!"۔"

زین کی کڑکتی ہوئی آواز پر وہ دونوں چونک کر الگ ہوئے پھر اس کی بات سمجھتے ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس دیے۔

"چلیں؟؟؟"

ارسم نے اپنی کشادہ ہتھیلی ارمش کے سامنے پھیلاتے مان سے پوچھا تو وہ مسکراتی ہوئی سر اثبات میں ہلاتی اس کی ہتھیلی پر اپنا نازک ہاتھ رکھ گئی۔ ایک دوسرے کے قدم سے قدم ملاتے وہ اپنی منزل کی جانب چل دیے۔

@@@@@

ہسبنڈ آپ نے ہمیں کیسے ڈھونڈا؟"۔"

زین گاڑی چلا رہا تھا جب کہ ارسم اور ارمش پیچھے بیٹھے تھے جب ارمش ایک دم ارسم سے سوال کر گئی.

"باسم بھائی کی بیسٹ فرینڈ ہیں مرتسم بھائی!!! وہ ایس ایس پی ہیں ان کی مدد سے مال کے کیمرے چیک کیے پھر میں نے زین کو کال کی۔اس ذلیل شخص کو دیکھ کر زین بھی پہلے شاک ہوا پھر اس نے کہا کہ وہ اس کی ساری لوکیشنز جانتا ہے۔بس اسی طرح ہم نے ڈھونڈ لیا آپ کو۔ لگن سچی ہو تو ڈھونڈنے سے خدا بھی مل جاتا ہے میری جان!!!"۔

"اوکے پر آپ زین بھائی کو کیسے جانتے ہیں؟؟"

وہ اب بھی سخت الجھن کا شکار تھی۔

زین یونیورسٹی فرینڈ ہے میرا۔آپ کے سلسلے میں اس سے میری ملاقات ہمارے نکاح والے دن ہی ہوئی تھی جب میں نے اسے گواہ کے طور پر ہسپتال بلایا۔وہ آپ کو وہاں دیکھ کر بہت شاک ہوا تھا۔پھر میں نے اسے

سب بتایا کس طرف آپ مجھے ملی اور یہ بھی کہ میں آپ سے نکاح کرنے والا ہوں۔"

وہ اس کا ہاتھ نرمی سے سہلاتا ایک ایک بات اس کے گوش گزار کر رہا تھا۔

"پھر بھائی مان گئے؟؟"۔

اس کی معصومیت پر ارسم ہنس دیا۔

"نہیں مانتا تو پھر بھی میں نے کون سا منع ہو جانا تھا۔پیار تھا آپ سے کوئی مذاق نہیں۔آپ کے لئے تو میں پوری دنیا سے بھی ٹکرا سکتا ہوں!!!"

اس کی گھمبیر آواز پر ارمش کن اکھیوں سے زین کی طرف دیکھنے لگی۔

اس سے پہلے کہ زین ارسم کو کوئی کرارا جواب دیتا اس کا موبائل بجنے لگا۔

اس نے موبائل جیب سے نکال کر آنکھوں کے سامنے کیا تو موبائل کی سکرین پر "دریہ ❤ کالنگ" جگمگا رہا تھا۔

وہ مسکراتے ہوئے کال اٹھا کر موبائل کان کے ساتھ لگا گیا۔

"السلام علیکم کیسی ہیں آپ؟"۔

اس کی خوش گوار انداز میں لی گئی سلام کے جواب میں ناجانے ایسا کیا کہا گیا تھا کہ اس کے پاؤں بے ساختہ بریک پر پڑے تھے۔

کیا!!!!اک۔۔۔کس ہوسپٹل ؟؟؟"۔"

اس کی حرکت اور بوکھلائے انداز و الفاظ پر ارسم اور ارمش نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"!!!مم۔۔میں آرہا ہوں"

وہ کال کاٹ کر گاڑی سٹارٹ کرتا تیزی سے گاڑی آگے بڑھا گیا۔

"کیا ہوا زین سب ٹھیک تو ہے؟؟"

ارسم نے استفھامیہ انداز میں پوچھا تو زین نے لب بھینچتے سر نفی میں ہلایا۔

"!!!دریہ ہوسپٹل کے آئی سی یو میں ہے"

اس کے جملے پر ارسم نے حیرت جب کہ ارمش نے اچنبے سے اسے دیکھا۔

"یہ دریہ کون ہے اور کیا ہوا اسے؟"

ارمش کے سوال پر ارسم نے ایک نظر ڈرائیو کرتے ہوئے زین پر ڈالی جو لب بھینچ کر ضبط کرنے کی کوشش میں تھا۔

دریہ زین کی فرینڈ ہے اور اسے کیا ہوا ہے یہ ہسپتال جا کر ہی پتا چلے گا۔"۔"

ارسم کے جواب پر ارمش سر ہلا گئی۔

ہسپتال پہنچ کر زین تیزی سے آئی سی یو کی طرف بڑھا جہاں سامنے بنچ پر دریہ کے پیرنٹس بیٹھے تھے۔وہ تیز تیز قدم اٹھاتا دریہ کی ماں کی طرف بڑھا۔

"انٹی دریہ کیسی ہیں؟ کیا ہوا انھیں؟؟"

اس کے بے چینی سے پوچھنے پر دریہ کی ماں روتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔

" بیٹا آپ کون ہیں؟"

دریہ کے پاپا کے سوال پر اس کی ماما بھی سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔

"!میں دریہ کا کلاس فیلو ہوں۔آپ پلیز بتایں کیا ہوا انھیں؟"

وہ آنکھیں بند کرتا جھوٹ بول گیا۔

"پتا نہیں بیٹا تھوڑی دیر پہلے تک بلکل ٹھیک تھی۔ میں لنچ کے لئے اسے بلانے جب اس کے کمرے میں گئی تو وہ فرش پر بے ہوش پڑی تھی اور اس کے ناک سے بہت خون بہہ رہا تھا۔ ہم اسے جلدی سے ہسپتال لے آئے۔ کب سے وہ اندر ہے پر ڈاکٹرز کچھ بتا ہی نہیں رہے۔"۔

دریہ کی ماں بتاتے ہوئے پھر سے رونے لگی تو ساتھ کھڑے ان کے شوہر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے انھیں تسلی دینے لگے.

اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ پوچھتا کمرے کا دروازہ کھلا اور تین ڈاکٹرز باہر نکلے۔ دریہ کے ماں باپ سے پہلے ہی زین ڈاکٹر کی طرف لپکا۔

"ڈاکٹر!!! کیا ہوا دریہ کو وہ کیسی ہیں اب؟"

اس کے بے چین انداز پر ڈاکٹر نے افسوس سے اس کی طرف دیکھا۔

"شی ہیز بلڈ کینسر!!!!"

ڈاکٹر کے الفاظ پہاڑ بن کر سامنے کھڑے اس لڑکے کے سر پر ٹوٹے تھے جو عشق کی تمام منازل طے کر چکا تھا۔

@@@@@

"ڈاکٹر!!!کیا ہوا دریہ کو وہ کیسی ہیں اب؟"

اس کے بے چین انداز پر ڈاکٹر نے افسوس سے اس کی طرف دیکھا۔

"شی ہیز بلڈ کینسر!!!!"

ڈاکٹر کے الفاظ پہاڑ بن کر سامنے کھڑے اس لڑکے کے سر پر ٹوٹے تھے جو عشق کی تمام منازل طے کر چکا تھا۔

"نو!!!!!یہ جھوٹ ہے!!!!"

اس کے منہ سے سرگوشی نما چند الفاظ ہی نکل سکے تھے۔

دھڑام کی آواز کے ساتھ کچھ گرنے پر اس نے مڑ کر دیکھا تو دریہ کی ماں بیہوش ہو کر زمین بوس ہو چکی تھیں۔دریہ کے پاپا تیزی سے ان کی پاس بیٹھ کر ان کا چہرہ تھپتھپانے لگے تو وہ بھی اپنی تکلیف پس پشت ڈالتا نرس کو آواز دیتا ان کی طرف بڑھا۔

ہوش میں آنے کے بعد سے ہی دریہ کی ماما بس روئے چلی جا رہی تھی۔اس کی پاپا کی آنکھوں میں بھی آنسو ٹھہر گئے تھے۔

وہ شکستہ قدموں سے آگے بڑھتا دریہ کی ماما کے قدموں میں جا بیٹھا۔

*!!!!آنٹی"

اس کی پکار پر دریہ کی مام نے بھیگی آنکھیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

تمہارا کیا رشتہ ہے دریہ کے ساتھ جو ایسی نازک حالت میں بھی اس کے "

"لبوں پر تمہارا نام تھا۔

ان کی بات پر زین ٹھٹھک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"!!!میرا"

وہ بے یقین ہی تو تھا ان کی بات پر۔

ہاں تمہارا۔زین ہو نا تم!!!وہ۔۔۔وہ تمہیں پکار رہی تھی اس نے کہا کہ "

میں تمہیں بلاؤں اور ہوش کھونے سے پہلے یہ آخری جملہ ہی ادا کر سکی وہ جو

"!!!خالص تمہارے لئے تھا

وہ زین کو مزید حیران کر رہی تھیں۔اس نے ایک گہری سانس بھری اور ان کے دونوں ہاتھ تھامے۔

"دیکھیں انٹی میں ہمیشہ سہی موقع کا انتظار کرتا رہا پر مجھے نہیں لگتا مزید تاخیر اچھی ہو گی۔میں بہت محبت کرتا ہوں آپ کی بیٹی سے۔باخدا ان کے لئے میرے جذبات بلکل کھرے ہیں۔میرے جذبات میں کوئی کھوٹ نہیں۔ دریہ تو میرے جذبات سے بھی انجان ہیں۔وہ مجھے صرف اچھا دوست سمجھتی ہیں اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔میں نے ہمیشہ ان کو عزت کی نظر سے دیکھا اور اپنے جذبات سے بھی انجان رکھا کیوں کہ میں انھیں اپنی محرم بنا کر اپنے جذبات ان کے سامنے آشکار کرنا چاہتا تھا پر اچانک یہ سب۔۔۔۔"

اس کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹکا تو وہ لب بھینچ کر خود پر قابو پانے لگا۔ضبط کے مارے آنکھیں لال انگارہ ہو گئیں۔اس سے پہلے کہ وہ مزید اپنے ضبط کا امتحان لیتا ڈاکٹر نے وہاں آتے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا۔

"پیشنٹ کو ہوش آچکا ہے آپ ان سے مل سکتے ہیں پر خیال رہے کہ وہ زیادہ نہ بولیں۔"

ڈاکٹر کہتا وہاں سے چل دیا تو دریہ کے ماں باپ تیزی سے اس کے کمرے کی طرف بڑھے۔ان کے جانے کے بعد زین قریب پڑے بینچ پر ڈھے گیا۔

"یااللہ!!!!!"

وہ سر دونوں ہاتھوں میں گرا کر دل سوز آواز میں اپنے مالک کو پکار گیا۔

اسے یوں ہی بیٹھے کافی وقت گزر گیا۔وہ اپنی سوچوں میں گم تھا جب کندھے پر پڑتے ایک ہاتھ نے اسے سوچوں کی دنیا سے نکال کر حقیقت کی دنیا میں پٹخا۔

وہ چونک کر سر اٹھا گیا تو سامنے ہی دریہ کی والدہ کھڑی تھیں۔

"جاؤ بیٹا جا کر اس سے مل لو!!!!"

ان کی بات پر وہ سر ہلاتا ہوا اٹھا اور لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جہاں وہ دشمن جاں موجود تھی۔

وہ لرزتے ہوئے ہاتھوں سے گلاس ڈور دھکیل کر جیسے ہی اندر داخل ہوا تو نظر سیدھا بیڈ پر پڑے اس وجود پر پڑی جس نے پہلی نظر میں ہی اس کے دل کو دھڑکا دیا تھا۔ اس کے دل کی بنجر زمین پر قدم جمائے تھے۔

وہ اسے دیکھتا دھیرے دھیرے قدم اس کی طرف بڑھانے لگا۔

وہ ہسپتال کے بستر پر بے حال پڑی تھی۔ ہر وقت گلابی رہنے والی رنگت میں زردیاں گھلی ہوئی تھیں۔ نازک لب پیڑی زدہ ہو رہے تھے۔ ہاتھوں کی نیلی نسیں واضح دکھ رہی تھیں۔ ہر وقت اونچی پونی میں قید رہنے والی گھنی زلفیں سرہانے پر بکھری پڑی تھیں۔ پورا وجود نالیوں میں جکڑا ہوا تھا۔

اس کی حالت دیکھ کر زین کا دل سو ٹکروں میں بٹا تھا۔ اسے لگا اس کا دم گھٹ جائے گا اسے اس حالت میں دیکھ کر۔

"نہیں میں انہیں اس حال میں نہیں دیکھ سکتا۔ میں اتنا بہادر نہیں۔"

خود سے کہتا وہ جیسے ہی واپسی لے لئے قدم اٹھانے لگا اس کی موجودگی محسوس کرتی دریہ دھیرے سے آنکھیں کھول گئی۔

"!!!!زین"

اس کی نحیف سی پکار پر وہ ہر سوچ جھٹکتا تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"!!!!ہاں میں یہاں ہی ہوں"

وہ اس کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھ گیا پر اس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔

"!!!زین"

"!!!ہمم"

اس کی پکار پر وہ ہنکار بھر گیا البتہ نظریں اب بھی جھکی تھیں۔

"!!! نظر اٹھا کر۔۔۔ مجھ سے۔۔۔ بات کریں"

وہ اٹک اٹک کر بولتی اسے نئی تکلیف میں مبتلا کر گئی تھی۔

"!!!!پلیز"

اس کے کہنے پر وہ لب بھینچ کر اپنی تکلیف پر قابو پاتا نظریں اٹھا کر اپنی نم آنکھیں دریہ کی بوجھل آنکھوں پر جما گیا۔

اس کی نم آلود سرخی مائل آنکھیں دیکھ کر دریہ کا دل دھک سے رہ گیا۔اس نے کہاں دیکھا تھا زین گردیزی کو ایسی شکستہ حالت میں۔

"زین!!!!میں ٹھیک ہوں"

اس کی بات کے جواب میں زین نے جن نظروں سے اسے سے تا پیر دیکھا وہ شرمندہ ہو کر نظریں جھکا گئی۔وہ اسے دیکھتا رہا پھر ایک دم اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔اسے باہر جاتے دیکھ کر وہ آنکھیں موند گئی۔دو آنسو خاموشی سے بند آنکھوں کی پلکوں کی باڑ پھلانگ کر کنپٹی پر بہہ گئے۔

دو منٹ کے بعد اسے کمرے میں پھر سے قدموں کی چاپ سنائی دی تو وہ آنکھیں کھول کر دیکھنے لگا جہاں پہلے زین کمرے میں داخل ہوا اور پھر اس کے پیچھے ہی ہاتھوں میں وہیل چیئر پکڑے ایک نرس۔وہ نرس وہیل چیئر لے کر اس کے قریب آئی پھر احتیاط سے اس کے ہاتھوں پر لگی نالیاں اتارنے لگی۔

دریہ الجھ کر یہ سب دیکھ رہی تھی جب نرس پیچھے ہٹی اور زین چلتا اس کے قریب آیا۔ وہ سوالیہ نظروں سے اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی پر وہ ایک لفظ کا جواب دیے بغیر اس پر جھکتا اسے اپنی باہوں میں اٹھا گیا۔ اس سے اٹھتی بھینی بھینی خوشبو دریہ کو کپکپانے پر مجبور کر گئی۔ وہ ہونق بن کر اسے دیکھنے لگی جواب اسے احتیاط سے وہیل چیئر پر بیٹھا رہا تھا۔

اسے وہیل چیئر پر بیٹھانے کے بعد زین اس کے پیچھے آیا اور وہیل چیئر کو کمرے سے باہر لے جانے لگا۔

"زین یہ سب۔۔۔۔"

"ہششش!!!!"

اس سے پہلے کہ وہ اپنا جملہ مکمل کر پاتی وہ اسے خاموش کروا گیا۔

اسے لئے وہ کوریڈور میں آیا جہاں دریہ کے ماں باپ بیٹھے تھے اور آتے جاتے لوگوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔

دریہ کے ماں باپ نا سمجھی سے ان دونوں کی طرف دیکھتے اٹھ کھڑے ہوئے۔

وہیل چیئر کی کوریڈور کے وسط میں روکتا وہ گھوم کر اس کے سامنے آیا۔

"انٹی انکل مجھے آپ لوگوں کی موجودگی میں دریہ سے کچھ کہنا ہے!!!"

دریہ کے والدین کی طرف رخ کر کے ان کو کہتا وہ واپس دریہ کی طرف رخ پھیر گیا۔

دریہ کی آنکھیں پھیل گئیں جب زین گردیزی اس کے عین سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

"دریہ جس دن پہلی دفعہ آپ کو دیکھا میں اسی دن جان گیا تھا کہ آپ میرے وجود کا وہ گمشدہ حصّہ ہیں جس کی بغیر میں ادھورا ہوں۔ کیا آپ مجھے مکمل کریں گی؟ میں چاند تارے توڑ لانے کے وعدے نہیں کر سکتا پر اتنا ضرور کہوں گا کہ زندگی کے آخری سانس تک آپ کے ہمقدم رہوں گا پھر وہ سانسیں چاہے آپ کی ہوں یا میری۔ آپ اپنے باپ کی شہزادی ہیں پر میں

آپ کو اپنے دل اور زندگی کی ملکہ بنانا چاہتا ہوں۔ کیا آپ میرے دل کی ملکہ بنیں گی؟؟ اپنے تمام حقوق مجھ ناچیز کو سونپ کر مجھے معتبر کریں گی؟ در یہ "کیا آپ مجھ سے شادی کریں گی؟

ہسپتال کے کوریڈور میں موجود افراد آنکھوں میں اشتیاق اور استعجاب لئے ایک شہزادے کو ایک شہزادی کے قدموں میں جھکا دیکھ رہے تھے۔ کچھ لوگوں نے ہاتھوں میں پکڑے موبائل میں تیزی سے وڈیو بنانی شروع کر دی تو کوئی "سے یس!!!" کے نعرے لگانے لگا لگا پر اس سب سے بے نیاز وہ حیرت سے بڑی ہوتی آنکھیں اس پر جمائے دونوں کانپتے ہاتھ ہونٹوں پر جما گئی۔ آنسو تیزی سے گالوں سے پھسلتے جا رہے تھے۔ اس نے نظر گھما کر اپنے ماں باپ کی طرف دیکھا جو خوشی کے آنسو لئے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا کر اسے ہاں کرنے کو بول رہے تھے۔

اس نے گردن موڑ کر اپنے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا جو اس کے طلبگار اور سوالی بنا بیٹھا تھا۔ دریہ نے ہاتھ منہ سے ہٹائے اور پھر دھیرے سے اس کے لب ہلنے لگے۔

وہاں موجود کر انسان بے صبری سے اس کے بولنے کا منتظر تھا پر جب وہ بولی
تو سب کی سانسیں اٹک گئیں۔

آئی ایم سوری!!! آئی ایم سوری!!!"۔"

وہ بار بار یہی الفاظ دوہرانے کے ساتھ نفی میں سر ہلانے لگی۔

وہاں موجود ہر انسان کی آنکھوں کی جوت بجھ گئی اور وہ افسوس سے اس شہزادے کو دیکھنے لگے جو اس کے انکار پر بے یقین بیٹھا اسے تکتا ہی چلا جا رہا تھا۔

"!!! آئی ایم سوری۔۔۔ میں۔۔۔ ایسا نہیں۔۔۔ کر سکتی"

وہ کہتی ہچکیوں سے رونے لگی تو اس کی طبیعت بگڑنے کے خیال سے زین کا رنگ سپید پڑنے لگا پر ساتھ ہی ذہن کے پردوں پر لہراتا ایک جملا تیر بن کر اس کے سینے میں پیوست ہوا تھا۔

"!!!!عورت اپنی پہلی محبت کبھی نہیں بھولتی"

تو کیا واقعی دریہ اپنی پہلی محبت آج تک نہ بھول سکی تھی؟؟ کیا آج بھی دریہ شاہ کا دل ارسم آفریدی کے لئے دھڑکتا تھا؟؟؟

@@@@@

وہ دھڑکتے دل کے ساتھ کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔قدم من من کے ہو رہے تھے۔پلکیں لرز کر بار بار گالوں پر گر رہی تھیں۔

گہرا سانس بھر کر اس نے خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی اور ڈور ناب پر ہاتھ رکھا پر اس سے پہلے کے وہ دروازہ کھول کر اندر جاتی اندر سے آتی آوازوں نے اس کے قدم جما دیے۔

تو جانتا ہے مرتسم اس وقت میں نے وہ سب مناہل کے لئے کیا تھا۔ مجھے "
اس وقت کوئی اور راستہ نہیں نظر آیا۔ اور اگر میں بھی اس کی مدد نہ کرتا تو وہ
" کہاں جاتی۔ کون اس کا سہارا بنتا۔ وہ زمانے بھر میں رسوا ہو جاتی۔

(وہ روزینہ کے پاس جانے کی بات کر رہا تھا)

اس کی بات پر مومل کی آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئیں۔

ہاں یار جانتا ہوں میں نے بہت غلط کیا کبھی کبھار بہت پچھتاتا ہوں یار پر گیا"
" وقت کہاں واپس آتا ہے۔

پچھتاوا اس بات کا کہ اس نے مومل کو اعتماد میں نہ لیا اور اس کی محبت کو ٹھکرا)
(کر چلا گیا

مومل ایک دم لڑکھڑائی۔ سہارے کے لئے اس نے دروازے کو تھاما تو
دروازہ کھلتا چلا گیا۔ کال پر مصروف باسم نے چونک کے اس کی طرف دیکھا۔

"!!! بعد میں کال کرتا ہوں مرتسم اللہ حافظ "

اس کی زرد پڑتی رنگت دیکھ کر وہ کال بند کرتا تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"کیا ہوا سویٹ تم ٹھیک ہو؟؟؟"

وہ اسے کندھوں سے تھام کر اپنے قریب کر گیا تو وہ غصّے سے اس کے ہاتھ جھٹک گئی۔ باسم نے حیرت اور ناگواری سے اس کی یہ حرکت دیکھی۔

"یہ کیا حرکت ہے مومل؟؟؟"

وہ تیوری چڑھا کر بولا تو مومل نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا۔

"مجھے خود پر غصّہ آرہا ہے کہ آپ جیسے انسان سے محبت کی میں نے۔ دل کر رہا ہے اپنی جان لے لوں!!!"

وہ تکلیف سے چیخی تو باسم پریشانی سے اسے دیکھنے لگا۔

"کیا ہو گیا ہے مومل؟؟ ہوش میں ہو تم یہ کیا بول رہی ہو!!!"

وہ پھر سے اس کے نزدیک ہوتا اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھامنے لگا تو وہ پھر سے اس کے ہاتھ جھٹک گئی۔ باسم نے بہت ضبط سے اس کی یہ حرکت دیکھی تھی۔

آپ نے مجھ پر ترس کھا کر مجھ سے شادی کی!!! مناہل کی خاطر مجھے اپنایا۔"
جب میری شادی والے دن میری شادی ٹوٹ گئی تو آپ نے مجھ پر ترس کھا
کر مجھ سے شادی کی تاکہ میں زمانے بھر میں رسوانہ ہو جاؤں اور آپ کے
"خاندان کی عزت نہ خراب ہو لوگ باتیں نہ بنائیں۔

وہ چیختی ہوئی آخر میں پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے مومل ایسا کچھ۔۔۔"

وہ اپنی صفائی دینے لگا پر وہ اس کی بات کاٹ گئی۔

غلط فہمی سے تو میں اب نکلی ہوں!!! میں بھی کتنی پاگل تھی جو یہ سوچ"
بیٹھی کہ شاید آپ مجھ سے پیار کرتے تھے پر اس کا اظہار نہ کر سکے تو مجھے کسی
اور کا نہ ہونے دیا مجھے اپنا نام دیا۔ پر میں کہاں جانتی تھی کہ آپ مجھ سے
شادی کر کے پچھتا رہے ہیں آج تک۔ وہ پیار محبت وہ سب تو محض ایک ڈرامہ
تھا!!! میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا!! میں نے تو کبھی کسی کا برا نہیں چاہا پھر
"میرے ساتھ ایسا کیوں؟؟؟؟

وہ زمین پر گری تڑپ تڑپ کر روتی باسم کا دل ہولا رہی تھی۔

"تم بہت غلط سمجھ رہی ہو مومل۔ میرے ساتھ آؤ میں تمہیں ساری حقیقت بتاتا ہوں"۔

وہ جان گیا تھا کہ ہر حقیقت سے پردہ اٹھانے کا وقت آگیا تھا اب۔

"آپ کا بہت شکریہ!!! جتنی حقیقت جان چکی ہوں میرے لئے اسے حظم کرنا ہی بہت مشکل ہے۔ اس سے زیادہ جاننے کی متمنی نہیں میں"

درشتی سے کہتی وہ ایک دم اٹھی اور ڈریسنگ روم میں بند ہو گئی جب کہ باسم اسے آوازیں ہی دیتا رہ گیا۔

@@@@@

اسے دو دن بعد ہوش آیا تھا۔ اس کی آنکھ کھلی تو خود کو ایک انجان جگہ پر دیکھ کر پریشان ہو بیٹھی۔ اٹھنے سے ایک دم کمر میں شدید درد اٹھا تھا۔ خود کے ساتھ ہوا حادثہ یاد آیا تو ایک دم خوف زدہ ہو گئی۔ اس کا ہاتھ بے ساختہ اپنے

پیٹ پر گیا تھا۔ اپنے وجود کے ساتھ جڑے وجود کو محسوس کر کے اس نے گہری سانس بھری۔ آنکھوں سے تشکر کے آنسو بہنے لگے تھے۔

خود پر کسی کی گہری نظریں محسوس کر کے اس نے نظریں گھما کر دیکھا تو وہ سامنے صوفے پر بیٹھا گہری نظروں سے اسے دیکھتا جا رہا تھا۔ اس کا حلیہ دیکھ کر نوریہ بھونچکی رہ گئی۔ کوئی اور ہوتا تو اسے نہ پہچانتا پر وہ اس کی روح کی ساتھی تھی کیسے نہ پہچانتی۔

سفید شلوار قمیض پر اوف وائٹ چادر کندھوں پر پھیلائے، پیروں میں کالی پشاوری چپل پہنے وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا کسی ریاست کا شہزادہ ہی تو لگ رہا تھا۔ ہر وقت پونی یا جوڑے میں بندھے رہنے والے شانوں تک آتے لمبے بال اس وقت فوجی کٹ میں موجود تھے۔ گھنی داڑھی مونچھوں کی جگہ ہلکی داڑھی اور گھنی مونچھیں اسے اس راجہ سے بلکل مختلف بنا رہی تھیں جو ایک سال سے نوریہ کے ساتھ تھا۔ پر وہ اپنی اس حالت میں نوریہ کو وجاہت کا شہکار معلوم ہو رہا تھا۔

"!!!!ہر روپ میں ہی یہ شخص مکمل ہے اور صرف میرا"

نوریہ کے دل نے دھیرے سے سرگوشی کی تو وہ اسے ڈپٹ کر چپ کروا گئی۔

وہ ایک دم اپنی جگہ سے اٹھا اور مضبوط قدم اٹھاتا اس کی طرف بڑھنے لگا پر وہ اسے دیکھنے میں اس قدر محو تھی کہ اس کا قریب آنا محسوس ہی نہ کر سکی۔

ہوش تو تب آیا جب وہ اس کے پیچھے موجود بیڈ پر اس کے دونوں طرف ہاتھ جمائے اس پر جھک گیا۔

"!!!!رر۔۔۔راجہ"

اس کے سخت تیور دیکھ کر اس کی زبان ساتھ چھوڑ گئی۔وہ مزید جھکتا اس کے کان کی لو دانتوں تلے دبا گیا تو نوریہ سسک اٹھی۔

"!!!آہ!!!راجہ"

وہ سسکتی اس کی قمیض کا کالر دونوں ہاتھوں میں دبوچ گئی۔

آپ کی ہمّت بھی کیسے ہوئی نوریہ مرتسم یزدان کہ آپ اپنی اور میرے"

"بچے کی جان خطرے میں ڈالیں۔

کان کی لو پر اس کے دانتوں کی گرفت اور گردن پر پڑتی اس کی گرم سانسوں کو محسوس کرتی نوریہ کا سانس اٹکنے لگا۔

"میں تو بس آپ کی خاطر۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنا جملہ مکمل کرتی وہ ایک دم اس کے چہرے پر جھکتا اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لے گیا۔اس کے لمس میں شدّت محسوس کرتی نوریہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔جب وہ کافی دیر پیچھے نہ ہٹا تو وہ سانس لینے کی تگ ودو کرتی اس کے کندھے پر ہاتھ مارنے لگی تو وہ پیچھے ہٹتا اس کا سرخ چہرہ دیکھنے لگا۔

"!!!!بہت غلط کیا آپ نے میری جان بہت غلط"

اس کے لہجے میں چھپے شکوے پر نوریہ تڑپ اٹھی پر وہ پیچھے ہٹ گیا۔

"!!!آہ!!!راجہ"

وہ سسکتی اس کی قمیض کا کالر دونوں ہاتھوں میں دبوچ گئی۔

"آپ کی ہمّت بھی کیسے ہوئی نوریہ مرتسم یزدان کہ آپ اپنی اور میرے

بچے کی جان خطرے میں ڈالیں۔"

کان کی لو پر اس کے دانتوں کی گرفت اور گردن پر پڑتی اس کی گرم سانسوں

کو محسوس کرتی نوریہ کا سانس اٹکنے لگا۔

"میں تو بس آپ کی خاطر۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنا جملہ مکمل کرتی وہ ایک دم اس کے چہرے پر جھکتا اس

کے لبوں کو اپنی گرفت میں لے گیا۔اس کے لمس میں شدّت محسوس کرتی

نوریہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔جب وہ کافی دیر پیچھے نہ ہٹا تو وہ سانس لینے کی

تگ ودو کرتی اس کے کندھے پر ہاتھ مارنے لگی تو وہ پیچھے ہٹتا اس کا سرخ چہرہ

دیکھنے لگا۔

"بہت غلط کیا آپ نے میری جان بہت غلط!!!!"

اس کے لہجے میں چھپے شکوے پر نوریہ تڑپ اٹھی پر وہ پیچھے ہٹ گیا۔

اس سے پہلے کہ وہ کمرے سے باہر نکلتا نوریہ تیزی سے بیڈ سے اترتی اس کے پیچھے لپکی اور اسے کالر سے تھام کر اس کا رخ اپنی طرف کر گئی۔

وہ جو اس کی حرکت سے انجان تھا ایک دم جھٹکے سے اس کی طرف مڑا۔اس سے پہلے کہ اس سے ٹکرا کر نوریہ نیچے گرتی وہ ایک دم پھرتی سے اسے اپنی باہوں میں بھرتا اپنے دونوں مظبوط بازو اس کے گرد حمائل کر گیا۔

نوریہ کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔اس کی دھڑکنیں مرتسم کے سینے میں مدغم ہونے لگیں۔

وہ کچھ سنبھلی تو مرتسم آنکھوں میں تپش کا سمندر لئے اسے خود سے الگ کرتا اسے دونوں کندھوں سے تھام گیا۔

"پاگل ہو گئی ہیں آپ؟آخر کب عقل آئے گی؟کبھی تو کوئی کام کرنے سے پہلے سوچ لیا کریں۔کوئی بھی کچھ بھی کہے آپ تصدیق کے بغیر اس کے حکم کی تعمیل کرنے نکل پڑتی ہیں۔آپ کو میرے علاوہ ہر انسان کی بات پر یقین ہے۔کیوں نوریہ؟؟آخر کیوں؟؟؟آپ جانتی ہیں آپ نے کیا کیا ہے؟"

وہ غصّے سے بپھرتا اسے جھنجھوڑ گیا۔

"!!!!مم۔۔۔میں جانتی ہوں مجھ سے۔۔۔۔مجھ سے غلطی ہو گئی راجہ"

وہ کپکپاتی آواز میں کہتی اس کے سینے پر سر رکھے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تو مرتسم لب بھینچ گیا۔

غلطی نہیں گناہ ہوا ہے آپ سے نوریہ!!!!شوہر سے چھپ کر غیر مرد "

"!!!سے رابطہ رکھنے کو غلطی نہیں گناہ کہا جاتا ہے

اس کے کاٹ دار الفاظ پر نوریہ تڑپ کر اس کے سینے سے سر اٹھاتی بہتی ہوئی آنکھوں سے نفی میں سر ہلانے لگی۔

مم۔۔۔میں قسم کھا کر کہتی ہوں راجہ ہمارے بچے کی قسم میری نیت غلط "

نہیں تھی نہ ہی میں آپ سے بے وفائی کا سوچ سکتی ہوں آپ سے بے وفائی کا

"سوچنے سے پہلے میں مرنا۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ اپنا جملہ مکمل کر پاتی مرتسم اس کے چہرے پر جھکتا اس کے باقی ماندہ الفاظ پی گیا۔ اس کے لمس میں جارحانہ پن محسوس کیے وہ مزاحمت کیے بغیر سختی سے آنکھیں موندے اس کے رحم و کرم پر کھڑی رہی۔

اسے کسی قسم کی مزاحمت نہ کرتے دیکھ کر مرتسم اس کا خیال رکھتے خود ہی پیچھے ہٹ گیا۔ پیچھے ہٹتے ہی نظریں سیدھا اس کے چہرے سے ٹکرائیں جہاں وہ سرخ رنگت لئے آنکھیں بند کیے کھڑی لرز رہی تھی جب کہ دونوں ہاتھ اس کی شرٹ پر جمے ہوئے تھے۔

وہ تھوڑا سا جھکا اور اس کے بھاری وجود کو اپنی باہوں میں بھر کر بیڈ کی طرف بڑھا۔

اسے آرام سے بیڈ پر لٹا کر وہ اس کے دائیں بائیں ہاتھ رکھ کر اس پر جھک گیا۔ وہ اشکوں بھری آنکھیں لے کر اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔ وہ بھی چند پل اس کے چہرے کو نہارتا رہا پھر پیچھے ہٹتا اس کے کندھے پر سر رکھ کر اس

کے پہلو میں لیٹ گیا۔اپنے دونوں ہاتھ اس کے وجود کے گرد باندھ کر سکون محسوس کرتا تھکی تھکی سانس خارج کر گیا۔

بہت تھکا دیا ہے آپ نے مجھے !!! آپ کی غیر موجودگی مجھے کھوکھلا کر دیتی" ہے۔آپ نہیں جانتی میں نے کتنی مشکلوں سے دعائیں مانگ کر آپ کو حاصل کیا ہے۔آپ کا ہجر وہ خسارہ تھا جو پوری زندگی میری کمر سیدھی نہ ہونے دیتا پر پر اللہ مجھ پر مہربان ہوا اور آپ مجھے عطاء کر دی گئیں۔آپ کے وصال نے میری زندگی کی تمام محرومیوں کو کہیں پردہ پوش کر دیا ہے۔

مرتسم یزدان حسن کے لئے نوریہ مرتسم کا ساتھ ایک نعمت ہے۔ایسی نعمت "جس کا پوری زندگی بھی شکر نہیں ادا کیا جا سکتا۔

اس کے کندھے پر سر رکھے اپنے میٹھے الفاظ اس کے کانوں میں اتارتا وہ اس کی دھڑکنیں معمول سے بڑھا گیا تھا۔اس کی گرم سانسیں اپنی گردن پر محسوس کرتے نوریہ کی سانسیں تیز ہونے لگیں۔

"کک۔۔۔کیا مطلب کون سی دعائیں اور کون سا ہجر؟؟؟"

نوریہ نے اپنی گردن ہلکی سی موڑ کر اس کی طرف دیکھتے سوال کیا تو اس قدر قربت پر بوکھلا کر پھر سے رخ موڑ گئی۔

اس کی ادا پر وہ زیر لب مسکرا دیا۔

ہجر کی تکلیف سے وصل کی راحت تک ایک داستان ہے میرے پاس!!!" کیا آپ وہ داستان سننا چاہیں گی؟؟؟ والدین کے لاڈلے کی زندگی کی محرومیوں میں کٹی ایک کہانی ہے میرے پاس کیا آپ وہ سننا چاہیں گی؟؟؟ کیا آپ سننا چاہیں گی کہ مرتسم یزدان حسن کو راجہ بننے پر کس چیز نے مجبور کیا؟؟؟ کیا آپ سننا چاہیں گی کہ نوریہ کا حاشر اور پھر حاشر سے راجہ تک کا "سفر کیوں کر کٹا؟؟؟ کیا آپ یہ سب سننا اور جاننا چاہیں گی؟؟؟

اس کے گال پر جھولتی آوارہ لٹ کو انگلی میں لپیٹ کر سرگوشی میں بولتا وہ اسے کسی ٹرانس میں لے گیا جس کے زیر اثر وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

"ہاں میں سننا چاہوں گی۔"

وہ پر یقین لہجے میں بولی تو مرتسم نے گردن ہلاتے بولنا شروع کیا۔

@@@@@

"!!!آئی ایم سوری۔۔۔میں۔۔۔ایسا نہیں۔۔۔کر سکتی"

وہ کہتی ہچکیوں سے رونے لگی تو اس کی طبیعت بگڑنے کے خیال سے زین کا رنگ سپید پڑنے لگا پر ساتھ ہی ذہن کے پردوں پر لہراتا ایک جملا تیر بن کر اس کے سینے میں پیوست ہوا تھا۔

"!!!!عورت اپنی پہلی محبت کبھی نہیں بھولتی"

تو کیا واقعی دریہ اپنی پہلی محبت آج تک نہ بھول سکی تھی؟؟ کیا آج بھی دریہ شاہ کا دل ارسم آفریدی کے لئے دھڑکتا تھا؟؟؟

وہ لب بھینچ کر آنکھیں سختی سے بند کرتا اپنا چہرہ جھکا گیا۔ایک آوارہ آنسو اس مضبوط انسان کے گالوں سے بہت تیزی سے اس کی بیئرڈ میں جزب ہوتا اتنے مجمع میں اس کی ذات کا بھرم رکھ گیا۔

پورا مجمع خاموش ہو چکا تھا۔اس پیارے سے انسان کی محبت کے جواب میں ملنے والا انکار ہر کسی کو دکھی کر گیا تھا۔

میں کینسر کی لاسٹ اسٹیج پر ہوں۔ میرے زندہ رہنے کی کوئی امید نہیں۔ یہ"
بھی نہیں جانتی کہ اگلا سانس بھی لے سکوں گی کہ نہیں۔ ایسے میں کس
طرح میں اس انسان کا ہاتھ تھام لوں جو صرف محبت کے لائق ہے۔ وہ محبت
جو میری ذات سے نہ اسے کبھی مل سکی اور نہ کبھی مل پائے گی۔ ایک مرتا ہوا
انسان کسی کو کیا امید کی ڈور تھما سکتا ہے۔ آئی ایم سوری میں ایسا نہیں کر سکتی
"!!!!زین

وہ اپنی ذات کو لے کر بے حد سفاک ہو رہی تھی۔ اس کی بار بار مرنے کی
گردان سن کر زین نے تڑپ کر سر اٹھایا اور اس بے رحم کی آنکھوں میں
جھانکا جو اپنے الفاظ سے ہی اس کی جان لینے کے در پے تھی۔

وہ اس کی گود میں پڑے اس کے پیلے پڑتے لرزتے ہوئے ہاتھ اپنے مضبوط
ہاتھوں میں تھام گیا۔

کیا واقعی آپ اس قدر پر امید ہیں؟ آپ کو لگتا ہے کہ آپ کی سانسوں کا"
کوئی بھروسہ نہیں پر کیا آپ کو اس بات کا بھی یقین ہے کہ کہ میں آپ سے

زیادہ جی سکوں گا؟؟ کیا آپ پر یقین ہیں کہ میری زندگی آپ سے زیادہ لکھی ہے اوپر والے نے؟؟؟ بتائیں!!!"

وہ اس کے ہاتھوں پر گرفت سخت کرتا بولا تو وہ روتی ہوئی سر نفی میں ہلا گئی۔

"موت کا وقت سب کا مقرر ہے۔ آپ کا بھی اور میرا بھی۔ ہماری زندگی کو ڈور اوپر والے کے ہاتھ میں ہے۔ وہی جانتا ہے کہ کس کی کتنی زندگی ہے۔ کیا آپ کا ایمان اس قدر کمزور ہے کہ آپ اس پاک ذات سے مایوس ہو چکی ہیں۔ مجھے بس ایک بات کا جواب دیجئے۔ ہر بات بھلا کر صرف ایک بات کا جواب دیں!!! کیا میری اتنے عرصے کی محبت بھی آپ کے دل میں میرے لئے کوئی جگہ نہ بنا سکی؟؟ کیا آپ کو میرا ساتھ ناگوار لگتا ہے جو آپ مجھے اپنانے سے کترا رہی ہیں؟؟"۔

اس کی پر شکوہ آنکھوں کے سوالوں پر وہ پھوٹ کر رو دی۔

"میں بھی بہت محبت کرتی ہوں آپ سے زین میں نہیں چاہتی میرا چند لمحوں یا چند دنوں کا ساتھ آپ کو عمر بھر کا روگ دے جائے۔ آپ سمجھ کیوں نہیں رہے بہت محبت کرتی ہوں میں آپ سے۔"

اس کے الفاظ زین پر بجلی بن کر نازل ہوئے تھے۔ دریہ اس سے محبت کرتی تھی؟؟؟ زین گردیزی سے؟؟؟ کیا یہ حقیقت تھی یا محض کوئی خواب۔ ایک حسین خواب!!!!

"دریہ کیا آپ سچ میں مجھ سے محبت کرتی ہیں؟؟؟ مجھے صرف ہاں یا نہ میں جواب دیں بس!!!!"

وہ اسے کندھوں سے تھام کر اس کی آنکھوں میں دیکھتا شدت سے بولا تو وہ ہاں میں سر ہلاتی پھر سے رو دی۔

زین نے اس کے کندھوں سے اپنے ہاتھ ہٹائے اور اس کے چہرے سے آنسو صاف کرنے لگا۔ مجمع میں خوشی سے چیخ و پکار مچ گئی۔ ہسپتال کا گارڈ دو دفع آ کر منع کر چکا تھا پر اثر کس کو ہو رہا تھا۔

دریہ کے پاس سے اٹھتا زین دریہ کی والدین کی طرف گیا جو پیچھے ہی کھڑے تھے۔ان کے چہرے کے تاثرات سے کچھ بھی جاننا مشکل تھا۔زین کا دل زوروں سے دھڑکنے لگا۔اگر انہوں نے انکار کر دیا تو؟؟؟

وہ گلا کھنکارتا ان کے بلکل سامنے جا کھڑا ہوا۔

انکل!!!!آنٹی!!!!میں آپ کی بیٹی سے بہت محبت کرتا ہوں اور انھیں" اپنے نکاح میں لینا چاہتا ہوں. میں نہیں جانتا کہ ہم دونوں کی کتنی زندگی لکھی ہے پر جتنی بھی سانسیں باقی ہیں میں چاہتا ہوں کہ وہ باقی ماندہ سانسیں ہم ایک دوسرے کے سنگ گزاریں۔زندگی کے آخری لمحوں تک میں آپ کی بیٹی کا ساتھ نبھاؤں گا اور انھیں اتنا خوش رکھوں گا کہ لوگ رشک کریں گے۔پلیز مجھے نامرادمت لوٹائیے گا میں بہت امید سے آپ کے آگے دامن "پھیلا رہا ہوں۔مجھے زندگی کی نوید سنادیں۔

گھٹنے کے بل بیٹھ کر دریہ کی والدہ کے دونوں ہاتھ تھام کر دریہ کے باپ کی طرف دیکھ کر التجہ کرتا وہ ان دونوں کو اس قدر مجبور کر گیا کہ انھیں ماننی ہی پڑی۔

"ٹھیک ہے۔ ہمیں منظور ہے۔ اپنے والدین کو بلاؤ تا کہ دریہ کی کچھ صحت یابی کے بعد باقی معاملات طے کیے جا سکیں۔"

دریہ کے والد کی بات پر جہاں زین سرشاری سے جھوم اٹھا وہیں والدین کے ذکر پر اس کا روشن چہرہ تاریک پڑ گیا۔

"انکل میری والدہ کی ڈیتھ ہو چکی ہے میرے بچپن میں ہی اور میرے والد دوسری شادی کر چکے ہیں۔ میں اکیلا ہی ہوں۔ فیملی کے نام پر ایک اچھا دوست ہے بس اور اس کی فیملی کو ہی آپ میری فیملی سمجھیں اور میں چاہتا ہوں آج اور اسی وقت ہمارا نکاح ہو جائے تا کہ جلد از جلد میں خود دریہ کے علاج کی ذمہ داری اٹھا سکوں۔"

اس کی بات پر دریہ کے والد نے کچھ سوچتے ہاں میں سر ہلایا تو دریہ حیرت سے زین کی تیزی دیکھتی رہ گئی۔

ہسپتال کے گارڈز نے وہاں آکر سختی سے سب کو وہاں سے جانے کا بولا تو اس منظر کا بھرپور مزہ لیتی عوام منہ بناتی اپنے اپنے راستے ہو گئی جب کہ زین گردیزی فون جیب سے نکالتا گواہان کا انتظام کرنے لگا اور ساتھ ہی دریہ کی طرف بڑھا تاکہ اسے کمرے میں لے جا سکے۔

پھر آدھے گھنٹے میں ہسپتال کے بستر پر کینسر جیسے مرض کے آخری اسٹیج پر کھڑی ایک دلکش ساحرہ اس حسین مرد سے نکاح میں بندھ گئی جو اس سے پہلی نظر کی محبت کر بیٹھا اور اب گوڈے گوڈے اس کے عشق میں ڈوبا ہوا تھا۔

@@@@@

تم بہت غلط سمجھ رہی ہو مومل۔ میرے ساتھ آؤ میں تمہیں ساری حقیقت" "بتاتا ہوں۔

وہ جان گیا تھا کہ ہر حقیقت سے پردہ اٹھانے کا وقت آگیا تھا اب۔

آپ کا بہت شکریہ !!! جتنی حقیقت جان چکی ہوں میرے لئے اسے ہظم " "کرنا ہی بہت مشکل ہے۔اس سے زیادہ جاننے کی متمنی نہیں میں درشتی سے کہتی وہ ایک دم اٹھی اور ڈریسنگ روم میں بند ہو گئی جب کہ باسم اسے آوازیں ہی دیتا رہ گیا۔

ڈریسنگ روم میں آکر وہ دروازے کے ساتھ لگ کر زمین پر بیٹھتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔اسے آج خود پر ترس آرہا تھا۔آخر اس کا قصور ہی کیا تھا۔ محبت کرنا اتنا برا عمل تو نہیں تھا جو اس کا گناہ بن گیا تھا پر وہ نادان شاید یہ نہ جانتی تھی کہ اس کا گناہ محبت نہیں تھا۔اس کا گناہ وہ اقرار تھا جو اس نے ایک غیر محرم سے کیا۔وہ اظہار محبت جو موحل آفریدی نے باسم آفریدی سے کیا تھا وہی اس کی سب سے بڑی خطا تھی۔

محبت ایک فطری اور بے اختیاری عمل ہے جس پر کسی کا زور نہیں چلتا پر جس چیز پر انسان کا زور چلتا ہے وہ ہے اس کا نفس۔ نفس پر قابو پا لینے سے انسان ہر گناہ سے بچ جاتا ہے۔ انسان کو سب سے زیادہ ذلیل اس کا نفس کرواتا ہے۔

اگر مومل آفریدی نے اپنے نفس پر قابو پایا ہوتا اور باسم آفریدی سے اظہار محبت نہ کیا ہوتا تو حالات مختلف ہوتے۔ باسم آفریدی بے شک اس کا فرسٹ کزن اس کا بیسٹ بڈی تھا۔ دونوں ایک چھت نیچے رہتے تھے پر تھے تو نا محرم!!!! ایک اچھی لڑکی ایک غیر محرم سے کھلم کھلا اظہار محبت کر کے اللہ کے بعد اپنی نظروں میں بھی بری لڑکی بن چکی تھی۔

زمین پر بیٹھ کر زار و قطار روتی مومل آفریدی کو اپنی ہر غلطی کا شدّت سے اندازہ ہو رہا تھا اور ایک ایسے ہی پچھتاوے کی آگ میں دروازے کے باہر بیٹھا شخص جل رہا تھا کہ کاش اس نے اپنی محبت کو اعتبار کی ڈور تھمائی ہوتی۔ باسم آفریدی محبت تو کر بیٹھا پر اپنی محبت کو ہی محبت کا یقین نہ دلا سکا۔ اگر باسم آفریدی مومل آفریدی کو اعتبار اور اعتماد کی ڈور تھماتا تو آج حالات مختلف

ہوتے۔اعتماد کے بغیر کسی بھی رشتے کی ڈور کچے دھاگے کی طرح ہوتی ہے جو ذرا سے تناؤ سے ٹوٹ کر بٹ جاتا ہے۔

دروازے کے دونوں طرف بیٹھے وجود اپنی غلطیوں پر خود کو سرزنش کر رہے تھے۔

@@@@@

دروازے پر ہونے والی ہلکی سی دستک سے وہ چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔دروازے پر لگنے والی چھوٹی ضربیں اسے بتا چکی تھیں کہ دروازے پر کون تھا

"!!!ماما۔۔۔ماما۔۔۔"

مناہل کی آواز نے مزید یقین دہانی کروائی تو مومل گالوں سے نمی صاف کرتی دروازہ کھول کر باہر آئی جہاں مناہل نیند بھری آنکھیں لئے کھڑی تھی۔

اسے دیکھتے ہی مناہل دونوں ہاتھ اٹھا گئی تو مومل نے جھک کر اسے بازوؤں

میں بھرتے اس کے گالوں پر بوسہ دیا اور اسے لئے بیڈ کی طرف بڑھی۔

کمرے میں ایک نظر ڈالی تو باسم کہیں نہ دکھا۔ مومل کا دل مزید دکھی ہو گیا۔

"ماما کی جان کیوں اٹھ گئی؟؟؟"

وہ مناہل کو بیڈ پر لٹا کر اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتی پوچھنے لگی۔

"می ہنگلی (می ہنگری)"

(مجھے بھوک لگی ہے)

اس کی توتلی زبان پر مومل کو اس پر اور بھی پیار آنے لگا جس کے اظہار کے طور پر وہ مناہل کے دونوں گال چٹاچٹ چومنے لگی۔

"رکو ماما ابھی دودھ لاتی ہیں۔"

وہ اس کا فیڈر پکڑ کر کمرے سے نکلنے لگی جب باسم دروازے میں نمودار ہوا۔

"مناہل کو فیڈ کروا کے لان میں آؤ مجھے بات کرنی ہے۔"

اس کو کوئی بھی جواب دیے بغیر وہ وہیں کھڑی تو اسے چند پل دیکھنے کے بعد باسم وہاں سے نکل گیا۔اس کے جانے کے بعد مومل نے گہرا سانس بھرا اور فیڈر پکڑتی کچن کی طرف چل دی۔

---

"ہجر کی تکلیف سے وصل کی راحت تک ایک داستان ہے میرے پاس!!!

کیا آپ وہ داستان سننا چاہیں گی؟؟؟والدین کے لاڈلے کی زندگی کی محرومیوں میں کٹی ایک کہانی ہے میرے پاس کیا آپ وہ سننا چاہیں گی؟؟؟کیا آپ سننا چاہیں گی کہ مرتسم یزدان حسن کو راجہ بننے پر کس چیز نے مجبور کیا؟؟؟کیا آپ سننا چاہیں گی کہ نوریہ کا حاشر اور پھر حاشر سے راجہ تک کا سفر کیوں کر کٹا؟؟؟کیا آپ یہ سب سننا اور جاننا چاہیں گی؟؟؟"

اس کے گال پر جھولتی آوارہ لٹ کو انگلی میں لپیٹ کر سرگوشی میں بولتا وہ اسے کسی ٹرانس میں لے گیا جس کے زیرِ اثر وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

"ہاں میں سننا چاہوں گی۔"

وہ پر یقین لہجے میں بولی تو مرتسم نے گردن ہلاتے بولنا شروع کیا۔

ماضی:

"میری چھوٹی سی فیملی۔ایک چھوٹا سا محبت بھرا آشیانا جس میں میرے والدین اور میں رہتے تھے۔میرے بابا یزداں حسن ایک پولیس افسر تھے۔ میں دس سال کا تھا جب بابا کو ایک کیس ملا جس میں اس گروہ کو پکڑنا تھا جس ہزاروں معصوم بچوں کی جان لے کر ان کے باڈی پارٹس سمگل کیے۔جب سے بابا کو یہ کیس ملا تب سے انھیں دھمکی بھرے میسجز موصول ہونے لگے۔ماما نے بہت دفع کہا کہ اس کیس کو چھوڑ دیں پر بابا ایک ایماندار اور ڈٹ کر مقابلہ کرنے والے مرد تھے۔انہوں نے کہا ملک کی خاطر ان کی جان بھی حاضر ہے۔وہ اپنی جان اپنے ملک کی خاطر وقف کر چکے ہیں اور پھر انہوں نے سچ میں کر دکھایا۔

باباس گروہ کو بے نقاب کرنے میں کامیاب ہو گئے پر اپنے ساتھ ساتھ میری ماما کی زندگی کی بازی بھی ہار گئے۔ وہ لوگ میرے لئے برتھڈے گفت " لینے مارکیٹ گئے اور واپسی پر ایمبولینس میں آئے۔

ماں باپ کی موت کا سوچ کر آج بھی مرتسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور آنکھیں لہو چھلکانے لگیں۔

نوریہ نے جھک کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے اپنے ہاتھوں سے اس کی آنکھوں میں پھیلی نمی صاف کی تو وہ اس کی گود میں سر چھپا گیا۔ پھر دو منٹ کے توقف کے بعد اس نے بولنا شروع کیا۔

بابا کے بیسٹ فرینڈ ارسل آفریدی مجھے اپنے ساتھ لے گئے کیوں کہ نہ ہی" میرا ددیال تھا اور نہ ہی ننھیال۔ ان لوگوں نے مجھے بہت محبت دی۔ اللہ نے مجھ ایک ماں باپ لئے تو اس کے بدلے دو لوٹا دیے۔ باسم اور ارسم جیسے مخلص بھائی دے اور مومل جیسی پیاری بہن۔ پر یہ اتنے پیارے رشتے بھی ماں باپ کی کمی پوری نہ کر سکتے تھے۔ میٹرک کرنے کے بعد میں بہت ضد

کر کے ہوسٹل شفٹ ہو گیا۔ گریجوایشن کرنے کے بعد میں نے سی ایس

ایس کی تیاری کی اور پولیس ڈیپارٹمنٹ میں آ گیا۔اور پھر پولیس افسر سے

آئی ایس آئی میں جانے کا سفر کافی پر خار رہا۔پھر کانٹوں بھری زندگی میں ہوا

"!!!!کا جھونکا بن کر آئی آپ

اس کی بات پر نوریہ کی آنکھیں پھیل گئیں تو مرتسم نے اپنے بھاری ہاتھ میں

قید نوریہ کے ہاتھ پر بوسہ دے کر اس کا ہاتھ آنکھوں سے لگا لیا۔

پہلی دفعہ میں نے آپ کو حاشر کے ساتھ دیکھا تھا۔ان دنوں میں حاشر کے "

گینگ کو پکڑنے میں کوشاں تھا۔میری زندگی میں پیار محبت شادی ان سب کی

کوئی جگہ نہیں تھی پر آپ کو پہلی دفعہ دیکھتے ہی دل نے دہائی دی کہ یہ لڑکی

مرتسم یزداں کے لئے بنی ہے بس۔میں حاشر کو اچھے سے جانتا تھا۔وہ کبھی

آپ سے محبت کرتا ہی نہ تھا اسے تو آپ کے پیسے سے مطلب تھا بس۔

پھر اچانک ان دنوں مجھے دبئی جانا پڑ گیا ایک کیس کے سلسلے میں۔وہاں میرا

شدید ایکسیڈنٹ ہوا دماغ پر چوٹ لگی اور میں قوما میں چلا گیا۔چار ماہ بعد ہوش

آیا تو میری دنیا ہی پلٹ چکی تھی۔ آپ حاشر سے شادی کر چکی تھیں۔ بہت مشکل وقت تھا میرے لئے وہ بہت مشکل۔ آپ نہیں جانتی کہ محبوب کو کسی اور کے ساتھ تصور کرنے میں بھی کتنا کرب چھپا ہے۔ اگر حاشر آپ کے ساتھ مخلص ہوتا تو یقین کریں میں اپنی محبت اپنے دل میں دفنا لیتا پر سب کچھ جانتے بوجھتے آپ کو کس طرح اس آگ میں جھونک سکتا تھا۔ پھر مجھے اس گینگ کو پکڑنے کے لئے راجہ کا گیٹ اپ لینا پڑا اور اس طرح حاشر نے میرا کام خود ہی آسان کر دیا۔"

نوریہ جو یک ٹک اس کی تمام باتیں سن رہی تھی ایک دم چونک اٹھی۔

"پر ہمارا نکاح تو آپ کے اصلی نام سے نہیں ہوا تو اس کا مطلب ہمارا نکاح جھوٹ تھا!!!!"

وہ گہرے شاک میں چلی گئی تو اس کی بات سنتا مرتسم نفی میں سر ہلا گیا۔

"ایسا نہیں میری جان!!!! میں پورا انتظام کر کے گیا تھا۔ قاضی اور گواہ سب میرے تھے اور نکاح کے وقت ایک کال کے ذریعے میں حاشر کو چند

منٹ کے لئے وہاں سے ہٹا چکا تھا۔یوں آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میری زندگی میں آ گئیں۔میں نے قسم کھالی کہ چاہے آپ کی مرضی کے خلاف جانا پڑے پھر بھی آپ کو خود سے الگ نہیں ہونے دوں گا پر آپ نے بار بار میرا یقین اور مان توڑا نوریہ!!! آپ کو کیا لگتا تھا کہ آپ کا حاشر سے رابطہ ہو گا اور مجھے پتا نہیں چلے گا میری غیر موجودگی میں وہ دو مرتبہ ہمارے گھر آیا اور آپ میرے سامنے اس بات سے ہی مکر گئی۔بہت دکھ ہوا مجھے آپ۔اس نے آپ کی جائیداد اپنے نام کروانے کی کوشش کی تو آپ نے چپ چاپ "سائن کر رہے۔آپ نے مجھے بہت مایوس۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کر پاتا نوریہ اس کے گلے لگتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی

مجھے معاف کر دیں پلیز مجھے معاف کر دیں میری نیت بری نہیں تھی میں " ہمیشہ آپ کے ساتھ رہنا چاہتی تھی پر یہ نہیں چاہتی تھی کہ آپ مجھ سے بد گمان ہو جائیں پلیز راجہ ایسے مت کریں میں بے موت مر۔۔۔۔

باقی کے الفاظ مرتسم "ہجر کی تکلیف سے وصل کی راحت تک ایک داستان ہے میرے پاس!!! کیا آپ وہ داستان سننا چاہیں گی؟؟؟ والدین کے لاڈلے کی زندگی کی محرومیوں میں کٹی ایک کہانی ہے میرے پاس کیا آپ وہ سننا چاہیں گی؟؟؟ کیا آپ سننا چاہیں گی کہ مرتسم یزدان حسن کو راجہ بننے پر کس چیز نے مجبور کیا؟؟؟ کیا آپ سننا چاہیں گی کہ نوریہ کا حاشر اور پھر حاشر سے راجہ تک کا سفر کیوں کر کٹا؟؟؟ کیا آپ یہ سب سننا اور جاننا چاہیں گی؟؟؟"

اس کے گال پر جھولتی آوارہ لٹ کو انگلی میں لپیٹ کر سرگوشی میں بولتا وہ اسے کسی ٹرانس میں لے گیا جس کے زیر اثر وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

"ہاں میں سننا چاہوں گی۔"

وہ پریقین لہجے میں بولی تو مرتسم نے گردن ہلاتے بولنا شروع کیا۔ لبوں میں قید کر گیا۔

ایک مرد اپنی محبوب بیوی کی ہزار خطائیں معاف کر سکتا ہے اور آپ کو تو""""

"!!!! مرتسم یزدان کا خون بھی معاف ہے

وہ اس پیشانی پر بوسہ دے کر اسے اپنے ساتھ لگا گیا نوریہ سکوں سے آنکھیں

موند گئی۔

@@@@@

وہ دریہ کے سرہانے بیٹھا اسے یک ٹک دیکھتا جا رہا تھا۔ تین دن ہو چکے تھے

ان کے نکاح کو اور دریہ کی صحت دن بادن گرتی چلی جا رہی تھی۔اس کی پیلی

رنگت اور ہلکے زدہ اندر کو دھنسی ہوئی آنکھیں اور پیڑی زدہ لب زین کو ہولا

رہے تھے۔ پچھلے پانچ ماہ سے وہ زین کے سامنے ہر وقت سکارف سے سر

ڈھک کر آتی تھی اور اس بات کا راز بھی زین پر نکاح کے بعد کھلا تھا۔

اس کے گھنے سیاہ اور کمر کو چھوتے بال بہت تیزی سے گر رہے تھے۔

اسے پتا بھی نہ چلا کب ایک آوارہ آنسو پلکوں کی سرحد پار کرتا دریہ کے ہاتھ کی پشت پر جا گرا۔ دریہ نے دھیرے سے آنکھیں کھول کر اس کی جانب دیکھا جو سرخ آنکھیں لئے اسے دیکھتا جا رہا تھا۔

زین!!!"۔"

دریہ کی پکار پر اس کا ارتکاز نہ ٹوٹ سکا۔

زین!!!!"۔"

اب کی بار دریہ نے دھیرے سے اپنا ہاتھ ہلایا تو زین چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا میری جان کچھ چاہئے آپ کو؟؟؟؟"

اس کے فکر مندی سے پوچھنے پر وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"ڈر لگ رہا ہے؟؟"

زین کے پوچھنے پر وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔

پریشان مت ہوں انشاءاللہ آپریشن کامیاب ہو گا۔مجھے اللہ کی رحمت پر "
پورا یقین ہے!!!"۔

وہ دریہ کے ساتھ ساتھ خود کو بھی تسلی دے رہا تھا۔

"!!!مجھے آپریشن سے نہیں ڈر لگ رہا"

اس کی بات پر وہ الجھ گیا۔

"پھر کس چیز سے ڈر لگ رہا ہے آپ کو؟؟؟"

وہ اس کے گال کو چھو کر پوچھنے لگا۔

آپ سے بچھڑنے کا خوف ہے مجھے!!!!مجھے موت سے نہیں بلکہ آپ "
"سے بچھڑنے کا ڈر ہے۔میں آپ کے ساتھ بہت زیادہ جینا چاہتی ہوں۔

وہ کہتی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تو زین اسے خود میں بھینچ گیا۔دونوں کی آنکھیں نم تھیں۔جدائی کا خوف دونوں کو ستا رہا تھا۔

کل انہیں سرجری کے لئے امریکا جانا تھا اور دریہ بہت خوف زدہ تھی۔

میں آپ کے ساتھ ہوں میری جان پھر کیسا خوف۔ ہمیں ایک ساتھ بہت "

"سا جینا ہے ابھی اتنی جلدی میں آپ کی جان نہیں چھوڑنے والا۔

شرارت سے کہتا وہ اس کی ناک سے اپنی ناک ٹکرا گیا۔

@@@@@

مناہل کے لئے فیڈر بنا کر وہ کمرے میں آئی تو بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر ایک سرخ رنگ کی ڈائری پڑی تھی۔ وہ اگنور کرتی مناہل کے پاس آئی اور اسے فیڈ کروانے لگی۔ دودھ پی کر مناہل سو گئی تو تجسس سے مجبور ہو کر وہ ڈائری لے کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

ڈائری کے پہلے صفحہ پر بڑے بڑے حروف میں اپنا نام لکھا دیکھ کر مومل چونک گئی۔ پھر جیسے جیسے اس نے ڈائری پڑھنا شروع کی اس کی آنکھیں کھلتی چلی گئیں۔ باسم کی مومل سے محبت پھر روزینہ کی کال اور روزینہ کی خواہش پھر روزینہ کی موت کے بعد مناہل کا باسم کے پاس آنا گھر والوں سے جھوٹ

کہنا اور پھر باسم کی پاکستان واپسی سے لے کر مومل کی شادی تک ایک ایک واقع بمع تاریخ اس ڈائری میں درج تھا۔

ڈائری ختم کرنے کے بعد وہ ساکت و جامد بیٹھی تھی جب کوئی دھیرے سے اس کے پہلو میں آ بیٹھا۔

مومل نے گردن گھما کر دیکھا تو باسم اس کے نزدیک ترین بیٹھا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ سب کچھ بھولتی ایک دم اس کے سینے سے لگتی رو دی۔

کیوں ایسا کیا باسم۔ کیوں نہیں مجھ پر یقین کیا۔ آپ نے اس وقت مجھے اعتماد "میں لیا ہوتا تو یہ اتنے سالوں کی دوریاں نہ آتی ہمارے درمیان۔"

باسم اسے زور سے خود میں بھینچ گیا۔

"معاف کر دو میری جان مجھے معاف کر دو۔"

وہ اس سے بار بار معافی مانگتا اس کے چہرے کے ہر نقش کو چومتا اسے پاگل کر رہا تھا۔

"باسم۔۔۔ بب!!!!"

وہ جب حدود پھلانگنے لگا تو موحل کپکپاتی ہوئی اسے روکنے کی کوشش کرنے لگی۔

ہششش!!!! خاموش رہو!!! بہت دور رہ لئے اب روح سے قریب ترانے"

"!!!! دو۔ آج دو جانوں کو ایک ہو لینے دو

سرگوشی میں کہتا وہ اسے باہوں میں بھر کر بیڈ کی طرف لے گیا۔اسے بیڈ پر لٹا کر باسم نے مناہل کو احتیاط سے اٹھا کر کار میں ڈالا اور کھڑکی کے آگے پردے برابر کرتا بیڈ کی طرف آیا جہاں وہ سکڑی سمٹی پڑی تھی۔

وہ کمرے میں جلتی واحد بتی بجھاتا اس کے پہلو میں نیم دراز ہوتا اس پر گھنے سائے کی مانند جھک گیا اور اس کے پور پور کو اپنے پیار کی برسات میں بھگونے لگا۔

@@@@@

"ہسبنڈ جلدی کرلیں پلیز اور کتنا وقت لگائیں گے۔"

دریہ کا آپریشن سکسیس فل ہو گیا تھا اور آج تین ماہ بعد زین اور دریہ واپس آ رہے تھے۔ایک ماہ پہلے جب عالم گردیزی اور جہاں آرا کی ایک ایکسیڈنٹ میں دردناک موت ہوئی تو تدفین کے لئے زین نے واپس آنا چاہا پر دریہ کی وجہ سے نہ آسکا۔

ارمش اور ارسم کو انھیں ایئرپورٹ سے پک کرنے جانا تھا۔ارمش تیار بیٹھی تھی پر ارسم تھا کہ اس کی تیاری ہی مکمل نہ ہو رہی تھی۔

"آگیا جان ارسم اتنا غصّہ کیوں کرتی ہیں یار۔مانا کہ آپ غصّے میں بھی حسین لگتی ہیں پر مجھ معصوم کے دل کا بھی کچھ خیال کرلیں نا۔"

وہ اس کے قریب آتا اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنی طرف کھینچ گیا تو ارمش ایک جھٹکے سے اس کے ساتھ آلگی۔

"ہسبنڈ پلیز ہماری تیاری خراب نہ۔۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنا جملہ پورا کرتی ارسم جھک کر اس کی بولتی بند کر گیا۔

پیچھے ہٹنے کی بعد وہ اسے دیکھ کر آنکھ مارتا سیٹی کی دھن بجاتا ہیئر برش کرنے لگا

تواس کی بے باکی پر ارمش دانت پیس کر رہ گئی پھر لپسٹک اٹھا کر اپنا میک اپ سہی کرنے لگی۔

وہ بال بنا کر کر اس کے سامنے آیا اور اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا گیا۔

"چلیں!!!"

ارمش مسکرا کر سر ہلاتی اس کے مضبوط ہاتھ میں اپنا نازک ہاتھ تھما گئی تو دونوں ہنستے مسکراتے باہر کی طرف چل دے۔

@@@@@

اس نے دھیرے سے اپنی آنکھیں کھولی تو ایک پل کو سمجھ ہی نہ سکی کہ وہ کہاں ہے۔اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو درد کی لہر پورے وجود میں پھیل گئی۔وہ کراہ کر دوبارہ پیچھے کو گر گئی

مرتسم جو پاس پڑے صوفے پر بیٹھا اپنی بیٹی کو ہاتھ میں لئے اسے پیار کرنے میں مصروف تھا اسے کراہتے دیکھ کر بے بی کو کارٹ میں ڈال کر خود اس کے پاس آیا اور اسے آرام سے پیچھے بستر پر لٹایا۔

اسے لٹانے کے بعد وہ اس کے ماتھے پر جھکتا اس کی پیشانی پر بوسہ دے گیا۔"
اس قدر خوبصورت اور انمول تحفہ دینے کے لئے بہت شکریہ جان"
مرتسم!!! اتنی پیاری بیٹی دے کر آپ نے میری زندگی کی تمام کمیوں کو پورا کر دیا ہے!!!"

اس کے میٹھے الفاظ سن کر وہ آسودگی سے آنکھیں موند گئی۔

"مرتسم مجھے ہماری بیٹی کو دیکھنا ہے!!!!"

وہ نقاہت بھرے لہجے میں بولی تو مرتسم مسکراتا ہوا پیچھے ہٹا اور بے بی کارٹ کی طرف بڑھا۔

ایک بازو میں اپنی بیٹی کو پکڑا اور دوسرے سے نوریہ کو سہارا دے کر بٹھایا اور اس کی گود میں بے بی کو ڈالا۔ اسے دیکھ کر نوریہ کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔

"یہ کتنی پیاری ہے مرتسم مجھے یقین ہی نہیں ہو رہا کہ اتنی پیاری ہماری بیٹی ہے۔"

اس کی بات پر مرتسم قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"!!!! پر مجھے تو پورا یقین ہے کیوں کہ یہ بلکل آپ کے جیسی ہے"

اس کی سرگوشی پر نوریہ کے چہرے پر گلال بکھر گیا۔

شکریہ نوریہ میری زندگی میں آنے کے لئے اور میری تاریک زندگی کو اپنی" موجودگی سے روشن کرنے کے لئے۔ میں اتنا دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر نوریہ نہ ہوتی تو مرتسم یزدان کا بھی کوئی وجود نہ ہوتا۔ آپ میرے لئے سراپا سکون ہیں۔"

اس کے ماتھے پر عقیدت بھرا بوسہ دیتا وہ اس کی زات کو معتبر کر گیا۔

بالآخر بے شمار پریشانیوں کے بعد سکوں کے لمحات میسر آ چکے تھے۔

THE END